نعت شناسی

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی

مرتب

ڈاکٹر داؤد عثمانی

۰م کتاب : شناسی

مصنف : ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

مرت . : ڈاکٹر داؤد عثمانی

اشا ـ اول : ۲۰۱۱ء

صفحات : ۲۶۰

تعداد : ۶۰۰

کمپوز۰َ : طاہر احمد قریشی

۰شر : ر چ سینٹر،

بی۔۵۰، سیکٹر ۱۱۔اے، ۰رتھ کراچی، کراچی۔

Email: naatrc@gmail.com

sabeehrehmani@gmail.com

Web: www.naatresearchcentre.com

انتساب

بیدل لائبریری،

اس کے لائبریرین محمد زبیر

اور معاون امان اللہ شیخ

کے نام

جو مسافرانِ علم و تحقیق کی خدمت

عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔

مشمولات

پیش نامہ

استادِ محترم ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی صا ۔ نے شعری اور افسانوی دونوں ادب پ اور ان کے تخلیق کاروں پ بہت کچھ لکھا۔ اس کے علاوہ تفہیم قرآن و حدیث اور مختلف موضوعات پ فکر انگیز مضامین لکھے۔ اخبارات میں کالم بھی تحریر کیے۔ غزلیں اور نظمیں کہیں اور مختلف کتابوں کے تراجم بھی کیے۔ اکا۔ ین و احباب کے خاکے بھی لکھے اور سفر نامے سے بھی تالیف و تدوین کے ۔ ب میں اضافہ کیا۔ لسانیات پ لکھا، بچوں اور نوخوان ہ ۔ لغوں کے لئے لکھا اور درسی کتب کے حوالے سے بھی آپ کی ۔ مات لائق تحسین ہیں۔ لیکن ذکر مصطفیٰ ﷺ اور ۔ دِ خاتم المرسلین ﷺ سے آپ کا قلبی، روحانی اور قلمی تعلق ہمیشہ سے گہرا اور مستحکم رہا۔ اس نسبت سے آپ نے سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ پ کتابیں لکھیں۔ سیرت کے موضوع پ مضامین تحریر کیے۔ نعتیہ انتخاب شائع کیے۔ سو کے قری ۔ نعتیہ مجموعوں پ پیش لفظ، مقدمے اور تقاریظ لکھیں اور نقدِ کے حوالے سے بھی کئی مضامین لکھ کر شناسی اور فہمی کے نئے درواکیے۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کے حضور میں نعتیں بھی کہیں۔ کے متعلق اپنا یہ پیش کرتے ہوئے اپنے نعتیہ مجموعے "نسبت" کے "پیش گفتار" میں لکھتے ہیں:

> گوئی، اپنی جان کی قیمت پ سرور د و دیں ﷺ کے جوار میں پہنچنے کا ۔ م ہے ...... ہم اسی سفر میں مصروف ہیں اور منزل بہت دور ہے۔ گوئی اپنے وجود کی سچائیوں کے ساتھ ان ﷺ کی ۔ مت عالیہ میں

حاضری کا ․م ہے...... شای حضوری کا یہ لمحہ ہمیں حرف و صوت کی د میں کبھی مل جائے۔

گوئی مواجہ شریف میں قیام کے اُن چند لمحوں کا ․م ہے جو وقت َ ․ راں کے تصور کو مٹا دیتے ہیں۔

گوئی اُس انتظار کا ․م ہے جس کا پورا مفہوم ہمیں معلوم نہیں، رحمت اور ئے بے کراں کا انتظار۔

دل ز․ ہ کے ساتھ بیداری کی سا ت کا ․م ہے۔

نگاہے یہ رسول اللہ نگاہے

اس خیال میں ڈوب کر . . آپ پ لکھتے ہیں تو بے ساختہ اپنے ․ ․ت کو ہمارے سامنے یوں پیش کرتے ہیں:

" لیجیے فجر کی پہلی اذان فضا میں بلند ہورہی ہے، موذن اللہ تعالٰی کی وحدت اور حضرت محمد ﷺ کی ت کی گواہی دے رہا ہے اور اب وہ کہنے والا ہے کہ الصلوۃ خیر من النوم۔ اذان فجر کی .رے میں اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

وہ سحر جس سے لرز․ ہے ن وجود

ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

آج رات آپ کی شاعری نے مجھے غفلت سے دور رکھا اور میں آپ کے دل کی دھڑ ․ رہا اور میں نے اپنے آپ کو روحانی طور پ ادب و احترام اور دی ہ نم کے ساتھ مواجہ شریف میں کھڑے ہوئے پ۔

(ہشام علی حافظ کی نعتیہ شاعری)

نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت کے باب میں . ادیب عزیز صبیح رحمانی نے استادِ محترم کی کوششوں کے متعلق درست کہا ہے:

" الحمداللہ پچھلی تین دہائیوں سے پاکستان کے ادبی منظر نامے پر شاعری کا نعتیہ آہنگ گونج رہا ہے۔نعتیہ تخلیقات . . زیور طباعت سے آراستہ ہونے لگیں تو حرف وصوت کی اس عقیدت آمیز ی جائی میں ادبی محاسن تلاش کرنے اور نوواردانِ بساط کی حوصلہ افزائی کرنے والوں میں بھی کشفی صا . ہی پیش پیش آئے بلکہ کہنا چاہیے کہ اپنے ادبی قامت کے حوالے سے کشفی صا . ہی واحد د تھے جو نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت میں اپنی قابل قدر ادبی رائے کے ذریعے ·قہ ہائے بے زمام کو سوے قطار لانے کی سعی جمیل فرماتے رہے۔ تقاریظ وتبصرے سے لے کر نعتیہ آہنگ کے پوشیدہ حسن کی کشود کے لئے لسا تی مبا ث کا سلسلہ بھی اب ت کے حوالے سے کسی د نے نہیں چھیڑا تھا، اس ضمن میں بھی اولیت کا سہرا کشفی صا . کے سر ہی رہا۔ اسلامی ادب کی تفہیم، تحسین اور پ کھ کے معاملے میں کشفی صا . کا ·م اس لیے سرفہر ت رہا کہ ان کی ادبی رائے مسلم، ادب شناسی غیر متنازعہ، مذہبی لٹر سے آگاہی لایق تقلید اور بلند ذوقی قابل رشک ہے۔ کشفی صا . نے نعتیہ مجموعوں پ تقریظ وتبصرے اور دیباچے لکھ کر گوی اردو کے مصروف دوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔"

(" نگر کا بسی"، ص ۹،۸)

استاد محترم کے وصال کے بعد راقم الحروف کو آپ کے نعتیہ مقدموں اور پیش لفظ کو کتابی صورت میں لانے کا خیال آ یا اور اُس کا ذکر . . امی (بلقیس شاہین صاحبہ) سے کیا تو آپ نے ارادے کو سراہا اور تکمیل کے لئے دعا کی۔ پیش لفظ اور مقدموں کو . . کمپوز َ کے بعد ڈمی کی صورت دی گئی۔ اس وقت راقم کو استادِ محترم کے کاغذات میں سے ان کے کچھ کمپوز شدہ نعتیہ مقدمے اور پیش لفظ ملے جس سے پتہ کہ آپ بھی انھیں ت ت ی . دینا چاہتے تھے تو ا یـ دلی مسرت ہوئی کہ آج وہ ارادہ پورا ہونے جارہا ہے۔ ان کمپوز شدہ صفحات میں ا یـ تحر یـ "پیش گفتار" کے عنوان سے تھی جسے پڑھ کر ا ازہ ہوا کہ وہ اس کتاب کا ابتدائیہ ہے جو شائع ہونے جارہی تھی شائع نہ ہوسکی (ویسے ہر کام کے لئے رب کی طرف سے ا یـ وقت مقرر ہے)۔ پیش گفتار سے کتاب کی ت ت ی . کے ساتھ ان احباب کا ت کرہ بھی سامنے آ ت ہے جن کے تعاون سے کتاب اشاعتی مراحل ت پہنچی۔ اس کے علاوہ اس تحر یـ میں اور بہت کچھ ہے سو آپ خود ہی پڑھ لیجیے:

پیش گفتار

اردو میں گوئی کے .رے میں کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اَ چہ بیشتر کتابوں میں ر ت ت ی . سے شعراء کا حال اور کلام جمع کردی َ یـ ہے اور "رواں تبصرہ" سے آگے .ت نہیں .ڑھی ہے، یہ مقام شکر ہے کہ ہمارے شاعروں کے ساتھ ساتھ ہمارے دبھی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ ضرورت اس .ت کی ہے کہ اردو میں گوئی کے رجحا ت کا جا ئ ہ لیا جائے اور عہد حاضر میں گوئی کی مقبولیت کا تجزیہ کیا جائے۔

گوئی کے علاوہ اردو میں سیرت نگاری بھی مطالعہ کا اہم موضوع ہے۔ راقم الحروف نے ۱۹۶۸ء میں اردو سیرت نگاری کا ای مختصر جائ ہ تحری کیا تھا جو ڈاکٹر راحمد صا کی مرت کردہ کتاب "نقشِ سیرت"میں شائع ہوا تھا۔ اُس وقت ت میری سے ایسا کوئی جائ ہ نہیں را تھا۔ "سیارہ"لاہور کے حالیہ شمارے سے معلوم ہوا کہ اب اس موضوع پ بھی ای کتاب شائع ہوگئی ہے جو پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے۔

الحمدللہ سیرت رسول کریم ﷺ سے متعلق تحری وتقری کا آغاز میرے بچپن ہی میں ہوا۔ اپنے اسکول کے علاوہ ربیع الاول کے موقع پ پ ڈ اوٴ کا ر میں ہزاروں کے مجمع میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ پ تقری کرت ، کبھی اردو میں کبھی فارسی میں، اور مقامی اخباروں میں مضامین لکھتا۔ لکھنے کے سلسلے میں مولا محمد اسمعیل ذ ، خواجہ عبدالسلام اور صہبائی صا کی حوصلہ افزائی کو میں تشکر کے ت کے ساتھ ی دکرت ہوں۔

پ میری تحری وں کا ضابطہ آغاز ۱۹۶۶ء میں "نقشِ سعادت" کے حرفِ آغاز سے ہوا اور الحمدللہ یہ سلسلہ پھرنہیں ٹو ۔ نقشِ سعادت اردو کی نعتیہ شاعری کا ای مختصر انتخاب تھا جو ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ میں نے ر ت سے یہ مجموعہ مرت کیا تھا اور اپنی نوعیت کا پہلا انتخاب تھا۔ پھر الحمدللہ ایسے انتخا ت کا چلن عام ہو ، اور اس سلسلہ میں بہت مفصل، اچھا اور مقبول ین مجموعہ انتخاب شفیق ی مرحوم کا "ارمغانِ "ہے۔ اللہ مرحوم کے

درجات کو بلند فرمائے۔

یہ اللہ کے احسانات میں سے ای بڑا احسان ہے کہ اس نے اس فقیر کو ممتاز پکستانی شعرا کے نعتیہ مجموعوں پ مقدمے اور پیش لفظ لکھنے کا موقع فرمای۔ یوں مجھے کائنات کے فصیح ترین ا ن صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں شر ت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں ان مقدموں اور بعض مختصر تحریوں (تقریظوں) کو یکجا کیا گی ہے۔ بعض مقدمے کتاب کی ترتیب کے وقت نہیں مل سکے۔ ا ء اللہ انھیں اگلی کتاب میں اُن دوسرے گوشعرا کے مجموعوں پ مضامین کے ساتھ شائع کیا جائے گا جن پ لکھنا میری تمنا ہے۔ ایسے شعرا میں جناب عبدالعزیز خالد، جناب حفیظ ت ب ، جناب اقبال عظیم، جناب حافظ لدھیانوی، جناب عاصی کرنالی اور جناب مظفر وارثی شامل ہیں۔

اس مجموعے میں اردو سیرت نگاری سے متعلق میرا مضمون شامل ہے۔ مضمون کا ای مختصر تکملہ بھی تحری کر دی ہے جس میں ۱۹۶۸ء کے بعد سیرت پ شائع ہونے والی کتابوں کے نم درج کر دیے گئے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ ان کتابوں کے ساتھ ا ف نہیں ہوا ہے اور بعض اہم کتابوں کے نم بھی شامل نہیں کیے جاسکے۔ میں انھیں کتابوں کے نم شامل کر سکا جو میرے پس موجود تھیں ی اپنے دو ت اور بھائی پوفیسر کا سے مل سکیں۔

اس کتاب میں اسلامی معاشرے میں شاعری کی حیثیت

اور اردو میں گوئی کی روا یت و رجحانات کے رے میں ای
مضمون بھی شامل ہے جو میری دو تقریوں کی ید پ کاغذ پ منتقل کیا یہ ہے۔ ان تقریوں کو مضمون کی شکل میری نصف بہتر بلقیس شاہین نے دی ہے۔ اللہ انھیں اس کی ا دے۔ اس مضمون سے ان شعراء کا قدرے تفصیلی ذکر اور کلام ف کردیا یہ ہے جن پ اس مجموعے میں مضامین شامل ہیں۔ ایسے شعراء کا م اور حوالہ ضرور موجود ہے۔ میں اپنے ے سید ابوا حمد عاکف سلمہ کا بھی شکریہ ادا کرت ہوں، جس کے توجہ دلانے پ میں اپنے تحری کام کو جمع کررہا ہوں۔ اس خاک داں میں اپنے قیام کے رے میں کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا، وہ شخص جو زن گی کے اٹھاون سال مکمل کرچکا ہو اس پ لازم ہے کہ آنے والی زن گی کی طرف زیدہ توجہ دے۔

ان مضامین اور مقدموں کو بلقیس نے جناب مسرور کیفی کے تعاون سے جمع کیا ہے۔ میرے پس وہ سارے مجموعے ہیں جن کے ساتھ میری تحریں شامل تھیں۔مسرور بھائی نے نعتیہ مجموعوں کا اچھا ذخیرہ جمع کیا ہے۔بلقیس نے کہیں کہیں نی کی ضرورت محسوس کی ہے۔لیکن میرا خیال یہی تھا کہ یہ مضامین جس طرح نعتیہ مجموعوں کے ساتھ شائع ہوئے اس کتاب میں اسی طرح چھاپے جاسکیں۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ کتاب کو تی دینے والی ذات نے یہ مشورہ کس حدت مان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا وقت مقرر فرمادی ہے اس کتاب

کے مضامین کی کمپوز َ لاہور میں کرائی گئی تھی یہ سلسلہ ٹوٹ
َ یـ۔کمپوز َ کے بعد تصحیح اور دوسرے کام نہ کرائے جا سکے۔
اور پھر ۹۳ء میں مشتاق احمد قریشی صا ۔ نے اس کام
کو اپنے ذمے لیا۔مضامین کی از سر نو کمپوز َ کرائی، کاپیاں جوڑیں
اور سارے کام کی تکمیل کردی۔ اب دیکھئے کہ عزیـ َ امی جناب
فضل ربی ٔ وی اس کی اشا ۔ میں کتنا وقت یـ ہیں۔

سید محمد ابوالخیر کشفی

۸، ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

گم شدہ صفحات مل گئے تو ا ء اللہ اگلی کتاب استاد محترم کے د نعتیہ مقدموں، پیش لفظ اور تقاریظ کے ساتھ اسی " پیش گفتار" کی روشنی میں یـ دینے کی کوشش کی جائے گی۔ پیش مجموعہ کو زمانی یـ سے مرتـ کیا َ یـ ہے۔

آ ٔ میں ان تمام احباب کا شکریہ مجھ پـ لازم ہے جنھوں نے اس مجموعے کی اشا ۔ میں ہاتھ بٹایـ۔ان میں ۔ ادرِعزیـ سید صبیح الدین صبیح رحمانی کا خاص طور پـ ممنون ہوں جنھوں نے کتاب کی اشا ۔ کا بیڑا اُٹھایـ۔ استاد محترم کی اور تنقید کے حوالے سے د کتابیں بھی وہ اپنے ادارہ ر چ سینٹر کے تحت شائع کر چکے ہیں۔ یوں تو استاد محترم کے نعتیہ ادب پـ تقریباً تمام مضامین کی اشا ۔ کا اعزاز بھی آپ کے رسالے" رَ " کو حاصل ہے۔محترم مشتاق احمد قریشی صا ۔ کا بھی تہ دل سے احسان مند ہوں جنہوں ۹۲ء میں اُس مجموعے کو اشاعتی مرحلے ۔ لے جانے کی ذمہ داری نبھائی تھی اور آج ا ۔س بعد پھر ۔ ان نعتیہ نگارشات کی کمپوز َ کا مرحلہ آیـ تو دو۔رہ یہ ٔ مت ان کے حصے میں آئی۔ (میرے رب کی ادا تو دیکھیے جس سے وہ جو

کام ۔ ۰ کی ٹھان لے تو ۔ سوں بعد بھی وہ کام اُسی سے ۔ ۔ ہے) جس میں اُن کے فرز۰ عز۔ ۰ ی طاہر احمد قریشی ان کے شر۔ رہے۔

۔ ادرم ڈاکٹر محمد سہیل شفیق نے کمپوز۔ میں رہ جانے والی کمی بیشی کو ٹھیک کرتے ہوئے بعد میں شامل کی گئی تحر۔ وں کو کمپوز کیا اور کتاب کو حتمی شکل دی۔ آصفہ حسین جن کا نہ صرف پیش لفظ اور مقدمے جمع کرنے میں تعاون رہا بلکہ کتاب کا پ وف پڑھنے میں بھی معاو۔ ۔ کی اور بھائی محمد طاہر قریشی کا بھی بے حد شکر۔ ار ہوں جنھوں نے کتاب کی ۔ ۔ ۔ میں مدد کی۔ آ۔ میں امی کا شکریہ بھی مجھ پ وا۔ ۔ ہے جن کی توجہ اور دعاؤں کی ۔ و ۔ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ ان ۔ کو ا۔ عظیم سے نوازے۔آمین۔

داؤد عثمانی

ہی بصیرت ہے

بفیض والدِ مرحوم ہوں فدائے رسولؐ
ضیائے عشق مری فکر کی اڑان میں ہے

عشق رسول سے .ڑا   کہ اور عظیم   میراث کس .ﯿﮍ کو اپنے .پ سے مل سکتی ہے۔ نعیم تقوی صا . خوش نصیب ہیں کہ سید ضیا حسین تقوی ضیا اعتمادی مرحوم کی آغوش میں آنکھیں کھولیں اوران کے فیضانِ   سے عشق کی ضیااور آداب فرز ی سے بہرہ ور ہوئے۔ نعیم تقوی کی ذات اور کردار ان کے والد کی سیرت کا عکس جمیل اور الولد سرلابیہ کی تفسیر ہے۔ فلسفیانہ ا ازفکر ادبی ذوق اور مذاق شعرگوئی مشرقی اور مغربی علوم سے بہرہ وافر یہ . . تیں .ڑی اہم ہیں لیکن ذات رسا   مآب علیہ الصلوۃ والسلام سے والہانہ وابستگی ان کی شخصیت کا روشن ین .ب ہے اور یہ وابستگی ایسی صراط مستقیم بن گئی ہے کہ ای طرف تووہ توحید کے .ب میں .ڑے عزت مند ہیں اور اپنے رب کی احدی پ کسی کا سایہ نہیں پڑنے دیتے تو دوسری طرف وہ مقام رسا   کے ایسے شناسا ہیں کہ ہر تصو ی ہر عقیدہ اور ہر دوسری ذات کو اسی ذات اقدس واعظمؐ کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

میں نے حضرت ضیاء مرحوم کو نہیں دیکھا لیکن اپنے .رگوں اور دوستوں سے ان کے تبحر علمی کا اعتراف ہی نہیں سنا بلکہ ان کی ز گی کے ایسے گوشوں سے بھی آشنا ہوا جن سے معلوم ہو ہے کہ وہ سیرت رسول کو اپنے لئے عیار اور کسوٹی جا   تھے' وہ ایسے .رگ تھے کہ انہوں نے اپنے   کے میلان کو ہدای رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے

تابع کردیں۔

لایومن احد کم حتیٰ یکون ھواہ تبعاجئت بہ(حدیث رسول کریم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کردے جو میں لے کر آیا ہوں۔

حضرت ضیا اعتمادیؒ کی نعتیہ شاعری ان کی روح کا تازیانہ شوق ہے۔

ایسا تازیانہ جو نئے انداز سے اب ان کے لائق فرزند کی روح کی گہرائیوں سے ابھر کر زبان قلم تک آیا ہے۔ حضرت ضیاء کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

کھینچتا ہوں میں تصور میں سوا ان کی شبیہ
مشقِ پیہم حاصلِ ذوق ہوجائے گی

عیاں ہے عشق جنوں کا جلوہ ہمارے دامن کی دھجیوں سے
روش روش پر ہر ایک دھجی قبائے گل میں جھلک رہی ہے

وہ حسن فطرت حسین صورت ہمارے دل کے مکین ٹھہرے
رگِ گلو اس مقام دل کو نگاہ الفت سے تک رہی ہے

بصیرت کے عنوان سے جناب نعیم تقوی نے اپنا نعتیہ کلام مرتب کیا ہے۔ عشق رسول کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی ان کے لئے میراث پدر ہے۔

میں فیض یابِ والدِ مرحوم ہوں نعیم
پرواز ورنہ کیا مرے زورِبیاں کی ہے

اس مجموعہ کا نام میرے خیال میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس سے شاعراوراس کی شاعری دونوں کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ب ص ر اس مادہ کے معنی میں روشنی شامل ہے ابن فارس کے بقول بصر کے بنیادی معانی کسی شے کو جاننا ہیں بصر کے معانی میں کسی چیز کا دل میں اترجانا بھی شامل ہے اس لئے اس میں علم کے پہلو بھی سمٹ آئے ہیں۔ روشنی بھی

ہے اور معرفت بھی بصیرت وہ قوتِ ادراک ہے جو طبعی ذہا۔ سے حاصل ہوتی ہے۔ حجت دلیل عبرت اور یقین وارادہ بھی بصیرت کے معانی ہیں۔ بصیرت کا ای مفہوم شہادت اور گواہی بھی ہے۔ نعیم تقوی صا نے ان مفاہیم ومطا کو سامنے رکھ کر اپنے مجموعہ کو یہ م دی ہے اس ب میں ان کے علم کے پیش مجھے کوئی شبہ نہیں ہے اہل ایمان کے لئے مقام رسا سے بڑھ کر اور کون سی سعادت ہوسکتی ہے، اسی طرح ذات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قوتِ ادراک کی اساس بھی ہے اور عیار بھی ۔ وہ ہمارے علم کی ید بھی ہے اور ہمارے لئے حجت وموعظت کی علامت بھی۔ یہ جہانِ ر وبؤ یہ آرزو صفتی وآرزو طلبی کائنات اس پ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی چھوٹ پڑ رہی ہے ی پھر اشیائے کائنات اور موجودات تلاش مصطفیٰ میں گم ہیں۔

ہر کجا بینی جہانِ ر وبو
آ ازخاکش و ی آرزو
ی زنورِ مصطفیٰ او رابہا
ی ہنوز ا ر تلاش مصطفیٰ ا

بصیرت کے قار اس مجموعے کے تنوع سے یقیناً متا ہوں گے۔ آغاز ای حمدیہ مثنوی سے ہوا ہے اور ذکر ا ی ء ونعتِ رسول کو شاعری نے حمد کا حصہ بنا دی ہے۔ عالمِ ا کے لئے ا ی ء ورسل ہی اللہ کی سے بڑی نعمت اور عطیہ کا درجہ ر ہیں۔

نعیم تقوی صا نے خوبصورت نعتیہ قصائ بھی لکھے ہیں۔ قصیدہ نگاری کا چلن ختم ہو تھا نعیم تقوی صا نے ذکر رسول کے لئے ای ر پھر اس صنف کو چن کر اس کے امکا ت کی طرف ی ادبی د کو متوجہ کرای ہے کوئی پندرہ بیس سال پہلے ای د نے اعلان فرمای تھا کہ ''قصیدہ گوئی اور گوئی'' کا دور ختم ہو چکا ہے' آپ اسے

اتفاق کہیں، میں اسے ٠ ائے جلیل کے عظیم ـ ین منصوبہ کا ایـ ۔٠ قرار دوں گا کہ ان صا ۔ کے اس تنقیدی فیصلے کے بعد گوئی کے ایوان میں ایسی بہت سی شمعیں روشن ہوئی ہیں جن کی روشنی محرابِ ا ۔ ـ ڑتی آتی ہے۔ گوئی کے ایـ نئے دور کا آغاز ہوا ہے اور اب ذکر رسولؐ کی نسبت سے قصیدہ گوئی کو نعیم تقوی کے ہاتھوں نئ ز٠ گی مل رہی ہے۔ عہد حاضر میں عزیـ لکھنوی نے قصیدہ کے اس امکان کو سمجھا تھا۔ اور اب نعیم تقویٰ نے اس روایـ ـ کو پھر سے جاری کیا ہے۔ ویسے قصیدہ اتنی سخت جان صنف ہے کہ وہ مرا تو پہلے بھی نہیں تھا ہاں اس نے اپنا قا ۔ ۔ل دیـ تھا۔ جوش کی نظموں کی قصیدہ سامانی سے کون انکار کرے گا۔

تقوی صا ۔ کے نعتیہ قصائ متوسط ہیں۔ ہمارے عہد میں شایـ طویل قصیدوں کے لئے ابھی فضا سازگار نہیں ہے۔ یہ متوسط قصائ طویل قصائ کا دیباچہ ٹ۔ ـ ہوں گے۔

آئی بہار عالم امکاں ۔ل ـَیـ

یہ ایـ بہار یہ قصیدہ ہے اس میں بہاریہ قصیدہ کی تشبیب کی تمام روایت کو شاعر نے اپنے سامنے رکھا ہے لیکن خارجی کائنات میں بہار کے رے کے ذکر ـ ۔ت محدود نہیں رہی۔ یہاں شاعر کی ذات بھی اس بہار رسا ـ کے فیض کی ایـ شہادت ہے۔

مثل صلیب جو تھی رگِ جاں وہ بن گئی
کہتے ہیں گل کہ شاخ کا عنواں ۔ل ـَیـ

یہ شعر بہار کا خارجی بیان نہیں بلکہ اس میں بہار ایـ علامت کے طور پ ابھری ہے اور پھر صلیب کی نسبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جناب خاتم الا٠ یـ ءصلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بھی پیش ر ٔ اور اس حقیقت کو بھی کہ ز٠ گی جو صلیب تھی وہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد رگِ جاں بن گئی۔ اور رگِ جاں کے ساتھ وہ ذات ذہن میں ابھرتی ہے جو رگِ جاں سے قری . ۔ ہے۔

معراج النبی جناب نعیم تقوی کے محبوب ۔ ین موضوعات میں سے ہے اس کا ای .. یہ بھی ہے کہ معراج سے عبدی ۔ کو سرفرازی ہوئی کہ ہر رفعت اس مقام کے مقابل ہیچ ہے۔ قصیدہ بسلسلہ معراج النبی کے بعد ''قصیدہ سبحان الذی اسریٰ'' اسی حقیقت کی گواہی بھی کہ جناب نعیم تقویٰ مقام عبدی ۔ کے رمز شناس ہیں۔

مقام بندگی دے کر نہ لوں شان ۰ اوٰ ی

اس قصیدہ سے یہ .ت بھی روشن ہوجاتی ہے کہ ای طرف تقوی صا . رسول اعظمؐ کی شان عبدی ۔ سے بھی آ گاہ ہیں اور دوسری طرف ا کے شرف سے معراج کے رشتہ کو جا ہیں یوں ان کا قصیدہ اقبال کی شعری روایت کی ای ٹی بھی ہے اور اس کی تشریح بھی۔

پیام صبح بیدار پئے ہر بخت خوابیدہ
بعنوان عروج عبدی ۔ یہ ۔ . ہے ۔ بندہ
فرازِ عبدی ۔ سے سج گئی ہے مسجد اقصیٰ
ہے تیرے فرق پ کج ۔ ج ''سبحان الذّی اسریٰ''

اقبال نے پ نچویں خطبہ میں معراج کے .ب میں لکھا ہے کہ پیغمبرؐ کی ذات کی توا ۰ ئی تو دیکھئے کہ وہ قرب ۰ اوٰ ی سے بھی اپنی ذات کو گم نہیں کر دیتا بلکہ اپنے آپ کو بچالا ۔ ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایسی توا ۰ ئی کے ساتھ اس مقام قرب سے واپس آ ۔ ہے کہ ۔ ریخ کے رخ کو موڑ دیتا ہے۔ نعیم تقوی صا . نے معراج النبی کے ہر پہلو اور گوشہ کو شاعری کی ز .ن میں پیش کیا ہے۔ ۰ شتہ ربع صدی میں پ وفیسر وز یالحسن عا .ی اور نعیم تقوی صاحبان کو معراج شناسی کا یہ مقام رب العزت نے کیا 'اللہ تعالیٰ دونوں کو

سلامت رکھے۔

بصیرت کی نعتوں میں کئی اسالیب آتے ہیں' کہیں ہندی الفاظ کا جادو جگا یہ ہے اور یوں محسن کا کوروی کی یہ د زنہ ہ کردی ہے' کہیں غزل کے تمام علائم ورموز کو گوئی کے لئے خلاقانہ انہ از میں صرف کیا ہے اور کہیں غزل کے نئے لہجے کو رام کیا ہے۔ میں اس کی تہ ویل یوں کرسکتا ہوں کہ . عشق رسول کسی کی زنہ گی کی . سے .ڑی حقیقت بن جائے تو ہر لہجہ ہر اسلوب بلکہ ہر لفظ اس کے تہ بع ہوجائے۔ امام غزالی نے علوم کو مسلمان کرنے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ نعیم تقوی جیسے اچھے گو لفظوں کو بھی مسلمان کر یہ تہ ہیں۔

میں نے جناب تقوی کی نعتوں کے مختلف اسالیب کا ذکر ایہ ہی ساتھ اس لئے کردیہ کہ میں ان کی نعتوں کے چند اشعار آپ کو سنا سکوں پہ وفیسر آل احمد سرور کے اس خیال کو ہی ایہ ادبی صداقت سمجھتا ہوں کہ اچھا انتخاب آدھی تنقید ہوتہ ہے۔

تھا نہ ادراک ذرا جنبش . سے پہلے
منزلِ فکر تھی ویان رسول عربیؐ
اس کے قدموں پہ جھکی رہتی ہے پیش نی وقت
نم لے کر جو تہ ا محوِ سفر ہوتہ ہے
نعیم ابن ضیا تقوی کو نسبت اس حسیں سے ہے
غبار راہ میں جس کے مہ و پہ ویں بھی شامل ہیں
زخموں میں رقص کرتی ہے ہر دم بہارِ نو
د عجیب اس دل و ش تہ ں کی ہے

چاہتا تو یہ تھا کہ چند اشعار پیش کرکے آپ سے اجازت لوں اور آپ کے اور تقوی صا . کے درمیان حائل نہ رہوں لیکن اس شعر پہ آ کر یہ نکتہ عرض کرنے کو جی

چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خود ای مستقل سیاق وسباق ہے جو الفاظ کے معانی کو ل دیتا ہے ۔ اس شعر میں زخموں میں بہار کا رقص اور ''دل و ش ں'' کے معانی کس درجہ تعمیری حقائق کا درجہ ر ہیں۔ عام عشقیہ شاعری میں ''دل و ش ں اور بہار نو'' کے درمیان کوئی معنوی علاقہ نہیں آ ۔ اردو کی نعتیہ شاعری میں وہی علامتیں استعمال کی گئی ہیں جو اردو غزل میں بھی ملتی ہیں کی د میں یہ علامتیں نئی معنوی حاصل کرلیتی ہیں۔ میری دا کی حد اس موضوع پ اب کسی نے قلم نہیں اٹھای ہے بلکہ ہوا یہ ہے کہ ہمارے دوں نے نعتیہ شاعری کے عشقیہ لہجے اورتغزل پ اعتراض کیا ہے۔ گوئی پل صراط سے رنے کے مترادف ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہِ ا نہ صحرا

لیکن دوستو! ان گوشعراء کا جگر تو دیکھو جو انے لفظوں کو اپنے آ ؤں سے وضو کراکے ای وجود کرتے ہیں اور بطور ارمغان رگاہِ رسا میں پیش کرتے ہیں۔

آیئے اب پھر میں آپ کو اپنے مختصر سے انتخاب میں شری کرلوں۔مختصر یوں کہ بصیرت کی چند نعتیں میرے پیش ہیں۔ اس مجموعہ میں ایسے گوہر ہائے دل افروز وروح ب اور بھی ہوں گے۔

سے سہتے ہیں ی دھوپ غم دوراں کی
تیرا در کا رہے جن لوگوں کو سایہ ہم ہیں
یہ کیا ہوا تمہیں اے آہوان صحن حرم
وہانِ زخم بھی خاموش ہیں زں کی طرح
خاک در محبوب سے چہرے جو سجے ہیں
یہ شمس وقمر ہم سے ضیا ما رہے ہیں

آ سکتی نہیں پ س کبھی دھوپ اجل کی
ہم قبلہ گہہ ز کے سائے میں پلے ہیں

اپنے والد امی حضرت ضیاء اعتمادی اعلیٰ اللہ مقامہ کے ز یا ث جناب تقوی نے شاعری کے کلا محاسن اور معیار کو پوری طرح سمجھا اور ۔ ت ہے اور ا ی ۔ شعور ز ہ فرد کی حیثیت سے اپنے عہد کے بہترین عناصر ادب کو اپنی شاعری کا ۔ وبنا ی ہے۔ ان کے اشعار میں رعا ی لفظی کی جھلک بھی ہے یہ رعایتیں مقصود ۔ لذات نہیں بلکہ معانی کو چمکانے کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ یہ شعر حظہ ہو۔

آپ کی چاہ میں پیاسا ہو کر
دیکھ لے کوئی بھی در ی ہوکر

ایسا شعر کلا ی ادب کی اعلیٰ شناسائی اور ا کے گہرے تخلیقی ا ث کے بغیر نہیں کہا جاسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام ا ی ء کو ان کی اقوام کی ز ۔ نوں میں پیغام ربّانی کے ساتھ مبعوث فرما ی۔ رسول عربیؐ کی نسبت سے عربیِ مبین اللہ کے آ ی پیغام کی ز ۔ ن ٹھہری یوں آج بھی رب محمدؐ ہم سے ز ۔ ن محمدؐ میں ہم کلام ہے ۔

نہ کیوں لبوں پہ تیرا م ۔ ر ۔ ر آئے
ا بھی ہم سے مخاطب ت ی ز ۔ ن میں ہے

یوں جناب نعیم تقوی کا یہ شعر ختم رسا ت ہی کا نہیں بلکہ دوام رسا ت محمدیؐ کا اظہار بھی ہے۔

ا کرے یہ مجموعہ ۔ رگاہِ رسا ت میں شرف قبولیت کرے۔

(بصیرت/ نعیم تقویٰ، ۱۹۷۸ء، مجلس افکار اسلامی، لاہور)

رفعنا لک ذکرک

حضورصلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جلیل اس کھلے آسمان کے نیچے اور عرش کی بلندیوں پ کس لمحہ نہیں ہوت؟ حضرت راغب مراد آ بادی کی نعتوں کا مجموعہ رب کریم کے وعدۂ بثارت رفعِ ذکر کے سلسلہَ اں ارزکی ای ڑی ہے۔

رفعنا لک ذکرک

اس میں ''لک'' کا ٹکڑا حظہ ہو......تمہاری خاطر تمہارے ذکرؐ کا آوازہ بلند کیا َ ی۔

یہ تسلی اس وقت دی گئی تھی . . . طل کی تہ درتہ ا ھیریوں میں شمعِ رسا ت کی لونے چند ہی قلوب کی فضاؤں میں پ اغاں کیا تھا...... اور اس لمحہ سے آج ت یہ ذکر لبوں پ ٗ آواز کے دا ٗ وں میں، دلوں کی دھڑکنوں میں، پلکوں کے جگنوؤں میں اور شعروسخن کی وادیوں میں جاری ہے۔ یہ مجموعہ بھی اسی رفعِ ذکر کی ای دل آوی صورت ہے...... اس رفعِ ذکر کا سلسلہ تو نورِ محمدیؐ کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہوَ ی اور اس لمحہ سے . . لوحِ محفوظ پ آپؐ کے اسمائےَ امی محمدؐ اور احمدؐ ثبت کئے گئے......صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور سرورِ دیں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توحید کو دین کی اساس قرار دی ہے اور اس ملّت کا جگر دیکھیے کہ انہیں کیا کچھ نہ کہنے کے ب ہ کے ب وجود اس توحید کی پ سداری کرتی ہے۔ ویسے میں یہ کیسے بھول جاؤں کہ محمدؐ اور احمدؐ کا مادہ ح۔م۔د ہے۔ یہ وہ ذاتَ امی

ہے کہ جس کے افعالِ محمودہ اور صفاتِ محمودہ نے اسے مقامِ محمود کی بلند ترین مسند پر بٹھادیا
چودہ صدیوں کی دوری کے باوجود وصف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل کی دھڑکنوں میں شامل ہی نہیں بلکہ ان دھڑکنوں کا آہنگ ہیں۔ حضورؐ کی تعریف کے لئے آپؐ کی صفات اور مقامِ بلند سے آگہی لازم ہے۔ آپؐ کے حسن اور رعنائی کے چشمہ تک پہنچنا واجب ہے اور یہ جاننا ضروری ہے کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں آدمی حُزن اور خوف سے بالاتر ہوجاتا ہے۔ حضورؐ تو اس مقام پر فائز تھے ہی ان کا ذکر بھی ان کے مدح خوانوں کو حزن وخوف سے بے نیاز کردیتا ہے۔ مجموعہ ... راغب میں وہ دل آسودہ آیت ہے جو میراث پیغمبری ہے..... محمدؐ کے معنی ہیں' وہ ذات جو مسلسل حمد وستائش کا ... ہو اور احمدؐ وہ جو خود بے حد حمدوستائش کرنے والا ہو۔ یوں محمدؐ اور احمدؐ یہ دونوں اسمائے عالی آپ کی ذات گرامی کے دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔

حضرت راغب کی سعادت ازلی میں اب کسے شبہ رہے گا کہ وہ نہایت زودگوئی' قادرالکلامی اور کہنہ مشقی کے باوجود اپنے کلام کی اشاعت سے بے نیاز رہے' اور اب اس طرف راغب ہوئے ہیں تو رفعنا لک ذکرک کے تحت۔

۲

حضرت راغب مراد آبادی کی عمر شعر گوئی کم وبیش ۷۴ سال ہے۔ وہ ہماری صدی کی چوتھی دہائی میں حضرت صفی لکھنوی' مولانا ظفر علی خان اور سیماب اکبر آبادی جیسے اکابر کی توجہ کا مرکز اور موضوع بن چکے تھے۔

اپریل ۱۹۴۵ء میں مولانا ظفر علی خان نے ان کے بارے میں لکھا.....''مبدء فیاض سے انہیں ذوق سخن سرائی بدرجہ وافی ارزانی ہوا ہے۔ وہ شعر کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ اصناف سخن میں کوئی ایسی صنف نہیں ہے جس پر انہیں پوری قدرت حاصل نہ ہو۔'' یہ الفاظ اس شاعر کے ہیں جو اردو کے نہایت قادر الکلام شعراء میں سے ایک تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کے خیال میں اردو نے تین قادرالکلام شاعر پیدا کئے ہیں۔ سودا، اکبر الہ آبادی اور ظفر علی خاں......نظیر، ا ء اور ا کے ہوتے ہوئے ان تین شعراء کا انتخاب سید صاحب کے ذوق اور ای مخصوص زاویۂ فن کا غماز ہے۔ قافیوں کو ان تینوں کی طرح کس نے رام کیا تھا۔

حضرت صفی نے جناب راغب کے فکروفن کے تعمیری پہلو کا ذکر مئی ۴۵ء میں ان الفاظ میں کیا۔ ''موصوف ای ہونہار، خوش فکر، مہذب ومتین شاعر ہیں اور ان کا کلام تہذیب اخلاق اور اصلاح معاشرت کے سبق آموز مضامین سے مالا مال ہے۔ قطعات ابن یمین کی طرح، جو فارسی زبان میں ہیں، ان کے اردو قطعات کا مجموعہ بھی اس قابل ہے کہ بعدِ اشاعت ب تعلیم میں داخل کیا جائے۔''

سیماب اکبرآبادی بڑے شاعر بھی تھے اور سخت نکتہ چیں بھی۔ فنی کمزوریوں سے سمجھوتہ کرنا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے راغب صاحب کے بارے میں لکھا کہ ......''راغب صاحب کی فکر وتخیل میں غیر معمولی طور پر آزادی وبلندی پائی جاتی ہے۔''

میں تو تحقیقی مقالوں میں بھی غیر ضروری حوالے پیش کرنے کے خلاف ہوں اور خود کنواں کھودنے اور پانی پینے کا قائل ہوں لیکن یہ را میں نے آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کیں کہ راغب صاحب کی شعر گوئی کی عمر اور اکابر کی میں ان کے فن کے امکانات آپ کے سامنے آسکیں۔

کم لوگوں کی روشنیٔ طبع ان کے لئے اس طرح اور اس درجہ بلاثابت ہوئی ہوگی جس طرح راغب صاحب کی روشنی طبع ان کے لئے بلااور ہمارے لئے ''فتنہ'' بنی ہے۔ یہاں فتنہ کے عربی مفہوم، یعنی آزمائش کو ذہن میں ر ۔ وہ اتنی تیزی اور آسانی کے ساتھ شعر کہتے ہیں کہ حلقہ یاران کی زودگوئی کو تماشے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ مولانا

ظفر علی خان کو بھی میں نے اپنے بچپن میں یوں ہی شعر کہتے دیکھا ہے جیسے ہم آپ . تیں کرتے ہیں۔ ر امروہوی صا . بھی اس . ب میں معروف ہیں لیکن دو آدمیوں کی . گوئی اور زود سخنی کا میں نے اکثر مشاہدہ کیا ہے۔ راغب صا . اور ڈاکٹر اسلم فرخی......میں اسلم سے کہتا ہوں کہ یہ آسان گوئی کہیں تمہارے مرتبہ شعر پ تو ا ا ز نہیں ہو رہی......؟ ہمارے ای گھڑی ساز دو تھے' کوئی ان کے پ س گھڑی بنوانے آ تو مہینے سے پہلے کی ریخ ہی نہ دیتے اور ادھر وہ آدمی آجا اور ادھر گھڑی ٹھیک کردیتے۔ میں پوچھتا کہ یہ کیا حر ہے......؟ جواب دیتے کہ......''اَ فوراً بنادوں تو غری . کو مایوسی ہوگی' اور پھر پندرہ بیس روپے دینا کتنا کھلے گا۔''راغب صا . اور اسلم جس رفتار سے شعر کہتے ہیں اس سے ان کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور دوسرے بھی مایوس ہوتے ہیں۔ پھر راغب صا . کو ر . عی کے . رے میں درجۂ تخصیص حاصل ہے۔ ر . عی کا وزن ان کی شخصیت اور ذات کے ا. اء وعناصر کے ساتھ ہم وزن ہوَ ی ہے۔ ر . عی کے جِن کو ر . عی کے بوتل میں بند کر کچھ انہیں کا کام ہے۔

میں علم' مرتبہ اور عمر ہر لحاظ سے راغب صا . سے کم ہوں۔ انہوں نے مجموعہ کے مقدمہ نگار کے طور پ میرا انتخاب کرکے میری عزت افزائی فرمائی ہے اور مجھے ذکر رسول عربیؐ کا ای موقع فراہم کرکے سعادت میں شری کرلیا ہے۔ ان کے کرم کے ساتھ مجھے اس میں حضرت نبی محترم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ بھی آ ہے۔ یہ وہ منزل ہے جہاں:

کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے

میں عام ادبی کتابوں پ مصنف کے سوا کسی او ر کے مقدمہ کا قائل نہیں۔ صرف مجموعہ کو مستثنیٰ قرار دیتا ہوں کہ اس سے ذکر رسولؐ کا سلسلہ پ ی ہے۔

میرا اور راغب صا . کا رشتہ بہت عجیب ہے۔ ہم ای دوسرے کے گھر نہیں

آئے گئے۔ نہ ایک دوسرے کی محفلوں میں شریک ہوئے' جب بھی ان سے ملاقات ہوئی ایسا محسوس ہوا کہ اس شناسائی کا رشتہ کسی اور جہاں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ......جو روحیں اس دنیا میں ایک دوسرے کی دوست ہوتی ہیں' ربّ ذوالجلال انہیں اس خاکدان میں ملا دیتا ہے......سراج الدین ظفر مرحوم اور راغب صاحب سے میرا رشتہ غالبًا اسی نوعیت کا ہے۔

میں نے راغب صاحب کو جب کبھی جامعہ نگر آنے کی زحمت دی تو کسی نعتیہ مشاعرے یا محفل میلاد کے سلسلے میں۔ ایسے ہی کسی موقع پر انہوں نے فرمایا تھا کہ غالب کی زمینوں میں انہوں نے خاصی نعتیں کہی ہیں۔ میں نے اپنی اس تمنا کا اظہار کیا کہ' کاش ایسی نعتوں کی تعداد تریسٹھ (۶۳) ہوجائے اور یہ ایک مجموعہ کی صورت میں شائع ہوجائے۔ حضورؐ کے وجود نے تریسٹھ (۶۳) سال تک اس ارض خاکی کو غیرت دہ فردوسِ جناں بنایا' اور آپؐ کی حیاتِ ارضی کی نسبت سے میں نے تریسٹھ نعتوں کی فرمائش کی ...... وہ نہ جانے کون سی گھڑی تھی کہ میری خواہش اچھوں کی دعا کی طرح مقبول ہوگئی اور راغب صاحب کو ثنائے محمدؐ نے اس دعا کی تکمیل کا وسیلہ بنایا۔

ایک دن راغب صاحب نے فرمایا کہ :۔''مجموعہ نعتِ شہِ ابرار'' تیار ہوگیا ہے۔''

میں نے عرض کیا کہ' کاش آپ صنعت غیر منقوطہ (غیر منقوط الفاظ کے اہتمام کے ساتھ) میں بھی ایک دو رباعیاں اس مجموعے کے چہرے کے طور پر کہہ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاک ناموں میں کوئی نقطہ نہیں ہے۔ یہاں بھی رب ذوالجلال نے اپنے اسم ذاتی اور اپنے رسولؐ کے ناموں میں مطابقت پیدا کردی ہے۔ میری یہ عرض میری زندگی کی سعادت بن گئی' معلوم ہوا کہ راغب صاحب نے دونشستوں میں ساٹھ رباعیاں کہہ لیں' اور اب ان رباعیوں کا مجموعہ بھی انشاء اللہ اس مجموعہ کے بعد شائع ہوگا۔ اس مجموعہ کے آغاز میں ایک ایسی رباعی شامل ہے۔

عَالم کی اساس احمدؐ مرسل ہے
موردِ الہام و وحی کا اکمل ہے
واللہ، عمل دل سے کرے کوئی اَ
ہر مسئلے کا، ورد محمد حَل ہے

حضورؐ کے ․م نے اسم اعظم کی طرح اس صنعت کو معنوی․ کی کلید سے فتح کرلیا ہے۔ شاعر کی کامیابی کی ضما․ صرف یہی ․ت ہے کہ آپ مجموعی طور ․ اس کے شعر کو قبول کریں اور کسی صنعت کی موجودگی کا احساس اس کے بعد ہو۔صنعت مقصود ․ لذات نہیں بن سکتی۔

۳

یہ مجموعہ آپ کے سامنے ہے، منصفی کر․ آپ کا کام ہے۔ ویسے ادبی طور ․ یہ ا․ ․ا کار․مہ ہے کہ غا ․ کی زمینوں کو نعتوں کا لباس مہیا ہوَ․۔

غا ․ کی دلکش غزلوں کو راغب
نعتوں کا لباس دے د․ہے میں نے

یہ ․ت بھی میرے ․․د․ اتفاقی نہیں وہ مردِ آزاد کہ اسد اللہ خاں غا ․ کہلا․ تھا، عاشق رسولؐ بھی تھا اور مرتبہ دان رسا ․ بھی۔ اس عالم اسباب میں رسول، اللہ کی رضا اور منشا کی تکمیل کا وسیلہ ہو․ ہے۔ مجھے تو اردو اور فارسی کی نعتیہ شاعری کے گنجینۂ گوہر میں ایسا موتی نہیں آ․۔

تیر قضا ہرآئینہ از ․کش حق ا ․
لیکن کشودِ آں زِکمانِ محمدؐ ا ․

میں نے راغب صا ․ کی نعتوں کو شعروادب کے ا․ طا ․ علم کی حیثیت ہی سے نہیں ․ھا بلکہ مضامین وعقائ ․ بھی رکھی ہے اور میں پورے یقین سے یہ ․ت

کہہ سکتا ہوں کہ راغب صا . اپنے عقاۂ صحیحہ اور عشق رسولؐ کے سہارے اس پل صراط سے رقصاں وغزل خواں َ ۔ ر گئے۔ عرفی کا یہ تنبّہ ان کے کانوں میں گونجتا رہا۔

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ ا ۔ نہ صحرا
ہشدار کہ رہ . دم تیغ ا ۔ قدم را

راغب صا . کے قدموں کو توحید کی قوت اور ۔ بہٗ عشق رسولؐ نے اس تلوار پ مستقیم اور سلامت رکھا ہے اس ہوشیاری میں بھی سرمستی شامل ہے۔

یہ مختلف کیفیتیں کے سوا اور کس صنف میں یوں جمع ہوسکتی ہیں؟

اس مجموعے پ تفصیل سے لکھنے کو جی چاہتا ہے' صرف چند گھڑیں میرے پ س ہیں کیو راغب صا . ۱۲ ربیع الاول کے موقع پ یہ مجموعہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر۔ چاہتے ہیں اور اب وقت نہیں۔

اس مجموعے کی نعتیہ غزلوں کے اشعار بھی اردو غزلوں کے اشعار کی طرح مفرد حیثیت ر ۔ ہیں لیکن جس طرح ا اچھی غزل اپنی ا فضا ر ۔ ہے وہی فضا ان نعتیہ غزلوں میں بھی موجود ہے۔ آپ اَ کسی .ڑے شاعر کی غزل کے اشعار کی ۔ ۔ . . ل دیں تو غزل کی مجموعی فضا بکھر جائے گی اور اس کی معنو ۔ مجروح ہوگی۔ کچھ ایسی ہی فضا اور کلّی معنو ۔ مجھے اس مجموعے کی نعتیہ غزلوں میں آئی ہے' پہلی ہی غزل کے پہلے تین شعر دیکھئے کہ ا دوسرے سے کس طرح مربوط ہیں۔

مدحتِ خیرا ؐ اعجاز ہے تحری کا
یہ بھی اک ا۔ از ہے قرآن کی تفسیر کا
لکھ رہا ہوں صفحۂ قرطاس پ نعتِ رسولؐ
موج زن ہے ا بحر بیکراں تنو ی کا
اک سراپ نور کی بعثت ہے اے ارضِ حجاز
ذرہ ذرہ طور ساماں ہے جہان پیر کا

بظاہر دوسرے شعر کو پہلا شعر ہون چاہیئے تھا۔(یعنی مطلع کا مفہوم اور مضمون یہ ہوت)لیکن خیرا ؑ کے ذکر سے پہلے اپنااور اپنی تحر ی کا ذکر کیا کوئی مومن شاعر کرسکتا ہے؟

مطلع میں کتاب اور حامل کتاب کا رشتہ کس حسن سے پیش کیا َ ی ہے۔ اس میں حضرت عائشہ صد ؓ کا قول' لباس شعر میں جلوہ فگن آ ت ہے۔کسی نے جناب عائشہؓ سے کہا کہ' ہمیں رسولؐ کی سیرت کی کوئی ب ت بتایئے۔ جواب ' کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟'' گوی قرآن سیرت رسولؐ سے عبارت ہے۔ قرآن کا موضوع ا ن اور ا ن سازی ہے اور نبی کریمؐ کی ذات کریم اس کی عملی مثال ہے۔ اعجاز تحر ی کے ذکر کے بعد شاعر اپنی کاوش کا ذکر کرت ہے اور پھر اس کا پہلا شعر اس دیباچہ وتمہید کے بعد نغمہ میلاد بن کر فضا میں گونج اٹھتا ہے۔

اک سراپ نور کی بعثت ہے اے ارضِ حجاز

اس بعثت کے سلسلے میں طور کے ذکر سے شاعر نے یہ ب ت واضح کردی کہ حضورؐ کی بعثت دعائے خلیل اورنوی مسیحا کے ساتھ ساتھ تمام ان یئےؑ کرام کے مقصد بعثت کے اتمام کا اعلان ہے۔

راغب صا ب کی نعتیہ غزلوں میں ایسی عشقیہ لے ہے جس میں جنید و ب ی ی کی '' گم کردگی'' کا عکس ت ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ مقصد بعثت اور عالم ا پ حضورؐ کے احسا ت کا ذکر کرتے ہوئے اتباع اسوۂ حسنہ کے فیوض و ب کات کو شاعرانہ ز ن میں بیان کرتے ہیں۔ اپنے علم کو ب ے کی ز ن کر ا ی ادبی فتح ہے۔ شای مجھے یوں کہنا چاہیے ئے رب ہے۔

ان نعتیہ غزلوں کے مطالعہ کے دوران کئی شعر غا ب کے شعروں کی ی د دلاتے ہیں اور غا ب کی غزل کو کا لباس دینے کی ب ت لطف دے جاتی ہے۔کئی قافیے' ٹکڑے اور اسالیبِ اظہار' موضوع کے ب لنے سے ا ی نئی فضا تخلیق کرتے ہیں۔

عشق سے طبیعت نے ز کا مزا پیا (غا)

جس کا امتی ہو ز گی کا حاصل ہے

آ کے اس کے قدموں میں ز کا مزا پیا

اور یہ وہ منزل ہے جہاں غا اور راغب کے شعرا اپنے آپ کو ای دوسرے میں گم کردیتے ہیں۔ غا نے ''عشق'' کی اصطلاح استعمال کی اور ''اس کے قدموں پہنچنا'' اس اصطلاح کا مفہوم بن گیا ہے۔ یوں دونوں شعراء ای دوسرے کا ضمیمہ اور تکملہ بن گئے ہیں۔

غا کے ای مصرعے کی تضمین حظہ ہو۔

جو سے محترم بعدِ ا ہے

''ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا''

غا کا یہ شعر بہت خوبصورت ہے لیکن راغب صا کی تضمین پڑھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غا کا دوسرا مصرع سو سال سے زیدہ عرصے سے اس مصرع کا منتظر تھا۔ غا نے وحدت الوجود کی بت کی تھی۔ ذات رب میں فنا ہو کر مقام بقا پہنچنا مقصود حیات ہوسکتا ہے لیکن جہاں ہماری پہچان اور تشخص کا سوال ہے اس کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

غا کے فیض نے راغب صا کی نعتیہ غزلوں میں اپنی راہ آپ بنائی ہے اور بعض نہای بلیغ کیبیں سامنے آتی ہیں۔

آ گئے خلدِ رسا میں سفر ختم ہوا

کشتئ شوق کا لنگر سرِ ساحل ھا

خلد رسا کی کیب میں ہمارا دور اور ہر آنے والا دور سمٹ آی ہے۔ علیم نے حضورؐ کے رے میں کیا اچھا کہا ہے :

وہ آ ی آدمی ا کا

اور اب ا کے اس آ ی آدمی کا عہد ہے جس کا دامن، روز حشر سے بندھا ہوا ہے۔ وہ آ ی آدمی جو زخِ کبریٰ ہے ا ن اور ا کے درمیان ......وہ جو عرش وفرش کے درمیان وسیلہ ہے ۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم ا ن کی تقد ی کا دوسرا م ہے۔ اور ان کا لا ی ہوا دین، تقد ی کائنات ہے۔

وہ اک ا ن تھا، ا ن کی تقد ی بھی تھا
مرسلؐ فرش نشیں، عرش کی توقیر بھی تھا

وہ جو ا ن کی تقد ی ہے، جس کی رسا ت پ ِن وقت ت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے معجزے بھی ماضی کا حصہ نہیں ہو ت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوجاوداں معجزے ہیں۔ قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ......لیکن ار ب کے ذ ی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے معجزات بھی ا ی ت آ ر ہیں۔ مثلاً معراج مصطفویؐ...... نبیؐ کا کوئی معجزہ اور ز گی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوسکتا جس کا رشتہ اور علاقہ عالم ا سے نہ ہو۔ اقبال نے معراج کے اس پہلو کو کتنے ہی مقامات پ نہای ت بلیغ ا از میں پیش کیا ہے۔

سبق ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشری ت کی زد میں ہے ُدوں

راغب صا نے معراج کی حقیقت کو غزل کی ز ن اور استعارے میں پیش کیا ہے وہ ''جنبشِ زنجیرِ در'' جو معراج کی ش پیدا ہوئی تھی، راغب کی یں اسے آج بھی دیکھ رہی ہیں اور کون جانے کہ اسی جنبش کی آواز ان کے نعتیہ اشعار کے آہنگ میں ڈھل گئی ہے۔

ہے وہی جنبش زنجیر در اب ت، کہ جو تھی
ش معراج نبیؐ ختم سفر ہونے ت

غزل کی ایمائیت اور رمزیت کے سہارے راغب نے اپنے بعض اشعار میں کسی مضمون کے کتنے ہی پہلو سمیٹ لئے ہیں۔ ان کے ایسے شعر تو خیال اور زمانے کے آئینہ خانے ہیں۔ ایسے آئینہ خانے جن میں کئی صدیوں کے آ ثر وشواہد کے نور کا انعکاس آ ت ہے۔

روضۂ احمد مرسلؐ پہ آ ت ہے
اس کی رحمت کا ہم آغوش دعا ہوجا

گنبد خضرا کے سائے تلے مجھے اپنی دعا آغوش رحمت ، او ی میں آ ئی تھیں اور میں نے اسی پس منظر میں شعر سمجھا اور بلقیس کو سنا ، بلقیس کہنے لگیں کہ ''مجھے تو اس شعر کے ا ی اور مفہوم نے زیدہ متا ثر کیا ہے' روضہ احمد مرسلؐ تو دعائے ا. اہیمؑ کی قبولیت کی تجسیم ہے۔

راغب صا ب اردو کے کلا ی ادب کے نہای ت اچھے مبصر ہیں۔ غا ب کے ا ثرات کے علاوہ ان کے ہاں بعض اور آوازیں ان کے تخلیقی لہجے میں ڈھل کر ا ی نئے قا ب میں سامنے آئی ہیں، مثلاً۔

چلنا ا ٹ کے فرشِ زمیں پہ نہیں روا
کچھ تو خیالِ خاطرِ ذرات چاہیے

خیالِ خاطرِ ذرات مہذب معاشرے کا ا ی تقاضا ہے' خیالِ خاطرِ ذرات آگاہی کی وہ منزل ہے جو صرف قرآنِ کریم کے وسیلے سے نصیب ہوسکتی ہے۔ قرآن حکیم مظاہر قدرت کے عرفان وشعور کی گواہی دیتا ہے۔ ایسا شعور کہ جس کے تحت پتھر سے چشمے پھوٹتے ہیں اور پتھر خشیت اللہ سے سجدے میں َ پڑتے ہیں۔ اور کنکر دستِ رسولؐ میں آ کر تسبیح خوانی کرتے ہیں۔(دوسری طرف بعض قلوب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پتھر سے بھی سخت)

راغب صا . نے سیرت کے حوالے سے اخلاقی مضامین کو ایسے ہی سلیقے اور غزل کے لہجے میں کئی اور مقامات پ پیش کیا ہے۔ اس تبصرے کے ابتدائی حصے میں راغب صا . کی صحتِ عقیدہ کا میں نے ذکر کیا ہے۔ بلخصوص توحید کے . ب میں وہ بہت غیور ہیں۔ ذرا اس شعر کی کاٹ حظہ ہو۔

مشکل کشا ہے صرف ۰ ا' بندہ ِ ۰ ا
اس کے سِوا کسی سے گلِ مدعا نہ ماَ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کی شاعری کا عام ا۰ از یہی ہے کہ وہ اسلام کی . کات اور عقا ٔ کے فیوض کا رشتہ ذکرِ رسولؐ سے جوڑتے ہیں۔ میں آج بھی اس . ت کا قائل ہوں کہ ہادیِ .حق کا کوئی مداح ان کے پیغام سے سرسری نہیں َ ۰ رسکتا۔ ہاں پیغام کے ساتھ پیغامبر کی ذات وصفات کو مرکزِ خیال بنا۰ لازم ہے۔

راغب صا . کی نعتیہ شاعری میں عالم ا پ حضورؐ کے احسا۰ ت کا ۰۰ کرہ بھی ہے اور اس جمالِ حیات افروز ۰ پہنچنے کی تمنا بھی۔

راغب نے حبِ دیِ ر نبیؐ میں عشق کے کتنے ہی موسم َ ۰ ارے ہیں۔ وصال کے موسم بھی اور ہجر کے موسم بھی ......اور ہر موسم میں ان کی کشتِ حبّ نبیؐ سرسبز رہی ہے۔ ان کی ہی ان کی کشتِ محبت ہے۔

ہر فصل میں ہے کشتِ محبت ہری بھری
ہر موسم دیِ رِ نبیؐ مجھ کو راس ہے

۰ ا اس کشتِ محبت کے ماحصل کو اپنی . رانِ رحمت سے ہمیشہ ۰ و۰ زہ رکھے اور راغب صا . کا ۰ بہ جو الفاظ کی قا . میں ڈھلا ہے، لوگوں کی ز . ن پ کلمہ حق کی طرح جاری ہوجائے۔

(مدحتِ خیرا / راغب مراد آ . دی، ۱۹۷۹ء، ایجوکیشنل پ یس، کراچی)

قصری نے نعتیہ قصیدے کو نقش جلیل بنا دیہ ہے

جناب قصری کا ری سے مجھے ہم وطنی کی نسبت ہے لیکن یہ نسبت مجھے اس سے پہلے ان کے کلام کے ۔رے میں لکھنے پ نہ اُکسا سکی۔ حالا وہ بہت اچھا شعر کہتے ہیں ز۔ن و بیان کا ایسا لحاظ اور احترام ر ۃ ہیں کہ ذوالفقار علی بخاری ان کی بے غبار ز۔ن کے نہایۃ درجہ قائل تھے۔ ان کے قطعات وغزلیات کے مجموعے بھی میں نے نہایۃ شوق سے پڑھے ہیں اور ان کا ۔نکپن' جوان غزلوں میں یل ہے اور ان کی شخصیت کا حصہ ہے۔ مجھے بے حد عزیز ہے کیو غر۔ۃ اور ت کے عالم میں انہوں نے اپنی ذات کی نگہداشۃ کی ہے اور کسی کے کرم کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے ہیں اور آج ان کے نعتیہ کلام پ لکھتے ہوئے فخر محسوس کرۃ ہوں' کیو ان کی شاعری کا تعلق اس ذات َ امی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جس نے وطن 'رَ ' نسبت اور ہر ایسے ہی امتیاز کی جڑ کاٹ دی۔

نورِ ازل میں ۃیسٹھ بندوں کے نعتیہ مسدس کے ساتھ چند نعتیں بھی شامل ہیں۔ ۃسٹھ بندوں کو حضورؐ کی عمرَ امی سے نسبت ہے اور ٠ اکرے اس حیاتِ جاوداں کی روشنی کی چھینٹ اس نعتیہ مسدس پ پڑتی رہے۔

مسدس کی صنف کے امکا٠ت کو ہمارے مرثیہ گو شعراء نے دریفت کیا' حالی نے اس صنف کو ماضی کی ۔زیفت اور حال و مستقبل کی تعمیر کے لئے استعمال کیا۔ نعتیہ شاعری کے لئے بھی بعض شاعروں نے ہمارے دور میں مسدس کی صنف کو اپنایہ ہے لیکن جناب

قصری کا ری نے حضورؐ کے نقشِ کفِ پ کے صدقے قصیدے کو مسدس کی آغوش میں سمو کر اسے ای نقشِ جلیل بنا دی ہے۔اَ چہ یہ حقیقت ہے کہ:

ای بھی حرف نہیں عرصۂ گوئی میں
آپ کی شان کے شاین رسولِؐ عربی

لیکن غلامانِ مصطفیؐ کا عشق لفظوں کو مسخر کردیتا ہے۔ضیا آئینوں میں پڑتی تو نہیں، لیکن ضیائے محمدیؐ لفظوں کو آئینہ بنا دیتی ہے اور ان آئینوں میں انؐ کا عکس زن گی کے نئے مقامات کی راہیں تخلیق کرت ہے۔

نورِ ازل میں لفظ آئینہ صفت بھی ہیں اور غنچوں کی طرح کھلتے آتے ہیں۔ اس مسدس کو پڑھتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ہر معطر ہوَ ی ہے۔ ادبی ت ریخ کے تناظر میں بت کی جائے تو یہ عرض کروں گا کہ اس مسدس کو اس صنفِ سخن کی توان ئی اور امکان ت کی مثال کے طور پ پیش کیا جاسکتا ہے۔

قصری کا ری بشری حدت مرتبہ دانِ محمدؐ ہیں کیو حقیقی معانی میں تو اللہ کے سوا رفعتِ محمدیؐ سے کون واقف ہے؟ غا نے جبھی تو ثنائے خواجہ اسی مرحلے پ آ کر ختم کردی تھی کہ۔

غا ثنائے خواجہ بہ ی داں َ ن اشیتم
کاں ذاتِ پ ک مرتبہ دان محمدؐ ا ت

اور بحمداللہ قصری اس مرتبہ شناسی کو شعر کے قا میں ڈھالنے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ ''نصف النہار'' اور ''آ ثِ رِفکر'' کی منزلوں سے َ ن ر کر نورازل کے دی ر ت آ پہنچے ہیں۔ ان کی یہ راہِ سفر اور یہ سمت سفری ان کی سعادت کی دلیل ہے۔ اس مسدس کے ہر بند کے پہلے چاروں مصرعوں کے قافیے ای ایسا سروش بن جاتے ہیں جو کہیں غلط آہنگ نہیں ہوئے اور ٹیپ کے مصرعے جیسے ای بلندی سے دوسری بلندی ت ہمیں پہنچا

دیتے ہیں۔ یوں ہر بند مقام وذاتِ محمدیؐ کا ای علیحدہ رہ بھی ہے اور یہ سارے بند مل کر ایسی وحدت بن جاتے ہیں جو مقامِ محمدیؐ کا اشاریہ اور را کے امکا ت کا منظر مہ ہے۔

یہ نعتیہ مجموعہ صفحات کے اعتبار سے تو مختصر ہے اس میں نئی قوت ہے کہ ز گی کے کسی معرکہ میں تھک ہار کر آپ اس سے رجوع کریں گے تو ای نئی قوت حاصل ہوگی۔ یہ قوت ذکرِ محمد ﷺ کی دین اور عطیہ ہے۔

اس مسدس کے مصرعوں میں مجھے ی کمان سے چھوڑے ہوئے تیروں کی رفتار اور قوت آتی ہے۔ پھر ذکرِ معراج نے الفاظ کی رفتار میں وہ سر کردی ہے جو کسی دوسری صورت میں ممکن نہیں، قصری صا . دی طور پ غزل کے شاعر ہیں۔ غزل گو کا اصل کمال ارتکاز ہے مجھے یوں محسوس ہو ہے کہ غزل سے حاصل کردہ اس کمال کا مقصد یہی تھا کہ اسے اس مسدس میں صرف کیا جائے۔

وہ لغزشِ آدم کی تلافی کا .. ہیں
گفتار میں آیتِ مقدس کی دمک ہے
کردار میں احکام الٰہی چمک ہے
اطوار میں الطاف وعنای کی جھلک ہے
سرکار میں رحمت کے تقاضوں کی لچک ہے
وہ رحمتِ عالم ہیں کرم عام ہے ان کا
اور خاصہ خاصانِ رسل م ہے ان کا
ہر تلخ کلامی کو تبسم سے سزا دی
شعلوں کو ز نِ گل گلزار سکھادی

اس مسدس کا یہی ا ازہے یہ ای مصرع، ای بند اور ای شعر کسی کاوش ی تلاش

کے بغیر اپنے دعوے کی دلیل کے طور پ پیش کررہا ہوں۔

اطالیہ کی ای نومسلم خاتون (جو حقیقی معنوں میں مومنہ ہیں) اور ای بہت عزی ،زرگ دو ت کی اہلیہ محترمہ راشدہ اکرام صدیقی نے ای دن کہا کہ ''میرا ایمان ہے کہ حضور پ کوئی شخص ای سطر بھی ان کی رضا کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔

اور میں اس مسدس کو حضورؐ کی رضا کا اشارہ سمجھتا ہوں۔ ا کرے کہ یہ مسدس ہمارے دلوں میں عشقِ محمدیؐ کو چمکائے اور قصری صا کی شہرتِ دینوی اور تِ ا وی کا بنے۔

(نورِازل/قصری کا ری، ۱۹۸۰ء، مکتبہ قصری کا ری، کراچی)

جمالِ حرم

کوئی پندرہ بیس دن ہوئے میں ساری رات کا جاگا صبح دم کچھ بیداری اور کچھ خواب کے مرحلوں سے گزر رہا تھا کہ بیوی نے اوپر آ کر کہا "کوئی صاحب آئے ہیں، میں ان سے آپ کی کیفیت بیان نہیں کر سکی، کیونکہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں نسبت خصوصی ہے۔ میں انہیں منع نہیں کر سکی، آپ نیچے جا کر مل لیں۔" میں نیچے آیا تو دیکھا کہ مسرور کیفی صاحب تشریف فرما ہیں۔ یہ بات میں نے انہیں سنائی تو رونے لگے اور ہچکیاں بندھ گئیں اور اس صبح میں نے اس حقیقت کو محسوس ہی نہیں کیا بلکہ آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان کے نعتیہ اشعار، ان کے چہرے کے خد وخال میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نسبت کے نور کی طرح ڈھل گئے ہیں۔

سفرِ حجاز کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ آدمی صرف اپنے ارادے سے وہاں نہیں پہنچ سکتا بلکہ۔

کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہیے

اور یہ اشارہ انہیں کے نصیب میں آتا ہے جو ذکرِ الٰہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ودرود کو اپنا زادِ سفر جانتے ہیں۔ خدا مغفرت کرے عاشقِ رسول ؐ اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے اس کیفیت اور صداقت کو لفظوں کے دامن میں کیسے سمیٹ لیا ہے ۔

بے مایہ سہی لیکن، شاید وہ بلا بھیجیں!
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

مسرور کیفی کی نعتیہ شاعری نغمۂ وصال اور َ یۂ فراق کا عجب مرقع بن گئی ہے۔ وہ .ر .ر بلائے جاتے ہیں' اور ہر .ر نئے روں اور نئے تجربوں سے نوازے جاتے ہیں اورا ءاللہ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔

ہرلحظہ شوق' نئ .قِ تجلی!
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

مسرور کیفی صا . کے پہلے نعتیہ مجموعہ پ اغِ حرا پ چند سطریں لکھتے ہوئے میں نے ان کی شاعری کے جن امکا ت کے مکمل ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا' وہ امکا ت اب بفیضِ عشقِ سرکار مدینہ ؐان کے فتوحات کے دا ٔ ے میں شامل ہیں۔

پ اغِ حرااور ملجاوماوا کے بعد جمالِ حرم صرف ای نئے نعتیہ مجموعہ کا م نہیں بلکہ نئے اور مانوس تجربوں کی ای نئ پ ت اور سطح کا م ہے۔

جمالِ حرم کی کئی نعتوں کے لئے مقبول اور مترنم بحروں اور زمینوں کاانتخاب کیا َ ی ہے۔ یہ ز ای اجتماعی تجربہ کی حیثیت ر ہیں اور ان تجربوں میں مسرور کیفی نے اپنی آواز کو بھی شامل کردی ہے۔ یہ امت' امتی اور رسولؐ (مر ' فرد جما ت) کے تعلق کی ای دستاوی ہے۔

مت پوچھئے کہ کیا ہے سرکارؐ کی گلی میں

یہ اس ا ' از کی نعتوں کی ئندگی کرتی ہے۔ اس مجموعے میں کئی ایسی نعتیں ہیں جن کی بحروں میں رکاوٹ اور روانی بیک وقت موجود ہیں۔ اور ان متضاد کیفیات کو الفاظ نے اور ابھارا ہے۔ یوں اب مسرور کیفی کے ہاتھوں ای آہنگ وجود میں آرہا ہے اوران کی یہ نغمگی مدینہ منورہ کے تجر .ت سے ہم آہنگ ہے۔

آنکھوں میں بسیں دل میں سمائے جا
منظر وہ مدینے کے دکھائے جا
اپنے آقا کے لئے دل میں تڑپ
آ ؤں کی آ میں سوغات ہے

ان دو عمومی نکات کے اظہار کے بعد جی چاہتا ہے کہ اس مجموعے کے چند ایسے شعر آپ کی ٠ مت میں پیش کردوں جن میں گہرا تجربۂ ذاتِ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے آپ کو گم کرنے کی تمنااور کوئی ٠ زک سا مشاہدہ ہو۔ اب تو مسرور کیفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اپنی ز٠ گی کا سائبان بنا یہ ہے اور غمِ زمانہ کی دھوپ اس سائباں سے دور رہتی ہے۔

پ یشاں حال تو دیکھا نہیں اب ت
درِ خیر الوریٰؐ کا کوئی شیدائی

اسمِ احمدؐ کا اے جہاں والو!
سر پہ ر ت ہیں سائباں ہم لوگ

اور اسی حقیقت کے اظہار نے انہیں ا یہ استعارہ کرد یہ ہے۔''٠ م محمدؐ کا شجر''قرآنِ حکیم نے کلمہ طیبہ کے لئے شجر کا استعارہ ہی استعمال کیا ہے۔

سایہ کناں ٠ مِ محمدؐ کا شجر ہو
پھر خوف مجھے ہو نہ کسی ۔ت کا ڈر ہو

اب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسرور کیفی کے شخصی رشتہ میں حضورؐ کی کائنات ساز اور ت ریخ ساز شخصیت کے دوسرے پہلوؤں کا احساس بھی ابھر رہا ہے۔ حضورؐ کی نسبت سے وہ مسلمانوں کو جو ۔تیں ی د دلا رہے ہیں اس میں واعظ کی پیشہ ورانہ سطحیت

نہیں، بلکہ شاعرانہ تجربہ کی سچائی اور روح کی بے تابی شامل ہے۔

ذرے ذرے کو بنایا آفتاب
میرے آقا کی بھلا کیا بات ہے
کو کے مالک کے غلاموں کو خبر دو
کو کے مالک کی غذا نانِ جویں ہے

اب حضورؐ کا اتباع اور ان کی رفاقت مسرور کیفی کی زندگی کا ماحصل اور خلاصہ ہے۔

رنگ چن چن کے راہ بطحا سے
خود بناتے ہیں کہکشاں ہم لوگ
محو خرام کون تھا خوش رنگیوں کے ساتھ
قدموں کے، میرے دل پہ ل رات بھر رہے

''رات بھر رہے'' اس نے مجھے خسروؒ کی مشہور یاد دلا دی۔

محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

اور ''خوش رنگیوں'' کے ٹکڑے میں جہانِ معانی سمٹ آیا ہے۔ قرآن عظیم نے ''صبغۃ اللہ'' (اللہ کے رنگ) کو سب سے اچھا رنگ قرار دیا ہے۔ اللہ کا رنگ اس کے اسمائے حسنیٰ یعنی صفات الٰہی سے عبارت ہے۔ اور ان صفات الٰہی کی جھلک حدِ بشریت میں بدرجۂ کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں موجود ہے، وہ ذات جسے کتاب عظیم نے ''رؤف رحیم'' قرار دیا ہے۔

مسرور نے کہا ہے۔

آجاتی ہے مسرور دور سے مجھ کو
خاکِ درِ سرکارؐ کی حامل جو جبیں ہے

اور ہم جیسے کم وں کو بھی جبین مسرور پہ خاکِ درِ سرکارؐ کے ذروں کی چمک

آ جاتی ہے۔ ان کی نعتوں میں بھی یہی چمک ہے۔ اس ۔ر وہ جمالِ حرم کا تحفہ لئے درِ سرکارؐ ۔پ حاضری دینے جارہے ہیں۔ کاش وہاں اس فقیر اور اس کے خا۔ ان والوں کی ۔ید ان کے دل میں رہے۔ اور ہمارے حق میں کلماتِ دعا ادا کئے جا ۔

(جمالِ حرم/ مسرور کیفی، جون ۱۹۸۱ء، ادارۂ فروغِ ادب، کراچی)

ثنائے حبیب

مدتوں پہلے پیامی صا . سے قاتیں ہوتی تھیں لیکن فون پ گفتگو کے دوران میں انہیں ی د کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اب جو وہ قات کے لئے تشریف لائے تو ماضی کے وہ لمحے ذہن میں جاگ اٹھے‘ لیکن ای اعتبار سے یہ قات پہلی قات ہے۔ مجھے ان کی گوئی کا علم نہ تھا۔ تعارف کا یہ عنوان خود ہی ای سعادت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کا تعلق کثیر الجہتی ہے اور طرح طرح سے اس کا اظہار ہوت ہے۔ کبھی خاموشی کے ذریعے‘ کبھی َ یۂ گلوگیر کے ذریعے‘ کبھی حرف وآواز کے ذریعے...... یوں بعض اظہار شخصی اور ذاتی ہوتے ہیں اور بعض اظہار ایسے کہ دوسرے بھی شریکِ تجربہ ہوجاتے ہیں۔ گوئی بھی ایسا ہی اظہار ہے۔

میں نے پیامی صا . کی چند نعتیں پ ڑھیں۔ ان میں ہر لفظ کے پیچھے شوق وذوق کی ای د ہے‘ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دی ار کی تمنا ہے اور اظہار میں حددرجہ احتیاط ہے۔ اس احتیاط کا . . پیامی صا . کے ہم وطن شاعر اور . ی اردو غزل کے ای ستون حضرت جگر مرادآ . دی اپنے اس ز ہ مصرعے میں بیان کرچکے ہیں۔

ٔ زک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ

جناب پیامی کی نعتوں میں مرتبہ نبی اکرم واعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک وعرفان پوری طرح موجود ہے۔

کیا اپنے ذکر کے ساتھ ہی جو نبیؐ کے ذکر کو سربلند
یہ ٔ ا کی ان پہ نوازشیں‘ یہ ٔ ا کا لطفِ تمام ہے

جناب پیامی کی نعتیں ان کے دل کی دھڑکنوں سے عبارت ہیں، لیکن حضورؐ کا ذکرتو ذہن میں بھی نئے دریچے کھولتا ہے اس لئے ان نعتوں میں فکری پہلو بھی موجود ہے۔

حق بیاں، حق ، حق نگر آپؐ ہیں
ہرزماں کے لئے راہ . آپؐ ہیں

ای پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ ختم المرسلین سے قر. - آدمی کو خوف و ن پ غا . کردیتی ہے۔ اس ذات کا پتو ہماری سیرت کو . ل دیتا ہے۔جبھی تو فرمای ی ہے۔

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ''

سرکارؐ سے نسبت ہے مجھ سے نہ آنکھیں
اے دشِ دوراں تو مجھ کو نہ دکھا آنکھیں

اور اسی عشق کے تقاضے کے تحت پیامی صا . اپنی نعتیں ای کتابچہ کی صورت میں شائع کررہے ہیں۔ انہیں تو اتنی - خیر گوارا نہیں کہ نعتوں کی تعداد میں اضافہ کرکے کوئی ضخیم نعتیہ مجموعہ شائع کریں۔ ۰ اانہیں اتنی عمر اور موقع دے کہ ان کا ای ڑا نعتیہ مجموعہ شائع ہوسکے، اور اس مختصر مجموعے کو . رگاہِ رب العزت اور درگاہِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرفِ قبول حاصل ہو۔

(ثنائے حبیبؐ/ پیامی مراد آ. دی، ۱۹۸۳ء، مشہور آ پلیس، کراچی)

پہلی کرن آ ی روشنی

اعجاز مصطفیٰ کی تقری. کتاب ئی کے سلسلہ میں مجھے بھی اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ کے کسی مجموعہ کی تقری. میں شر ہی سعادت ہے اور کچھ کہنے کے موقع کا حصول لطیفۂ غیبی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ز گی کے ہر .ب میں میری حیثیت سے کہیں .ڑھ کر نوازا ہے لیکن اس کی نوازشوں میں . سے .ڑی نوازش یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے مواقع میری ز.ن اور قلم کے لئے جیسے اشے جاتے ہیں۔

اعجاز رحمانی صا . سے میرا تعارف اعجاز مصطفیٰ کے حوالے سے ہوااور میرا ان کا رشتہ ان کے اس شعر کی :ید پ استوار ہے۔

میری ت کو ہے نسبت ای ایسے شخص سے
جس کے دامانِ تہی میں دو ت کو ہے

کا یہ انتہائی خوبصورت اور موثر شعر، ای عجب لسانی تجربہ ہے ''شخص، دامانِ تہی'' بھلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ امی سے ان لفظوں کو کیا نسبت، لیکن ''ای ایسے'' اور ''دولتِ کو '' کی پیو کاری نے ای اور .لکل مختلف لسانی سیاق وسباق تخلیق کردی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فقرِ رسولؐ دامانِ تہی کی جگہ اس کائنات کے واسطے دامان رحمت بن جا ہے۔ ز.ن کی یہ تسخیر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی مرہونِ منت ہے۔

اعجاز مصطفیٰ کی نعتوں میں اردو گوئی کی روایت کے التزام کے ساتھ ساتھ

ای بے قرار روح کی تڑپ اور بے چینی کا عکس بھی آتا ہے۔ ای طرف تو دامانِ رسولؐ کی خوشبو ہرغم سے فراغ کی ضمانت ہے اور دوسری طرف عہد حاضر کی زندگی کے تضادات اور آج کے انسان کا المیۂ اس مثالی انسان کے کردار وحیات سے رجوع کی دعوت ہے اعجاز رحمانی کی یہ آرزومندی ان کے مومن قلب کا اشاریہ ہے کہ وہ اپنے عہد کو تعلیمات محمدیؐ کے قالب میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی آرزو مندی نے انہیں ۱۹۷۷ء میں م مصطفیٰ کی تحری کا مغنی بنا دیا تھا۔ اس دورِ استبداد وآزمائش میں انہوں نے اپنی، شعلہ نوائی سے ہرنقشِ باطل کو جلانے کی کوشش کی۔ یہ وہ دور تھا کہ میر صاحب کے لفظوں میں۔

اب روشنی ہوتی ہے کہ گھر جلتا ہے دیکھیں

شعلہ سا طوافِ درودیوار کرے ہے

یہ معرکۂ حق وباطل یا معرکۂ روح وبدن آج بھی جاری ہے۔ اس معرکہ کو دیکھ کر ہمارے لبوں پر مایوسی کے عالم میں یہ لے ابھرنے لگتی ہے کہ

قافلہ حجاز میں ای حسینؓ بھی نہیں

لیکن شاید ہمارے معیار اور پیمانے فتح وشکست کو اہمیت دیتے ہیں کیو قافلہ حجاز اب ایسا بے نوا بھی نہیں کہ اس میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے م کی خاطر دن کٹوانے والے نہ ہوں۔

شہ بطحاؐ کا پیروکار ہوں میں

بائی کے لئے تلوار ہوں میں

بہت مضبوط ہے ایمان میرا

مقابل کفر کے دیوار ہوں میں

جن کو نسبت حضورؐ سے ہوگی
وہ زمیں پہ بھی آسماں ہوں گے

جتنے بھی ہیں ''ازم'' جہاں کے ان کو کام کرو
دل میں اَ ہے حبِ محمدؐ درسِ محمدؐ عام کرو

م اسلام کا رائج کرو اعجاز د میں
اسی میں راز پوشیدہ ہے ا نوں کی عظمت کا

اردو میں گوئی حالی سے پہلے دی طور پہ اپنے ذاتی بۂ محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور ب وسرور کی ای دستاویز تھی۔ حالی نے اجتماعی زگی سے اس کا پیوز لگای۔ یہ وہ دور تھا . . صغیر کے مسلمان زوال اور غلامی کے ای نئے دور سے ر رہے تھے اس دور میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ہر م کے لئے مشہور اور محسوس علامتوں اور مر وں کی کسی حد ضرورت ہوتی ہے۔ خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ ایسی ہی علامتیں بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیثیت ابھر کر نئے ا از سے سامنے آئی کہ وہ مے خانہ ملت کے ساقی ہیں۔ وہ مسلم اول بھی ہیں اور مسلمانوں کو ملت بنانے والے بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ری کے قیام کے ذریعے ہمیں یہ بتای کہ اسلام پہ ا ادی طور پہ عمل' پوری طرح ممکن ہی نہیں اور مدینہ کی ری ' بعد کی مسلمان نسلوں کے لئے وہ فردوسِ گم گشتہ بن گئی جو ہمارے خونِ جگر میں ہمیشہ پنہاں رہی اور ۱۹۴۷ء میں پکستان کی صورت میں د کے نقشہ پہ ابھری ہماری منافقت نے اللہ کے اس ا م کے خال کس طرح . لے اسے ہم سے بہتر اور کون جا ہے۔ وہ کلمہ طیبہ جس کی جڑیں قلب مومن میں ہوتی ہیں' اور شاخیں عرشِ الٰہی پہنچتی ہیں' ہماری . اعمالیوں سے مرجھاَ ی اور کشتِ دل میں زقوم کے پودے ہی پودے اگ

آئے۔ اعجاز رحمانی ایسی صورتِ حال کا شاعر ہے اور اس نے اسمِ محمدﷺ کو اسمِ اعظم بنا کر' اور اپنے آ وَں کو لفظوں کا پیکر دے کر انہیں زقوم کے پودوں کو جڑ سے کھودنے کو گوئی کا ا روپ سمجھا ہے۔ بعض صاحبان کو گوئی کی روایت اور اردو ز ن کے پیش ''ازم'' اور ایسے ہی دوسرے بعض نئی اصطلاحوں کے استعمال پ اعتراض ہوا ہے۔ ت یہ ہے کہ ز ن بھی ہماری طرح ا میاتی وجود ر ہے۔ یہ لتی ہے' پھیلتی ہے' اور توسیع کو بگاڑ کا عمل قرار دینے والے اپنی رائے کو ز ن کے مزاج اور ریخ پ فوقیت دیتے ہیں جو در نہیں ہے۔

پہلی کرن' آ ی روشنی' اعجاز رحمانی کے اسی دورِ جہاد کی نعتوں کا مجموعہ ہے اس مجموعہ کے شاعر کے رے میں چند اشارات اس تحر کے آغاز میں کر چکا ہوں۔ م اسلام کی وجہد میں حصہ والا یہ شاعر مزدور بھی ہے (ہمارے عہد میں اب مزدوروں کو کامگار اور محنت کش کہا جانے لگا ہے۔ یہ بھی احساسِ کمتری کا ا لسانی اظہار ہے۔ آدمی اپنے آپ کو حقیر سمجھے تو اس کی شنا کے جو الفاظ استعمال ہوں گے۔ وہ سبھی حقیر ہوجا گے) اور اس نے محنت کی عظمت سیدا ر کے توسط سے رسائی حاصل کی ہے۔

آج آپؐ کے پسینے سے
جل رہا ہے پ اغ محنت کا

یہ اعجاز رحمانی کی شخصیت کا ا پہلو ہے' اسی پہلو کا تقاضا یہ تھا کہ وہ معاشرہ کی اصلاح کو عملی طور پ اپنا ' بلدیہ کراچی کی کونسلری ان کے لئے اس سے ز دہ کچھ اور نہیں۔

اس بہ نبی اور تقلیدِ سنتِ ی کے ساتھ ساتھ اعجاز رحمانی کو ائے محمد نے وہ شعور نغمہ اور آہنگ کیا ہے جو ان کی نعتوں میں ہر جگہ سنائی دیتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ اردو گوئی کی روا ان کے سامنے ہے۔ سے ڑی ت یہ کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذاتی تعلق ایسا واضح ہے کہ اسے محبت کی اعلیٰ ترین اور ارفع ترین سطح کہہ لیجئے۔ ان کا ذوقِ عمل اور شعور نغمہ اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ محبت(ح۔ب۔ب) کے معانی میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے۔ اس کے معانی ہیں سفیدی، صفائی، بلندی، کسی چیز کو مضبوط پکڑنا،اور عملاً اتباع کرنے کے لئے ہیں۔ اس کے معنوں میں حفاظت بھی شامل ہے۔ الماء مشک یا مٹکے کو کہتے ہیں کیو اس میں پانی کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور محبت،اپنی ضرورتوں کی نکاس کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور اپنی ذات کی تکمیل کے لئے بھی۔ نبی، ای بلندمعنوی حقیقت ہے۔ یہ وہ محبت ہے جونور مجسم کی نسبت سے سفیدی وصفائی کی علامت ہے بلندی وآغوش ہے اور ہماری ذات کی تکمیل کرتی ہے۔ یہی محبت اعجاز رحمانی کی نعتوں میں سرور قلب اور نغمہ روح بن کر ابھری ہے۔ آج گوئی پر جیسی توجہ دی جارہی ہے،غالبًا ہماری ادبی تاریخ کے کسی دور میں نہیں دی گئی۔ اس کا یہی ہے کہ ہم اپنے و یان و یان دلوں کو اس و یانے اور ظلمت کدے میں لے کر روشنی،خوشبو اور سرسبزی کی تلاش میں نکلے تو دیر رسا ت پہنچ گئے، لیکن آج کے بہت سے گوشعرا کے ہاں دل اور ذہن کی یہ ہم آہنگی نہیں ملتی۔ کے میدان میں مضمون آفرینی سے کام نہیں بنتا اس کے لئے دل اور اس کے مطالبوں کو غلامی رسول میں دینا پڑتا ہے اور پھر آگاہی کی اس منزل تک پہنچنے کی وجہد کرنی ہوتی ہے جس پر پہنچ کر منصبِ رسالت کے مفاہیم دل و کی متاع بن جا ۔

ثنائے شفیعِ امم لکھ رہا ہوں
میں تاریخِ لوح و قلم لکھ رہا ہوں
میں جتنا بھی لکھتا ہوں شانِ نبی میں
یہ محسوس ہوتا ہے کم لکھ رہا ہوں

۰ ا میرا روئے سخن جا ہے

کسے محتشمؐ محترم لکھ رہا ہوں

ۃ ریخِ لوح وقلم، ذکرِ محمدؐ ہی سے عبارت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ۔ڑے عظیم ا۔ی مبعوث ہوئے۔ ان میں حضرت ا۔ اہیم علیہ السلام بھی تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ہمارے درود میں ان کے ۔ ا مجد کی حیثیت سے شامل ہیں۔ وہ ا۔ اہیم جنہیں قرآن حکیم نے ”   “ قرار د۔ ہے لیکن یہ سارے جلیل القدر نبی، حضور ختم المرۃ۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی ت کے طا ٔ اِن پیش رس تھے۔ اور اب ان ۔ کی تیں ۃ یوم الدین تِ محمدیؐ میں گم ہوگئیں۔ پھر اس حقیقت کو بھی میں ر ٔ کہ جو اس مجموعہ کے ۔م سے آشکار ہے۔ پہلی کرن آ ۔ی روشنی، اور پھر یہ حقیقت کہ قرآن حکیم لوحِ محفوظ ۔ ثبت کرد۔ ٔ۔ اور ذکر محمد، کلام اللہ کا عنوانِ جلی ہے ۔ یہی ۔ت ا۔ دوسرے رخ سے اعجاز رحمانی نے یوں کہی ہے۔

کتنی صدیوں سے تھا انتظار آپؐ کا

اس زمانے کو کتنے زمانے لگے

پہلی کرن آ ۔ی روشنی، نعتوں کا ا۔ مجموعہ ہے جس کو بے ساختہ طیف نور(Spectrum) کہنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ رنگوں کا ا۔ دا ٔ ہ ۔ قوسِ قزح ہے آپ اس مجموعہ کا مطالعہ کرکے اسی نتیجے ۔ پہنچیں گے۔ میں حصولِ سعادت کے لئے چند مز۔ اشارات پیش کرۃ ہوں۔

اس مجموعہ کی نعتوں کے لئے غزل کی ہیئت چنی گئی ہے۔ ا۔ مختصر قصیدہ ضرور شامل ہے ادنیٰ اختلاف کے ساتھ غزل اور قصیدہ کی ہیئت اور پیکر میں فرق نہیں۔

غزل کے فارم کے انتخاب کے ۔وجود آپ یقیناً محسوس فرما گے کہ کئی نعتیں تسلسل رۃ ہیں ان میں غزل مسلسل کی تکنیک سے کام لیا ٔ۔ ہے۔

(۱)۔ یہ کس کا در ہے، یہ کس کی گلی ہے

(۲)۔ ۔ بلاتے ہیں شاہِ امم دیکھئے

(۳)۔ابتدا سے چلتے چلتے انتہا ۔ آ گئے

انہوں نے اردو غزل کی ای روای ۔ کو شعوری طور پ ۔ ہے کس طرح ان کی نعتوں میں بعض مشہور شعروں کی صدائے ۔ زگشت، نئ بلندیوں پ گونجتی آتی ہے۔ اس شعر کو ۔ ڑی مقبولیت حاصل رہی ہے۔

حسن اس شان سے چلتا ہے ۔ ا ہو جیسے

ز ی پ چا ستاروں کی ردا ہو جیسے

یہ خیال اعجاز رحمانی کے نعتیہ شعروں میں نئے ا از سے اپنے آپ کو دہرا ۔ ہے لیکن حسن کا یہ مرتبہ، محمدؐ کے غلاموں کا مرتبہ بن جا ۔ ہے۔

اس وقت بھی ہو ں پہ محمدؐ کی ثنا ہو

۔ زیرِ قدم چا ستاروں کی ردا ہو

مانگتا ہوں میں خاکِ درِ مصطفیٰ

چا ۔ روں کی کس کو ردا چاہئے

غزل کی کئ اور علامتیں اور روایتی تصور، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے، ای نئ بلندی کے حامل بن گئے ہیں۔ مثلاً پھولوں کا تبسم، زخم، چاک ۔ یبانی ای روایتی تصور ہے، لیکن یہ شعر ای تصور اور خیال بن کر ابھرا ہے۔

حضورؐ آ تو ۔ زخم مندمل ہوجا

یہ پھول ۔ سے تبسم کا ۔ ر اٹھائے ہیں۔

چند ایسے اشعار آپ کی ۔ مت میں پیش کر ۔ ہوں جن میں غزل کی علامتیں نئے سیاق وسباق کا آئینہ بن گئی ہیں۔

ہو ل پہ ہے میرے شبِ اسری کی حکای۔
کچھ دی کو اے َ دشِ ایم ٹھہر بھی
چمن میں آمد خیر الوریٰؐ کی . . خبر پ ئی
پئے تعظیم خوشبو پھول سے . ہر نکل آئی
آئینہ خانے کی حد میں کس نے رکھا ہے قدم
جل اٹھے ہیں آئینہ خانے میں حیرت کے پ اغ

پہلی کرن آ ٰ ی روشنی'اس کا ذکر ہے جس کی ز ٰ گی کے ہر لمحے میں حسن لامحدود کی صفات اس آ ئینہ خانہ زمان ومکان کی حدود میں ابھر کر سامنے آ ۔ صفاتِ الٰہیہ کی جھلک حضورؐ کی ز ٰ گی میں بحدِ بشری۔ انتہائی مکمل شکل میں آتی ہے۔ حضورؐ اخلاقِ الٰہی کا مظہر ہیں اور یہی . سے اچھارَ ہے جس میں ہمیں اپنے آپ کو رنگنا ہے کیو یہی ہماری معراج ہے۔ جنہوں نے اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا وہ ۔ ریخِ ا نی کے سمت بن گئے۔

اسؐ کی راہ پہ چلنے والے سورج بن کر ابھرے ہیں
سنگ زنوں کو جس کی سیرت آئینہ کردار کرے

اور یہی وہ راستہ ہے جو ہمارے مستقبل کی تعمیر کرسکتا ہے۔

(پہلی کرن آ ٰ ی روشنی/ اعجاز رحمانی،۱۹۸۲ء، عالمگیر پبلیکیشنز، کراچی)

سرکارؐ کی چاہت والا

سرسید کی ریش دراز کی سپیدی کا ذکر کرتے ہوئے مولا۔ شبلی نے کہا۔

چھٹکی ہوئی چا۔ نی سحر کی

اور میں سحر کی یہ چھٹکی ہوئی چا۔ نی َ۔شتہ تیس سال سے اپنے ا۔ محترم دو۔ اور پیار کرنے والے بھائی کے چہرے ۔ دیکھ رہاہوں اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ یہ آدمی ا۔ طفیلی سیارہ ہے۔ چہرے کے ۔ وخال میں کھلنے والی یہ چا۔ نی تو اس ۔ت کا اعلانِ جلی ہے کہ

۔ڑا رتبہ ہے عشاقِ نبیؐ کا

اس آدمی نے حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مزار ۔ حاضری دی تو صاحبِ مزار نے ان الفاظ میں اس کا استقبال کیا:

السلام علیک ابنِ رسول اللہ

یہ آواز اس آدمی کے کانوں کے ذریعے اس کے وجود کی گہرائیوں میں داخل ہوئی اور آواز ۔زگشت بن کر یوں بکھری اور ۔سی کہ آج ۔ وادی ذات میں گونج رہی ہے۔ اس آدمی کو لوگ َ اں گوش سمجھتے ہیں، حالا ۔ت یہ ہے کہ اَ کسی مجمع میں کچھ لوگ ا۔ دوسرے سے ۔توں میں گم ہوں تو یہ سن نہیں ۔ لیکن اَ کوئی شخص اس سے مخاطب ہو کر صرف اس سے ۔ت کرے تو ہلکی سی آواز کو بھی اس کی سما۔ اپنی َ فت میں لے لیتی ہے۔ یہ ۔ت میں نے اس لئے آپ سے کہی کہ آپ حواریٔ رسول کے التفاتِ شخصی اور

خطابِ خاص کی کہانی سے آشنا ہوسکیں۔

اس آدمی کو مدتوں یہ خیال ستا‌‌ رہا کہ کہیں یہ ما. ا اور تجربہ کوئی وسوسہ تو نہیں ہے اور پھر یہ اس دیر میں پہنچا کہ جہاں وقت اور شیطان دونوں شہر کی فصیل سے .ہر یہ کناں رہتے ہیں۔ وہ شہر جس کی گلیاں ۔ ا آشنا ہیں۔ حرمِ مصطفیٰؐ میں روضۃ من ریض الجنۃ میں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے آنکھوں پ نیند ۔زل ہوئی۔ وہ نیند جو ''سکینہ'' ہے اور پھر اس آدمی نے دیکھا کہ سرکارؐ، شیخینؓ کی معیت میں حجرہ مبارک سے .ہر تشریف لے آئے ہیں اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ اور حضرت .غ اجمیریؒ بھی ریض الجنتہ کی طرف کھلنے والے دروازہ سے داخل ہوئے۔ سرورِ کائناتؐ سے مواجہ شریف کی جالی کے ا۔ رہی قدرے ۂنی سمت ز کی امامت فرمائی اوراس آدمی نے دوسری صف میں حضرت شیخ جیلانیؒ کے پیچھے کھڑے ہو کر ہادی .حقؐ کی امامت میں ز ادا کی۔ آ کھلی تو روضۃ الجنۃ میں بیٹھے ہوئے اس آدمی کے ہاتھوں میں قرآن حکیم کا نسخہ تھا اور قرآنِ ۔طق کا روضہ سامنے تھا۔ سرکارؐ جس خواب میں آ وہ خواب بیداریوں کی بیداری ہو ہے۔ وسواس وظن وگمان سے .لا اور اس .ت کو سمجھنا اوراس کی صداقت پ ایمان لا۔ میرے لئے مشکل نہیں ہے۔ میں جا ہوں کہ:

غلامانِ محمد کی .ڑی توقیر ہے لوگو!

اور

میں بھی منجملہ ار.بِ حضوری ہوں جمیل

چودہ صدیوں میں ہم اتنے .ل گئے ہیں کہ اَ قرنِ اول کے مسلمان اس عہد میں آ جا تو وہ ہمیں بے دین سمجھیں اور ہم انہیں مجنون قرار دیں۔(معاذ اللہ) لیکن ہمارے اور ان کے درمیان اَ کوئی قدر مشترک نکلے گی تو وہ حضورؐ کی محبت ہوگی۔ ''محمدؐ'' یہ ۔م چودہ سو سال کی مدت اور عہدِ حاضر کے درمیان ای پل کی حیثیت ر ہے۔ مسجدِ ی میں

اپنے اولین ۔ ۔ ٰ ات کو میں نے لفظوں کی َ فت میں ۔ ٰ کی کوشش کی تھی۔ اس سعی رائیگاں کو کرتہ ہوں۔

''اپنے آپ کو مسجد ی کے رو. و ۔۔۔اب میں آ ٰ ٰ کے سامنے کھڑا تھا اور اس آ ٰ ٰ میں میرے مقابل تمام داغِ عیوب . ہنگی تھے۔ اپنی ز ٰ گی کی ہر شکن میرے سامنے تھی۔ میری نگاہیں جھک گئیں' ہمت کر کے پھر نگاہیں آ ٰ ٰ کی سمت اٹھا ' اس آ ٰ ٰ میں میرے سارے داغ موجود تھے اور ان داغوں کے درمیان میرا دل تھا۔ سیاہ......ہوسِ لالہ رُخاں سے داغ داغ...... ان داغوں کے درمیان ا یک روشن نقطہ تھا' دیکھتے دیکھتے یہ نقطہ .ڑھتا َ ۔۔ روشن تہ ہوتہ َ ۔۔' داغ مدھم پڑ گئے اور مجھے خود بخود معلوم ہو َ ۔ کہ یہ عشق محمدیؐ کا وہ نقش تھا جو ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی موجود تھا' اور جسے مسجدِ ی کے آ ٰ ٰ نے مہر صفت بنادیا اور آ ٰ ٰ نے مہر صفت دل بلکہ مہر درخشاں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔''

کہنا یہ مقصود تھا کہ سرکارؐ سے چاہت والے تو ہم . ہیں جمیل ی سرکارؐ کی چاہت والے ہیں۔ انہیں سرکار کی محبت ہوگئی ہے اور ان کی گوئی ان کی حضوری کی داستان ہے۔

......۲......

ہمارے دور میں خارجی کائنات میں تغیر و تبدل اور ا ن کے ہاتھوں تسخیرِ فطرت کا عمل اتنا تیز ہو َ ۔ ہے کہ د ا یک ایسا آتش فشاں بن گئی ہے جس کا لاوا کسی بھی لمحے جھلس سکتا ہے۔ جلا سکتا ہے' دوسری طرف آدمی ا ٰ ر سے ٹوٹ پھوٹ رہا ہے' اس صورت حال میں . . :

نے ہاتھ . گ پ ہے نہ پ ہے رکاب میں

ا ن اپنی شیرازہ بندی کے لئے مختلف موں کا رخ کرتہ ہے' لیکن اپنے اس

سفر کے تھکا دینے والے مرحلوں کے بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ سرابوں کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

ان مموں کے اور تمامی کا ایذی دی . . یہ ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسی شخصیت اور ذات وابستہ نہیں جو ای طرف حیات اجتماعیہ کی تعمیر و تشکیل کے سلسلہ میں رہنما بن سکے اور دوسری طرف ہم پر ہماری ذات کی راہوں کو کھول دے۔ کوئی شخص کتنا ہی تجریدی ذہن کیوں نہ رکھتا ہو، یہ ممکن ہی نہیں کہ اپنے تصورات کو کسی پیکر میں نہ دیکھنا چاہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو یہی امتیاز حاصل ہے۔ یہاں ای م سمٹ کر ای ذات بن جاتی ہے اور ای ذات پھیل کر ای م کی صورت میں ڈھل جاتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے اقبال نے ای مصرع میں بیان کیا اور ہم نے اس تناظر میں پوری طرح نہیں سمجھا۔

بہ مصطفیٰ . ساں خویش را کہ دیں ہمہ او ت

ہمیں اقوامِ غرب نے . . ''محمڈن'' کہا تو ہم نے اسے قبول نہیں کیا۔ مسئلہ اس لفظ کا نہیں تھا بلکہ اس نقطہ کا تھا جس کے تحت ہمیں محمڈن کہا گیا۔ اس لفظ کے خلاف ردعمل کا دور ختم ہوا تو اب یہ بات سامنے آئی کہ مسلم ہمارا نام ہے اور مصطفوی ہماری صفت ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اسی مرکزیت نے انہیں ہماری شناخت بنادیا اور ان سے ہر مسلمان کا ایسا شخصی اور ذاتی تعلق پیدا کر دیا جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ حضور ای زندہ حقیقت اور وجود کی طرح ہم میں سے ہر ای کے دل میں دھڑک رہے ہیں۔ اس کا ای ثبوت ''یا محمدؐ'' اور ''یا رسول اللہؐ'' کا وہ نعرہ مستانہ ہے جو ہجومِ مصائب میں ہماری روح بلند کرتی ہے اور ہر حلقۂ ستم کو توڑ دیتی ہے۔

ہمارے عہد میں گوئی کو نئی سمتیں اور نئی گہرائی حاصل ہوئی ہے۔ بزرگوں

کا احترام سرآنکھوں پ شہیدی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی کے علاوہ مشکل ہی سے ایسے شاعر ماضی میں آ گے جن کے ہاں رسم سے آگے کی چیز ہو۔ ہاں . . مصائ . وآلام اور رنج ومحن کا سورج ہماری ز گی کے مطلع پ ابھرا تو ہمیں ای سائبان کی ضرورت پ ی اور ذات محمدیؐ یہ سائبان بن گئی۔ یہ دور حالی سے شروع ہو ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے

امت پہ ی آکے عجب وقت پ ا ہے

اس گوئی کا ارتقاء میرا موضوع نہیں۔لیکن اردو گوئی کے سفر کی چند منزلوں کی طرف اشارہ کیے بغیر ہم آج کے گو اور گوئی کے ساتھ ا ف نہیں کر ۔

اقبال کے اردو کلام میں رسمی اور اصطلاحی معانی میں کوئی موجود نہیں لیکن اقبال ہر شے کو حضورؐ کے حوالے سے اور حضورؐ کو ہر شے کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ یہ مر دا ہ دین صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے گا۔دوہرا سفر ہے۔مولا محمد علی، ظفر علی خان، حسرت موہانی ، اصغر گو وی، جگر مراد آ دی اور ان کے دوسرے اہم ہم عصروں کے ہاں گوئی رسم نہ رہی۔ وارداتِ شخصی اور استغاثہ ملّی بن گئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ ے گہرے اور لطیف نکات ان شعراء کی فت میں آ گئے۔ یہ ایسی ہے کہ ربِ جلیل نے فقیہ شہر کو اس سے محروم رکھا۔ مثال کے طور پ بلاتبصرہ اصغر کا یہ شعر حظہ ہو۔

فروغِ حسن سے تیرے چمک گئی ہر شے

ادا و رسمِ بلالی و طرز بو لہبی

قیام پ کستان کی صورت میں اللہ رب العزت نے ہمیں یہ موقع کیا کہ ہم اپنی ریخ کے کھوئے ہوئے تسلسل کو پ لیں لیکن ہوا یوں کہ اسلام کو ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بہت سے موں میں تقسیم کر دی۔ نتیجہ معلوم، اسلام، اسلامی یہ بن ۔ احیائے دین کا بہ تحریکِ اسلامی کے م سے موسوم ہوا۔ شوریٰ کو اسلامی جمہوری کا م دی

َ ی ۔ مجھے غلط نہ سمجھئے میں اسلام کو اپنی اجتماعی ز ٔ گی کی صورت اوراسلام کو ملّت کا مقدر جا ہوں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ حضورؐ سے بچھڑ کر ہم مغربی اصطلاحوں اور طریق کار کے اسیر بن گئے۔

اب صورتِ حال . ل چکی ہے۔ اب ہمارے ذہن اوردل کا رخ سمتِ کعبہ اورسمت مدینہ ہے۔فکر کی تبد سے ز ی دہ اہم . ت ہمارے . ٔ بہ کی ''قبلہ مدینہ سمتی'' اور . ٔ بہ وفکر کا امتزاج ہے۔ اب ذاتِ رسا ت ؐ ہمارا حوالہ بن گئی ہے۔موجودہ دور میں جو نعتیہ شاعری تخلیق ہورہی ہے' وہ ماضی کی نعتیہ شاعری سے مختلف' ز ی دہ سچی اور گہری ہے۔ اتنے نعتیہ مجموعے پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے۔ ان نعتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا ادراک ہے' بہت سے شعراء کے ہاں ایسا محسوس ہوت ہے کہ انہوں نے ذاتِ رسا ت مآب کو بھی حصوں میں تقسیم کرکے ای حصے کو اپنالیا ہے۔ سرورعالمؐ کی ذات کی عظمت کا پورا احاطہ وادراک ممکن نہ سہی لیکن اس کی سعی وکاوش کرنے والے شعراء میں عبدالعزی ٔ خالد اور چند دوسرے شعراء کے بعد اب جمیل ی اپنے اس مجموعے کی اشا ت کے بعد امتیازی طور پ شامل ہوجا گے۔

اس نقطہ کی قدرے وضا ت ضروری ہے۔ سرکارِ دوعالمؐ کے پیغام اور ا پ احسا ٔ ت کاادراک ہمارے اس دور میں غیرمسلموں کے لئے بھی آسان ہو َی ہے۔ یہ َ دشِ ماہ وسال کا کرشمہ ہے جس نے اسمِ محمدؐ اور کارِ محمدؐ کو چمکا دی ہے۔لیکن بعض دوں اور شاعروں کا یہ قول میری سمجھ میں کبھی نہ آی کہ آج کی گوئی مقام محمدیؐ کے ذکر سے عبارت ہے۔ اب ت ٔ کرۂ زلف ورخسار کا دور . ی ت َ ی ۔یہ حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ صرف میدانِ . ر و احد ہی شِ رسا ت کا ٔ م نہیں' غار حرا کی خلوت بھی تو وہ نقش رسا ت ہے جو پ اغِ ٔ او ٔ ی کی صورت روشن ہے۔ اپنی ہی دعائے ت پ آمین کہنے والی تیغ محمدیؐ' اس سجدے سے کس طرح الگ کی جاسکتی ہے جو میدانِ . ر میں

تِ الٰہی کی طلب کی خاطر کیا َ ی تھا۔ میں صدیوں کی دوری پ کھڑا اپنی بیداریوں اور خوابوں میں یہی سوچتا رہتا ہوں کہ وہ رخسار کیسے تھے جن میں صحابہ کرام کو سورج تیرتے ہوئے آتے تھے۔

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیدہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ گوی آپؐ کے رخسار مبارک میں سورج تیر رہا تھا۔۔۔ آپؐ مسکراتے تو دیواروں پ اس تبسم کی چمک پڑتی تھی۔''(حضرت ابو ہریہ رضی اللہ عنہ)

اور وہ جسم کیسا تھا جو خوشبوؤں کا سرچشمہ تھا۔ وہ خوشبو جو دوسروں کو یوں سرفراز فرماتی کہ اس کے جسم کو اپنا مسکن بنالیتی۔

''آپؐ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس مصافحہ کی خوشبو اس شخص کے ساتھ رہتی' کسی بچے کے سر پ ہاتھ رکھ دیتے تو دستِ رسا ت کی خوشبو کے ۔۔ وہ بچہ دوسرے بچوں میں الگ پہچا جا ت' آپ کسی راستے سے ٗرتے تو راستہ میں بکھری اور قائم خوشبو سے معلوم ہوجا ت کہ آپ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔(حضرت انس رضی اللہ عنہ)

اور وہ زلفیں کیسی تھیں کہ ''والیل'' کے پ دے میں جن کی قسم کھائی گئی۔

جمیل ی کی نعتوں میں اس حسن کی جھلک ہے جو ان کے لئے صرف شنید نہیں بلکہ دی بھی ہے۔اپنی محبت اور ٘ بے کا عکسِ جمیل ہۓ منصب رسا ت کی آ گاہی ہے۔ عہدِ حاضر پ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سائبان صفت سائے کا بیان ہے۔مختصر یہ کہ اس مختصر مجموعے کا تنوع' عالمِ شوق کی طلسم سامانی کا مظہر ہے۔ ہاں یہ طلسم سامانی' طلسم ٖطل سے عبارت نہیں بلکہ اس حق سے مستنیر ہے جسے اپنے ا ث کی بنا پ طلسم کہا َ ی تھا۔

......۳......

جمیل بھائی نے مجھے یہ موقع بخشا کہ مجھے ان کی گوئی پ کچھ لکھنے کے بہانے

سرکارؐ کا ذکر کرنے کی سعادت مل جائے۔ میں نے اس مرقع جمیل کی سیر کرتے ہوئے شاعر کے مشورہ سے اسے ای ٹٹ۔ دے دی ہے۔ میں اپنی معروضات اسی ٹٹ۔ کے مطابق پیش کروں گا۔

محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ا کو جونسخہ کیمیا فرمای ہے اس کا آغاز ''حمدِ رب العالمین'' سے ہوا ہے اور اب یہی آغاز ہر مسلمان کی تحری کا ن ٹھہرا۔

اس مجموعہ کا آغاز سات بندوں کے حمدیہ مسدس سے ہوا ہے ۔ مسدس کا دروبست' کئی پہلو ر ٹ ہے۔ اَ مسدس سے کتاب کا آغاز ہو تو وہ فاتحۂ کتاب بن جاٹ ہے پھر پہلے چار ہم قافیہ مصرعے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کا استعارہ ہیں۔ اور ٹیپ کے دو مصرعے اوپ نیچے آسمان وزمین کی علامت ہیں۔ یوں مسدس کا ہر بند شش جہات کی علامت بن جاٹ ہے۔

اس حمدیہ مسدس میں لفظوں کی مر سازی اور شاعرانہ اہتمام ملتا ہے۔ اس مسدس میں فلسفیانہ اصطلاحات ودلائل کی جلوہ َ ی بھی اثباتِ ذات ٠ او ی کے سلسلہ میں آتی ہے۔لیکن اس کا رشتہ حیات وکائنات کے مشاہدے اور مظاہر سے قائم کیا َ ۔ ہے اور یہی قرآنی طرزِ استدلال ہے۔

اعراض عارضی ہیں تو جوہر ہیں بے ثبات
فانی ہر ای چیز ہے .قی ہے تیری ذات
مرگ وزوالِ خلق خود اس کا ثبوت ہے
جو خالق حیات ہے وہ لایموت ہے

اس مسدس کے بعض مصرعوں میں ٠ رتِ اظہار کا دامن عجب فروز وعقل افروز نکات کے ساتھ بندھا آٹ ہے۔

توہے وہ کاف ونون کہ جس سے ہے کائنات

صا   کن فیکون کو کاف ونون کہنا ۰ رتِ اظہار ہی نہیں بلکہ اسم کی توقیر بھی ہے۔''کن'' جمیل کے اس مصرع میں لفظ نہیں رہتا بلکہ اسم بن جا‑ ہے۔ اسے ''حرف'' بھی کہہ لیجئے فارسی میں اللہ حرف بھی ہے اور صا   حرف بھی۔ یوں ذکرِ ۰ او‌ ی کس پ معانی ا‌ از میں قرآن کے مخلوق ہونے کی   بن َ ی۔ اس حمد یہ مسدس میں ہماری شعری روای ‑،علم اور شاعر کی ذات کا ایسا اجتماع   آ‑ ہے جس پ کوئی بھی رشک کرسکتا ہے۔

دوسری حمد کے لئے جمیل   ی نے ساقی کی ردیف چنی ہے۔ اقبال نے ساقی کی علامت حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کے لئے استعمال کی ہے کیو   ملّت کے مے خانہ کے لئے ساقی مشہود وشاہد کی ضرورت تھی۔ اقبال ہی نے کہیں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین   کیا اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ای   ملّت بنای۔ یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کی تشکیل حضورؐ نے فرمائی۔ حمد کے لئے ''ساقی'' کی ردیف کا انتخاب اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جمیل   ی نے اس ذات کو سچ مچ اپنی شہ رگ سے قری   ‑ محسوس کیا ہے۔ ساقی سے خطاب اور اس شان سے۔

یہ مہر و ماہ یہ انجم یہ کہکشاں ساقی
اٹھا بھی دے یہ حجاباتِ درمیاں ساقی

ہماری غزل کی روای‑ رہا ہے۔

ِ افگن   پ دہ   ‑ معلوم   َ دد
کہ   یراں   د   ے   رامی   پ ستند
کہہ کے کچھ لالہ وگل رکھ لیا پ دہ میں نے
مجھ سے دیکھا نہ َ ی حسن کا رسوا ہو‌

ہجوم لالہ وگل، خندہ ۔ق وشرر بن کر
وہ آئے سامنے لیکن حجا ۔تِ بن کر

جمیل ی نے وحدت الوجودی مضامین کی شوخی کو ۔زِ بندگی اور زِ عبد ۔ دونوں کا ر کرکے اس حمد کی ابتدا کی، پھر ذکرِ محمد عربیؐ حمد میں یوں آ کہ توحید کا ر کچھ اور ابھر آ ۔حضرت حسان، حضرت کعب بن زہیر اور عہد رسا کے دوسرے شاعروں کا یہی ا ۔از تھا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا زکر کرتے تو ۔ت پہنچ جاتی کیو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اللہ کی ۔ سے ۔ڑی نعمت تھی (اور ہے)۔

ے جمال سے روشن حریم قلب و
اکلام ہے مضرابِ سازِ جاں ساقی
ہو روح کو میری طہارتِ ازلی
بفیضِ رحمتِ محبوبِ دوجہاں ساقی
یہی ہے ا تمنا یہی ہے ا دعا
مرے شفیع ہوں سالارِ مرسلاںؐ ساقی

تیسری حمد ا ایسے سالک کا ہ ۔ب ہے جو کعبہ، صفا، مروا اور گنبد خضریٰ کی د کے ساتھ ہی رختِ ہوش کو ۔رِ جسم وجاں سمجھنے لگے۔

پھر ہوں سوئے کعبہ ۔ہا ہو

اس حمد کو میں نے ''مقامات'' کا دیباچہ بنا د ہے۔

جمیل ی کی نعتوں ۔ ڈالتے ہوئے یہ حقیقت سامنے آئی کہ ان کی بہت سی نعتیں خطابیہ ہیں۔ شا حضورؐ سے خطاب کے ۔رعظیم کے پیش عرفی نے گوئی کے ۔رے میں کہا تھا:

عرفی مشتاب ایں رہ ا ت نہ صحرا
آہستہ کہ رہ ۔دم تیغ ا ت قدم را

گوئی اَ شمشیر کی دھار پ سفر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خطاب 'حرف وبیان کے اس پل صراط سے َ ز ہے۔ جس کے نتیجے میں آنے والے پل صراط کے سفر کی کیفیت کا تعین ہوگا۔ یہ وہ سفر ہے کہ ہر ایسا استعارہ حقیقت بن جا ت ہے۔

عام طور پ ا ی ہی میں وہ' آپ' تم کی ضما ٔ کے ساتھ حضورؐ کے اسمائے َ امی کا استعمال ملتا ہے۔ خالصتاً خطابیہ نعتیں' سلام اور نظموں کے استثنا کے ساتھ' کم لکھی گئی ہیں۔ جمیل کے ذوقِ حضوری نے اس رِاما ت یعنی خطاب بہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اٹھالیا ہے اور اائے محمدؐ نے انہیں اس راما ت کے اٹھانے کی توفیق اور قوت کر دی۔

اس میں دو فارسی نعتوں کے بعد آپ کی سے وہ َ رے گی جو اَ چہ اردو ز ن میں لکھی گئی ہے لیکن ہر اس ز ن کا بولنے والا اسے سمجھ لے گا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر َ امی کیا َ ی ہے (اور ایسی ز ن کون سی ہے جس میں نہ کیا َ ی ہو؟)

میری جا بھی ہو اک نگاہ کرم اے شفیع الوریٰ' خاتم الا ی ءؐ

ز گی کے کتنے ہی اداس لمحوں میں اداسی اور بے کیفی پ غلبہ پ نے کے لئے اور اپنی ز گی کو معنو ی کرنے کے لئے ام حبیبہ کی آواز میں دو نعتیں سنی ہیں۔ ا ی تو حضرت جامی کی ''اویس قرنی را'' رسولِ مدنی را'' اور دوسری یہ ۔ اب سے پہلے مجھے یہ ت معلوم نہیں تھی کہ یہ ہمارے جمیل صا کی ہے۔ یہ پوری ا یسی جنبش ہے جس میں روح لفظوں میں ڈھل گئی ہے۔ ہر مصرع دو مساوی کرّ وں کی طرح ہے اور یوں محبت کی یہ د تخلیق ہوئی ہے۔ دین اور د ۔ یہ بھی تو دو کرّ ے ہیں۔ آپ کسی بھی انتہا پ پہنچ جا ازل سے ا ت کا سفر کرلیں' دونوں انتہاؤں کا توازن

وجودِ محمد عربیؐ کا صدقہ آئے گا۔ قرآن حضورؐ کی صداقت کا ا ی معجزہ ہے لیکن ذاتِ رسولِ عربیؐ ا کی بے نی کا ن اوراس کے ہونے کی دلیل ہے۔

آپؐ ہیں وجہ تخلیق کون ومکاں، آپؐ کے دم سے ہیں یہ زمیں وزماں
آپؐ ہیں بے نی کا بین ن، اے شہ دوسرا، خاتم الانبیاءؐ

میں نے اس کو ہوئے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ام حبیبہ اوراس شاعر کی مغفرت کو اپنے دل میں ا یقین کی طرح محسوس کیا ہے۔

جمیل ی نے اپنے علم، اپنے عشق، اپنے ورثہ ایمان، لفظوں سے اپنے رشتہ...... ان کو گوندھ کر گوئی کی ہے۔ ان کی کے خمیر میں ان کی ذات، ان کا ورثہ کچھ خوشبو بن کر شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے مہردرخشاں کے حضور، اس قطرہ شبنم نے کہ جسے جمیل ی کہتے ہیں، اپنے آپ کو یوں رکھ دی کہ یہ قطرہ اپناوجود کھو بیٹھے کہ یہی تِ قطرہ ہے۔ اپنی ذات کو گم کئے بغیر نہیں کی جاسکتی۔

کے سلسلہ میں جن شعراء کے ہاں تعلّی آتی ہے، اپنے شاعرانہ مرتبہ کا اظہار آتا ہے، وہ میرے نزدیک کچھ ایسا محمود وقت نہیں ہوتا۔ زندگی جاوید اسی ہنگام اور لمحہ سے عبارت ہے جس لمحہ شاعر اور حضورؐ کے درمیان عبد اور آقا کا رشتہ ہو، بلکہ غلامِ غلامانِ محمدؐ کا حلقہ غلامی اپنی دن میں ڈالنے کو جی چاہے۔ اس مجموعہ کے پہلے ہی حصہ کے یہ چند مقامات حظہ ہوں۔

ہے جمیل آپؐ کے در کا ادنیٰ گدا
جمیل اک بے سہارا ہے، کرم اس پہ بھی ہو شاہاؐ
آقا! جمیل بے نوا، ہے آپؐ کے در کا گدا، صرف آپؐ کا مد سرا

در بار مبارک میں حاضر ہے غلام آقاؐ
حاضر ہے درود آقاؐ حاضر ہے سلام آقاؐ

تمہارے در کی گدائی کے سامنے آقاؐ
قلیل و ہیچ ہے دونوں جہاں کی دو ت بھی

آپ کے در کا بھکاری ہے جمیل اے آقاؐ
ہو کرم اس پہ بھی کو کی دو ت والے

میں نے پہلے حصہ (خطابیہ نعتوں) کی ہر کے شعر اور مقطعے آپ کے سامنے پیش کر دیے۔ شاید ہی کوئی ایسا یہ غزل گو ایسا ہو جس نے کسی نہ کسی مقطع میں اپنی شاعری اور شاعرانہ کمال کا ذکر نہ کیا ہو' خواہ یہ کہہ کر سہی کہ یہ عطیہ آقا ہے حضورؐ سرور کائنات' اس غلامِ درِ مصطفیٰ کے ذہن میں اپنی غلامی کے سوا کوئی خیال ہی نہیں آ ت۔ اگلی نعتوں میں اید آدھ جگہ ''شاعری کے بھرم'' کا ذکر آیہ ہے یقین ہے کہ اپنے اگلے مجموعے میں ہمارا شاعر' اس منزل سے آگے بڑھ جائے گا۔

اس ذاتِ اقدس کے ہر مدح گو کی طرح جمیل ی کو بھی بار بار یہ احساس ہوا ہوگا کہ ان کے ذکر کے لئے کسی لغت میں کوئی لفظ نہیں۔ اس مسئلہ بیان پہ اس نقطہ سے بھی تو غور کیا جاسکتا ہے کہ ان کی نسبت ہر لفظ کو معتبر بنا دیتی ہے۔ حضورؐ کا ذکر کرتے ہوئے آدمی سے پہلے قرآن اور لغتِ حجازی اور اسلامی اصطلاحات کی طرف متوجہ ہوت ہے میرے خیال میں اذان اسلام کا منشور ہے۔ اسلام کی تفاصیل کو اَ کم سے کم وقت میں لوگوں کی تفہیم اور اپنے لہو کو َ مانے کے لئے ے میں لا جائے تو وہی ہماری اذان ہے۔ ''اللہ اکبر'' اللہ کی وحدت اور محمدؐ کی رسا ت کی گواہی' صلوٰۃ وفلاح کی طرف

دعوت'' اذان کے انہیں پہلوؤں کے پیش   اقبال   نے سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے
. رے میں کہا۔

تو   صلوٰۃِ   صبح   'تو   .   اذان

جمیل کا یہ شعر   ۔

زمیں سے عرش تک   جو گونجتی ہے وہ اذاں تم ہو
مشیت کی ز.ں' قرآن کا حسن بیاں تم ہو

''اے رحمتہ للعالمینؐ'' بھی ایسی ہی   ہے جس میں خاتم الانبیاء کی سی آرائش درو بست اور اہتمام ملتا ہے۔ یہاں ایوانِ ذکرِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی طاقوں میں جمیل   ی نے حرف وز.ن کے پ اغ روشن کئے ہیں یہ ایوان بھی عجب طلسمات ہے کہ ہر آن' ہر   کے ساتھ اس میں طاق اور پ اغ .ڑھتے جاتے ہیں۔

جی تو یہی چاہتا ہے کہ قلم محمد اور محمد کی چاہت والوں کا ذکر یوں ہی کرتا رہے لیکن یہ مجموعہ   تیار ہے اور میں اس کے اور آپ کے درمیان حجاب نہیں بن چاہتا۔ اب میں مختصراً اس مجموعے کے دوسرے حصوں کے . رے میں کچھ عرض کرکے آپ سے رخصت لوں گا۔

مجموعہ کے دوسرے حصے ''ایوان   '' کے موضوعات' آہنگ اور لہجے میں گوئی کے طر   راسخہ کو اپنایا گیا ہے۔

اس حصہ کی پہلی   میں حضورؐ کے اسمائے گرامی بھی ہیں۔ ''اکملت لکم دینکم'' کی تفسیر بھی ہے۔ ا   وآفاق میں ذاتِ نبیؐ امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت بھی ہے اور ان شہادتوں اور مراتب کی گواہی کے بعد .ت حضور سے اپنے ذاتی رشتہ پ آ کر ختم ہوئی ہے۔

وہ کہ ہر درد کا درماں ہیں جمیل

اپنے ہر زخم کا مرہم لکھوں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے اور آ ی نبیؐ ہونے کی اس سے قوی ت شہادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ پندرہویں صدی ہجری کی آمد آمد ہے اور نوے کروڑ مسلمانوں میں سے ہر مسلمان انہیں اپنے ہر زخم کا مرہم جا ہے۔ یہ ا ازِ فکر و اور یہ رشتہ وقت کے آ ی لمحے ت حضورؐ اور امتِ مسلمہ کے درمیان قائم رہے گا۔

میں نے شمائل اور زلف و رخ کی ت چھیڑی تھی۔ اس سے میری مراد یہ ہرَ نہ تھی کہ یہ عاشقانہ لے مرتبہ رسا ت کے ذکر پ غا آ جائے آدمی یہ تو سوچتا ہی ہے کہ وہ رخسار کیسے ہوں گے؟ پھر ''سراپا'' کا نہا ت مہذب اور بلند معیار محسن کاکورویؒ قائم کر چکے ہیں۔ یہاں تفصیل نہیں بلکہ اجمال ہے اور اجمال ایسا کہ اس میں کائنات سمٹ آئے۔ ایسے چند مقامات حظہ ہوں۔

عکس رخِ محبوب سے روشن ہیں ش وروز
صحن حرم وکوچہ و زارِ مدینہ
کعبہ کی ید جس محراب پ رکھی گئی
اس مبارک ا وئے خمدار کی تیں کریں
جس کے پ توسے درخشاں ہیں مہ ومہر ونجوم
اس جمالِ مر انوار کی تیں کریں
آپ کے حسن جہاں ت ب کو جو دیکھ سکے
میرے آقاؐ! مجھے وہ دیدہ ینا مل جائے

طریقۂ راسخہ کی ان نعتوں میں بعض روایتی مضامین کے نئے پہلو ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ مثلاً حسن کی جگہ محاسن کے استعمال سے ذات وصفات دونوں کا احاطہ ہوجا ت

ہے:

آپ کے اور محاسن بھی ہیں بے حد و شمار
حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا کے سوا

''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری'' کہنے والے نے بھی حسن یوسفؑ دم عیسیٰ اور ید بیضا کو مثال کے طور پر پیش کیا تھااور ان امثال سے دوسرے ان کے ''محاسن'' کی طرف اشارہ کیا تھا''خوباں'' کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے جمیل نظری نے ''کے سوا'' کے ٹکڑے سے مضمون کو چمکادیا ہے۔

اسی طرح بیسویں صدی کے ایک ذی شعور انسان کی حیثیت سے انہیں دنیا کی تنظیم اور شیرازہ بندی میں پیغامِ محمدیؐ کی اہمیت کا پورا پورا احساس وادراک ہے۔ یہ روایت ایک مستقل رجحان کی حیثیت سے حالی سے شروع ہوتی ہے۔جمیل نظری کے ہاں عالمِ انسانیت پر حضورؐ کے احسانات کا ذکرمحض ''اوپری'' نہیں بلکہ یہ احساس وشعوربھی ان کے ہاں جذبہ بن جاتا ہے۔

محمدؐ محسنِ انسانیت ہیں
لقب زیبا ہے ان کو سیّدی کا
آپؐ آئے تو قرآن کی شکل میں
زندگی کا اک مکمل نظام آگیا
جن کی صورت نے بدل ڈالا زمانے کا مزاج
آؤ ان عہد آفریں اقدار کی باتیں کریں
شریعت اس کی بنیادِ دساتیر امم ٹھہری
یہ وہ قانونِ ناطق ہے کہ عالم گیر ہے لوگو
مدینہ جب سے محبوب خدا کا مستقر ٹھہرا

د۔ ۃنِ عمل، گہوارہ علم و ہنر ٹھہرا

اس حصہ کی نعتوں میں بھی وہ رمزیۃ اور موضوعی ا از ہے جو غزل کی ای پہچان ہے لیکن جمیل صا ۔ کے ہاں مجھے کئی ایسی نعتیں آ جو مشہور اور معروف غزلوں کی ہم طرح ہیں۔ یوں عشقِ محمدیؐ نے نوائے غزل کو نوائے سینۂ ۃب بنادیا ہے۔ اس حصہ کو لہجے کی نسبت سے میں نے ''غمِ معتبر'' کا م دیا ہے، اعتبار اسی کو ہے جس کو ان سے کچھ نسبت ہو، خواہ وہ فرد ہو یا بہ یا قوم۔

اے رہنمائے راہِ حقیقت ۃے ر
پہچاننے لگا ہوں غمِ معتبر کو میں

اسی غزل میں ای شعر ہے۔

جس کی نے پھول کھلائے چمن چمن
نکلا ہوں ڈھونڈنے کو اسی خوش کو میں

اس شعر نے مجھے ایوانِ کے اس طاق ۃ پہنچا دیا جہاں یہ دو پ اغ روشن ہیں۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ وبو
آ از خاکش ۔ ویہ آرزو
یہ زنورِ مصطفیٰؐ او رابہا ۃ
یہ ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ ۃ

کائنات کی ہر بہار سامانی نورِ مصطفیٰؐ کا پرتو جمیل ہے اور بہار سامانی کے ہر امکان کے پیچھے اسی م کا عکس ہے۔

کسی تبصرے کے بغیر اس حصے کے چند شعر آپ کی مت میں پیش کرۃ ہوں:

سکونِ دل لئے ہوئے قرار جاں لئے ہوئے
وہ آئے ساتھ رحمتوں کا کارواں لئے ہوئے
اک پ دہ انوار تھا وں کے مقابل
کچھ بھی نہیں اس نظرِ روشن کے سوا ید
زن گی جس میں نہ شامل ہو مدینہ کا سفر
زن گی کا ہے کوہے ۔دیہ پیمائی ہے
آسماں خم ہے ازل ہی سے اسی کوشش میں
کہ جبیں آپؐ کے نقشِ کفِ پ ت پہنچے
ای بہتا ہوا دری ہے عنایت ان کی
۔ پہ ہوتی ہے ۔ از دَ ہوتی ہے

اگلے حصے کی نسبت سے میں نے ''غم معتبر'' کے پنچ شعروں کا انتخاب کیا۔ یہ پنچ کا عدد حضورؐ کے ساتھ ''علی وفاطمہؓ شبی وشبر'' کے رشتے کا اشارہ ہے۔غمِ معتبر کے بعد چار چار مصرعے ہیں' قصہ یہ ہے کہ:

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

اسی لئے انہیں ر عی کہہ کر کیوں ادبی ناع کو جنم دوں۔ ویسے اقبال نے ر عی کے وزن کی قید کو توڑ کر ر عیاں کہی ہیں اور اقبال عروض پ ر ت تھے۔ یہ کم ی نہیں اجتہاد ہے۔ ویسے یہ ت میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اقبال کا یہ اجتہاد مستقبل کی ر عی کی نقش ی کر رہا ہے جس طرح مثنوی نے مخصوص بحروں کا جوا اپنے کا ھوں سے ا ر پھینکا ہے اسی طرح اقبال نے ر عی کو نئی آزادیوں سے ہم کنار کیا۔

ان چار مصرعوں کو میں نے جانشینانِ مصطفیؐ کی علامت جا ۔ یہ علامت اور اشارہ مجھے جمیل ی ہی کی ای سے ہوا:

.َ ٰ ی ہ جانشینانِ رسولؐ ہاشمی

آ یئے ان .َ ٰ ی ہ چارؓ کی .تیں کریں

.قی اشعار اسی میں حظہ ہوں۔جمیل ی کی اسی عقیدت کے پیش میں نے ان چار چار مصرعوں کو ''ابوبکرؓوعمرؓعثمانؓ و حیدرؓ کے توسط سے .رگاہِ رسا ےؐ میں جمیل ی کا ٰ رانہ قرار دی ہے۔ چار مصرعوں میں اختصار وا ز کا وہ عالم ہے جیسے ز.ن کی طنابیں کھینچ لی گئی ہوں۔

میں اپنی مختصر نویسی پ ٰ زاں تھا۔کم سے کم لفظوں میں اپنی .ت کہنے کی کوشش میں بہت وقت صرف کیا ہے۔لیکن آج تو اپنی .ت اور اس مجموعے کے ذکر (جا ٰ ہ نہیں) کو سمیٹنا کتنا مشکل ہوَ ی ہے۔ اگلے حصے کو''احوالِ فقیر'' کا ٰ م دی َ ی ہے۔ اس میں اس زمین وزماں کی ای جھلک ہے جس میں بطفیلِ عشقِ نبیؐ جمیل ی مقیم ہیں۔

طنابیں ٰ گئی تھیں فاصلوں کی عرش وبطحا کے

کہ احمدؐ اور احد ہم راز تھے کل ٰ . جہاں میں تھا

یہ خسرو کی آواز کی .زگشت ہے

محمدؐ شمعِ محفل بودٔ ٰ . جائے کہ من بودم

یہ آوازِ .زگشت نہیں بلکہ وہی آواز مسلسل ہے جس کا ای اور پ دہ جمیل ی کے الفاظ میں وا ہوا ہے۔ یہ آواز کی پنکھڑیوں کا رقص ہے۔یہ محفل رقص سیارگاں ہے اور یہ رقص کسی کی معراج کے جشن کا رقص ہے۔ اس میں کسی کا ہوٰ اور اپنے ہونے کی گواہی دینا۔لفظ وبیان کی معراج ہے۔

یہاں میں نے ٰ ٰ. دانستہ .ل دی ہے۔ مکانی ٰ ٰ. کے اعتبار سے ''مقامات'' کا حصہ پہلے آ ٰ چاہیے تھا کیو انہیں مقامات سے نسبت نے جمیل ی کے احوال کی تخلیق کی ہے۔ ٰ ٰ. کا یہ تبدّل وقت میں الٹا سفر ہے۔ اس میں وہ حمد ہے جس

کا رشتہ صفاومروہ، گنبدِ خضرا، گلشنِ طیبہ اور در .رِ مدینہ سے ہے پھر کعبہ کی پہلی دی کے شگوفے کی پڑ ہے، مدینہ کی طرف غلامانِ خیرالا م کے سفر کی داستان ہے۔ مدینہ کی ا آشنا گلیوں سے سرگوشی ہے اور یہ سفر ''طواف الوداع'' پ ختم ہوت ہے۔

یہ مجموعہ سرورِ کائنات، رحمتِ دوعالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مت میں ''سلام'' پ ختم ہوت ہے۔ سلام ان پ جو ہمارے آقا ہیں، سلام ان گلیوں پ جو آج بھی ان کے نقشِ کفِ پ کے سورج اپنے ذروں میں چھپائے ہیں اور سلام اس د پ کہ ان سے پہلے تیرہ خاکدان تھی اور . وہ آئے تو عالم امکان بن گئی اور سلام غلامانِ مصطفیٰ پ اور سلام جمیل ی پ کہ اس نے اپنے وجود میں ان خوشبوؤں کو سمیٹنے اور آنکھوں میں ان کے جلوؤں کو بسانے اور دل کی دھڑکنوں کو ان کا م بنانے کی کوشش کی ہے۔

(ارمغان جمیل/جمیل ی، ۱۹۸۴ء، ایسٹ پبلشرز، کراچی)

فیضانِ رسولؐ

َ ٘شتہ سال ای   صبح ٹیلی فون پ ای   آواز ابھری ......''کشفی صا ۔ ہیں؟''
آشنا آشنا سی آواز' جو حافظے کی َ فت میں نہیں آ رہی تھی۔

''میں بول رہا ہوں۔''

''مسلم عرض کر رہا ہے۔''

اور اس چھوٹے سے جملے نے وقت کی بساط کو سمیٹ لیا۔تیس بتیس سال پہلے کی ۔تیں ای   لمحے میں ت ٘زہ ہوگئیں۔کراچی کی ادبی فضاؤں میں اس شخص کی آواز قابلِ اعتنا سمجھی جاتی تھی۔ افسانے' نظمیں' غزلیں اور گیت لکھنے والا یہ جوانِ رعنا ادبی کتابیں بھی ۔ٹے سلیقے سے شائع کر رہا تھا۔'' ٘ ا کی بستی'' بھی اسی نے چھاپی تھی۔ اردو اکیڈمی سندھ کے علاوہ ''مکتبہ   راہی'' وہ ادارہ تھا جس نے نشر واشا   ت کی د   میں کراچی کو ای   اہم ادبی مر ٘ بنا دی تھا۔ اور ماہ ٘مہ ''   راہی'' میں ادب کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل کو پیش کر کے اس شخص نے اپنی درد مند طبیعت کا اظہار کیا تھا۔

اور پھر ٹیلی فون پ   قات کا وقت ٹھہرا اور ہم دونوں ای   ۔ر پھر ای   دوسرے سے مل گئے۔ اس ۔ر مسلم صا ۔ کی ٘ ٘دی شخصیت کے بعض دبے ہوئے پہلوؤں کا اظہار   یں طور پ دیکھا۔تبسم میں دل نوازی کے ساتھ قنا   ت کی جھلک' چہرے پ ٹھہراؤ اور ذات میں آہِ صبح گاہی اور َ یہٗ   شی کا نم۔

۔ ۔ وہ پہلی ۔ر ملنے آئے تو ان کے ہاتھوں میں ''حمد و   '' کا مسودہ تھا اور اس

. ر راغب صا . بھی شریکِ .ُم دوستی تھے۔ میرے اور راغب صا . کے درمیان ان کی نعتیہ شاعری، تعلق کا . سے قوی ذریعہ رہی ہے۔ شارجہ میں مسلم صا . سے . . ان کی قات ہوئی تو اس فقیر کا ذکر بھی درمیان میں آ َ ۔

رب جلیل نے راقم الحروف کو جس جس طرح سے نوازا ہے اس کے ذکر کے لئے سفینہ درکار ہے۔اوراس کا جو بندہ بھی اپنے احوال پ ِڈالے گا یہی کہہ اٹھے گا' اس کے احسا ٔت میں سے دواحسا ٔت بہت .ٔے ہیں۔ ا تو یہ کہ اس نے بندوں سے بے زکردی۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں اپنی تلاش کرنے والے شاعروں اور ادیبوں کے دلوں کو اس نے اس ٔ چیز کے لئے کھول دی۔جتنے نعتیہ مجموعوں پ مقدمے اور دیباچے لکھنے کی سعادت مجھے کی گئی اس پ ٔ زاں ہوں کہ یہ ذکرِ ختم المرسلینؐ کا ا وسیلہ ہے۔

''حمدو '' کا مسودہ میرے پ س کئی مہینے سے ہے۔ اس عرصے میں مسلم صا . کئی . رکراچی آئے اور ہر دفعہ قاتیں رہیں لیکن پہلی قات کے بعد .ی ٔ ہوئے دنوں کے ذکر کی طرف طبیعت راغب ہی نہ ہوئی۔ میں . . بھی ملتا' یہی دل چاہتا کہ ان کی روحانی واردات کو سمجھوں اور انہیں اپنے قلبی واردات کے بیان پ اکسات رہا......ویسے تو ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری اس واردات کا اظہار ہے جو قلب و کی د سے علاقہ ر ٔ ہے۔ان کی منظومات پ ٔ ریخ ومقام دونوں کا ا ٔ راج ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان کا ہر قاری میری طرح ان کے اشعار کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خانہ کعبہ کے طواف اور گنبد خضرا کی دی میں مصروف پ ئے گا......یٔ اللہ اور حرم شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے :

جہاں تمام سوادِ حرم ہوا اس کو

اسی لئے مسلم صا . شارجہ میں ہوں ی آسٹری میں ہوں ی ٔ کی میں' اپنے مر ٔ

وجود کے د ہی مصروفِ سفر اور مصروفِ پ واز ر ہتے ہیں۔

اس مجموعہ کے ساتھ جناب ابوالامتیاز ع س مسلم کی دو ی تحر یں بھی شامل ہیں جو ان کی شاعری اور شخصیت کو سمجھنے میں پڑ ھنے والوں کی رہنمائی کریں گی' ویسے جس وقت میں نے ان سے پوچھا تھا کہ ''اوس اور کر '' کا مصنف حمدو کیسے پہنچا تو ان کے شخصی پس منظر کی تصو ذہن میں دھندلا گئی تھی' اور اسی طرح ''اوس اور کر '' بھی سامنے نہ تھی۔ عبدالستار جالندھری کا تخلص قلمی م مسلم ہی اپنے مر سے ان کی وابستگی کا اعلان ہے۔ اس کے علاوہ وہ چنگاری جو ان کے وجود میں موجود تھی وہ حمدو میں شعلۂ رخشاں بن گئی ہے۔

نگہبانی تجھے ا کی دی گئی مسلم
ہے مرگِ گہاں' کارِ نگہبانی سے کوتہی
طلسمِ احمریں کو توڑ ڈالو قوتِ حق سے
ٖھو د استبداد ڈھادو اب تو جاگ اٹھو
تمہارا بِ ایمانی ہے اک سیلِ رواں گو
کچھ اس سیل رواں کو آزمالو اب تو جاگ اٹھو

ملّت کے افرد اور اسلام سے یہ محبت اللہ اور اس کے رسولؐ سے وابستگی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلم صا کی شاعری کے مستند اور مروجہ اسالیب کے ساتھ ساتھ جو ہندی آہنگ ہے وہ ان کی ز گی کا حصہ ہے۔ پنجابی اور پوربی گیت ان کے لئے حُدی کا درجہ ر ہیں۔ انہوں نے جالندھراور بنارس میں ز گی کا ابتدائی حصہ ارااور ملیّ تحر ت نے اردو کو ان کی میراث بنادی۔ یوں ان کے ہاں لسانی تنوع موجود تھا۔ ادھر مطالعہ اور قرآنِ حکیم سے قر ت نے ای علمی وقار کر دی ہے جس کی شہادت ان کا یہ مجموعہ وحمد ہے۔ اللہ کے اسماء الحسنیٰ' قرآن حکیم کے حوالے اور عربی

کے ٹکڑے ان کے ہاں نہای۔ت بے ساختگی سے آتے ہیں۔ اس کا ای . . قیامِ شارجہ بھی ہے۔

الحمداللہ اب انہوں نے اس لسانی وسعت وتنوع، اپنے . بۓ اپنے علم اور اپنی ذات کی سالمیت کے ساتھ اللہ کے ذکر اور حضورؐ کے مرتبہ کی زمزمہ کو اپنی متاع بنالیا ہے۔ اس مجموعہ کے قاری کو یہ رنگارنگی محرابِ قوس قزح کی صورت آئے گی۔ ان کے ہاں عر.ی۔ت، فار۔ی۔ت اور ہند۔ی۔ت کے ر َ فطری ہیں اور ان کے ذوقِ عبود۔ی۔ت وعشقِ رسولؐ کے مختلف . ت کی طرح ہیں۔ یہ حمدیہ اشعار حظہ ہوں:

الٰہی نہیں کوئی تجھ ساشفیق
ہے لار۔ی. تو رب بیتِ عتیق (عر.ی۔ت)
مِری کِشتِ پندارِ گستاخ میں
الٰہی اگا بندگی کا مذاق (فار۔ی۔ت)
بجلی، .دل، .کھا، طوفاں، . تیری آ۔ی۔ت
.ج ،ستارے، سیارے اور کیا آکاش کی چال (ہند۔ی۔ت)

اسالیب کے ان سارے رنگوں میں ذکرِ . ااور حبِ رسولؐ نے عجب وحدت پیدا کردی ہے۔ سارے ر َ ٹوٹ کر، بکھر کر، ای نئے ر َ کو جنم دیتے ہیں۔ وہ ر َ جس میں صبحِ ازل کی اولیت اور شامِ ا. کی جاودا کے سائے ہیں۔ مسلم کہیں ہندی بھگتی روپ کو اسلامی روپ دیتے ہیں جو ممکن ہے کہ صیغۂ۔ت کی وجہ سے بعض ثقہ طبیعتوں کو پسند نہ آئے:

آؤ سکھیو! پ۔یم کہانی کانوں کان سناؤں

اور کہیں وہ نظیر اکبر آ.دی کی روا۔ی۔ت کو ای نئی فضا کرتے آتے ہیں۔ ز.گی کے مختلف شعبوں اور پیشوں سے اصطلاحیں لے کر وہ انہیں شعری آہنگ دے

دیتے ہیں۔ یہ مثال حظہ ہو:

شک کی ا ' وہم کا گارا' پپوں کی دیوار
بے وسواسی کی چھت سر پ حرص کے ہیں شہتیر

فنِ تعمیر اور حیاتِ ا نی کی مطابقت کی گواہی تو مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے' . مسلمانوں کو ا یہ عمارت یہ دیوار قرار دیتے ہوئے فرمایہ کہ اَ ا یہ ا اپنی جگہ سے سرک جائے تو ساری عمارت ڈھے پڑے۔ اس شعر میں ہماری آج کی زن گی کی سچی تصو یکیسی ۃ زہ کاری کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ اس مجموعے میں کئی ایسے مقامات ہیں کہ ع س مسلم کا اسلوب حددرجہ ا ادی ہوَیہ ہے اور ان کے شاعرانہ آہنگ پ کسی دوسرے کی چھاپ پڑتی نہیں آتی۔ یہ مصرعہ دیکھئے:

محمدؐ کہ . اق جس کا ' ام

قرآن حکیم کے اشاروں اور اصطلاحوں نے مسلم کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کو معنوی طور پ گہرائی اور گیرائی بخشی ہے۔ سورۃ الفتح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوںؓ کے . رے میں ارشاد ہوا کہ ''یہ کافروں پ شدیہ ہیں اور آپس میں رحیم ہیں۔''...... دیکھئے ایہ ہی حمدیہ غزل میں کا اظہار کس کس طرح ہوا ہے:

ہ دوستوں کی انجمن میں موجہ . دِ صبا
ہ .ئمِ یراں میں ہوں یوں جیسے ' امِ بوئے گل
اہلِ ایماں کی جلو میں' پ دہ گل کی طرح

حمد کے اشعار مسلسل مناجاتوں اور دعاؤں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر . ر . ر ایہ زن ہ حوالے کے طور پ آیہ ہے' کیو ہر ذی شعور صاحبِ ایمان کی طرح ع س مسلم کے لئے بھی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبد ومعبود کے درمیان . سے قوی' . سے مضبوط اور مستند حوالہ ہیں۔ ان کی ذات اثباتِ رب کی محکم ۃ ین دلیل

کل بھی تھی اور آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی ......وہ کل جس کا دامن ......دامن قیامت سے بندھا ہوا ہے۔

ان دنوں ہماری شاعری میں سکہ رائج الوقت ہے اور بہت سے شعراء اس صنف کی مقبولیت کی وجہ سے اور رےڈ یو ٹیلی وےژن پر آنے کے لئے نعتیں کہہ رہے ہیں یہ نعتیں مشقِ سخن کا نتیجہ ہیں یہ زےدہ سے زےدہ ان میں دماغ اور فکر کا عنصر ہے۔ اب ع س مسلم اس مجموعے کو لے کر بارگاہِ رسا ےؐ میں حاضر ہوئے ہیں(ہم آپ تو ضمناً ان کے قاری بن گئے ہیں) اور یوں احمد ندیم قاسمی' عبدالعزیز خالد' اقبال عظیم' راغب مراد آبادی' حافظ لدھیانوی' مظفر وارثی' صہبا اختر' حفیظ ےب' اعجاز رحمانی' نیر قصوری' طفیل ہوشیارپوری اور مسرور کیفی وغیرہ جیسے شاعروں کے قبیلے میں ایک اور شاعر کا اضافہ ہو گیا ہے یہ قبیلہ عشاق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہ ہے:

کسے کہ کشتہ نشد ازقبیلہ ءِ مانیست

ع س مسلم کی ان نعتوں کو پڑھیئے' ان کی داد کے لئے شاید ''لفظیات'' کی د میں آپ کو مناسب لفظ نہیں ملیں گے۔ کیونکہ یہ کیف ومستی اور جذب وشوق کی شاعری ہے' یہ کہتا چلوں کہ اس میں شاعر کا ذہن بھی پوری طرح شریک ہے۔ اسلام تو پوری شخصیت کے ساتھ اور کسی ذہنی تحفظ کے بغیر اپنے دائرے میں داخل ہونے کا مطالبہ کرتا ہے۔

مسلم صاحب کی نعتیں پڑھتا ہوں اور اقبال کے لفظوں میں ان کو داد دیتا ہوں۔

بنگر کہ جوئے نور چہ مستانہ می رود

اپنی روانی اور سرمستانہ سفر میں یہ جوئے نور ہندی' عربی اور فارسی الفاظ کو اجالتی اور موتیوں کی طرح نکھارتی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس جوئے نور کا وفور دیدنی ہے اور

شای یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں شریعت کے ضابطوں پ محبت کاوفور غا . آ َ ی ہے۔

مسلم کا یہ مجموعہ ان کےنفسِ مطمئنہ کا آئینہ ہے۔ اور اس نفسِ مطمئنہ کے اطمینان کی اساس، قول وحیات وآ ث رختم المرسلینؐ پ اعتبار واعتماد ہے کہ یہی دین ہے :

تجھ سے نفسِ مطمئنہ کی جلا
تونے جو کچھ کہہ دی وہ معتبر

مسلم صا . نے اپنے ی کوائف میں مولا· ظفرعلی خان اور ان کی نیلی پوشاک تحری کا بھی ذکر کیا ہے۔ مجھے ان کا نعتیہ اور حمدیہ کلام پڑھتے ہوئے بھی ظفرعلی خان ی د آئے۔ دونوں ہی شاہِ طیبہ وبطحا کی د میں آ. د ہیں۔ اس کے علاوہ فنی اعتبار سے بھی ان دونوں میں ای . ت مشترک ہے اور وہ ہے مشکل اور سنگلاخ قوافی کورام کر· ۔ظاہر ہے کہ مسلم ظفرعلی خان جیسی قدرتِ کلام نہیں ر ۔ لیکن عشقِ ۔ . ارِ دوعالم ان پ قوافی کوسہل بنا کر ان قوافی کو گوہر ہائے مدحِ سرکار کا صدف بنا دیتا ہے۔

مسلم کی گوئی پ فیضانِ رسولؐ کی روشنی یوں آتی ہے کہ ''صحرا کا پھول'' کی ردیف جیسے تختۂ گل بن گئی ہے۔

روضۃ الجنت میں ۔ . ں ہے وہ اک صحرا کا پھول
سینکڑوں گلشن . اماں ہے وہ اک صحرا کا پھول

اور یہ کیفیت عاشقانہ، ز. ن کو بھی خاطر میں نہیں لاتی، بلکہ ز. ن کا آبگینہ تندی صہبائے عشق سے پگھل جا ۔ ہے۔

آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

اس عالمِ کیف میں ''یومِ استفتاح، ربّاح ، اِستِصباح'' جیسے الفاظ اور ۔ اکیب بھی بعض نعتوں میں آتی ہیں جو ہماری ز. ن کے لئے غری . ہیں ۔میں قرآن شریف کے اشارات کو غرا. ۔ کے اس دائ ے میں ہرَ · شامل نہیں کرسکتا کہ ان سے آگاہی ہم پ

لازم ہے۔ مثلاً ''فالق الاصباح'' کی تـ کیب قرآنی سند اپنے دامن میں ر تـ ہے ......اور حضورؐ کی کا ۔ سے حسین پیرایہ یہی تـ کیبیں، اشارے اور کنائے ہو تـ ہیں۔

اسم ''محمدؐ'' سرمایہ عشاق ہے اور مسلم صا ۔ کے اس مجموعے میں محمدؐ کی ردیف میں کئی نعتیں یـ جا موجود ہیں۔ یہ اتفاق نہیں بلکہ شاعر کے اس ایمان کا اظہار ہے جسے اس لفظ کی تکرار سے ۔ لیدگی حاصل ہوتی ہے اور ان میں سے کئی نعتیں تو ہم قافیہ بھی ہیں۔

مسلم صا ۔ کی ہندی نعتوں میں عربی الفاظ کے استعمالِ مسلسل سے ہماری شاعری کا ایـ لسانی مزاج ابھرا ہے یہ نغمہ ہندی ہے اس کی لے حجازی ہے اور یوں رسولِ رب المشرقین ومغربینؐ کی مدح لفظوں کو ایـ جغرافیہ کر دیتی ہے۔

مجموعے کے آ ٘ میں جو سلام ہیں ان میں الفاظ کے سَبُوْ آسمانِ کی طرف یوں اچھالے گئے ہیں کہ عاشقِ رسولؐ اصغر گو ٘ وی کے الفاظ میں ش ٘ یـ کہیں انہیں۔ یہ نعتیں نہیں بلکہ ''شرارِ معنوی'' ٘ دش میں ہیں یـ رو۔

اب آپ مجھے اجازت دیں اور اس مجموعے کا مطالعہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نعتیں اور یہ مناجاتیں آپ کے لئے سفر ٘ مہ بن جا گی۔ آپ کہیں مسلم صا ۔ کی معیت میں اپنے آپ کو بیتِ عتیق میں ۔ گے تو کبھی روضہ الجنتہ میں خاموشیوں کے لہجے میں مصروفِ ثنا خوانی...... ٘ او ٘ ! تو اس مجموعے کو قبول فرما اور در ۔ رِ رسا تـؐ سے بھی اسے شرفِ قبول ہو کہ یہی صلہ وشاعر ہے اور بس۔

(حمدو / ابوالامتیاز ع۔س مسلم، ۱۹۸۴ء)

اسوۂ احمد مختار اور حافظ کی گوئی

ہمارا دور گوئی کا دور ہے۔ وقت کی دش نے ا ن کو ۔رگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم تہ پہنچادیہ ہے۔ اقبال نے آج کے ا ن کے مسئلہ کو یوں بیان کیا ہے۔

آدم کو ثبات کی طلب ہے
دستورِ حیات کی طلب ہے

ثبات کا مکمل ترین بشری نمونہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات امی ہے جن کا ہر پہلو اللہ کے رنَ کی شہادت ہے اور اللہ کے رنَ سے بہتر رنَ اور کون سا ہوگا؟ اللہ کے یہ رنَ صفاتِ الٰہیہ ہیں اور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود فرقان حمید نے مسلمانوں کے لئے رؤف و رحیم کہا ہے۔ یہی ذات جو فنا کے دشتہ میں روضۂ بقا کی طرح تھی وہ دستور حیات لے کر آئی جو قرآن حکیم اور اس کی نتہ سے عبارت ہے۔

جناب حافظ عبدالغفار حافظ کے منتخب نعتیہ اشعار پہ ڈالتے ہوئے یہی احساس میرے قلب وفکر میں ابھرا کہ وہ مقامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے رمز شناس اور فریضۂ ت کے نکتہ داں ہیں۔ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت میں یں ترین حثیت رتہ ہیں اور آج خود سرکار ختمی مرتہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تزکیۂ کا وسیلہ ہے۔ جناب حافظ یہ نکتہ شاعری کی ز۔ں میں ۔ڑے سلیقے سے ۔ر ۔ر پیش کرتے ہیں۔

اسوۂ احمد مختار پہ چلیئے ورنہ

ٹوٹ کر شیشہ کردار بکھر جائے گا
ٹوٹ جائے گا طلسم ٰ دش ایم بھی
احمد مختار کی سیرت پہ چل کر دیکھنا

دوسرے شعر میں تو جیسے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا پورا عہد اور اسلامی ریخ کا ہرزریں دور سمٹ آ یہ ہے۔ اقبال نے بھی یہی نکتہ دوسرے ا از سے بیان کیا ہے

ایم کا مر . نہیں را . ہے قلندر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور ان کی آنکھوں کے دیکھنے والوں کے قدموں تلے مسافتیں سمٹ گئی تھیں اور وقت کے پیمانے . ل گئے تھے۔ اس زمانے کی معلوم د کا بہت بڑا حصہ تیس سال کے ا را راسلام کے ز یا آ چکا تھا۔ احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اتباع کرنے والوں کے سامنے ا یان کے وقار وعظمت نے سر جھکا دیا تھا اور رومتہ الکبریٰ کی قوت سجدہ ر ہوگئی تھی۔

جناب عبدالغفار حافظ کی نعتوں کے کتنے ہی موضوعات ہیں۔ وہ حرفِ کن فکاں کا راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو سمجھتے ہیں۔ عبدِ کریم وعظیم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رب کی قر . ت کو بھی جا ہیں۔ ان کی شفا ت کے امیدوار بھی ہیں لیکن ان کی گوئی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ کریمانہ پ خاص طور پ زور دیا ہے اور بجا طور پ کیو اللہ تعالیٰ نے سرکار مدینہ' آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ز . نی قرآن عظیم میں یہ . ت اہل ایمان سے کہلوائی ہے۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی

. . اللہ کی محبت اور ٰ ہوں کی مغفرت کا راستہ اتباع محمد عربی الصلوٰۃ والسلام ہے تو اس سے زیدہ اہمیت اور کس . ت کی ہوسکتی ہے۔ جناب حافظ نے اپنی گوئی میں

اسی قرآنی حکمت کو سمجھا اور سمجھا یہ ہے۔

کوئی کہیں سے چھیڑے افسانہ زندگی کا

ہے اسوۂ محمد پیمانہ زندگی کا

اسوۂ حسنہ ی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جناب حافظ کی فکرو حافظہ کے طاق میں وہ چراغ بھی روشن ہے جس کا پہلا شعلہ غارحرا میں چمکا تھا اور تر ری د کو روشن کر گیا تھا اور جس کی روشنی کے حلقے اور دائرے

ت بڑھے اور پھیلتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے تیئیس برسوں کے ان ربانی پیغامات نے اس کائنات کے آخری دن اور قیامت کے بپا ہونے کے ہنگام ت کے لئے انسانی ہدایت اور آ ربانی کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ عبدالغفار صاحب کے ذہن کو اللہ تعالیٰ نے اس پیغام سے منور فرمایا ہے اور ان کے کلام کو بھی۔

حضور نے سرِ فاراں جسے جلایا تھا

وہ شمع آج بھی روشن ہے آب و تاب کے ساتھ

گوئی جناب عبدالغفار حافظ کا محض ایک مشغلہ نہیں بلکہ یہ ان کا مقصد حیات بن گیا ہے اور ان کی اس لگن اور ذوق نے ان پر نہایت مشکل زمینوں اور ردیفوں کو سہل کردیا ہے۔ زمین غالب میں یہ شعر ملاحظہ ہو۔

مِ ا یہ مرتبۂ عظمتِ شہ کے باب میں

اپنے کلام پاک میں کہتا ہے خود خدا کہ یوں

اور اب تو ان کے ذوق گوئی کا وہ مرحلہ اور منزل ہے کہ

اس پیشہ کو کی لکھ دے حافظ

ہاتھ میں آئے ے . کوئی سادہ کاغذ

کاغذ کی ردیف، صرف حضور کی محبت سے یوں ایک روشن راستہ بن گئی ہے۔

جناب عبدالغفار حافظ کے لئے یہی دعا ہے کہ

؎ اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے!

(ارمغانِ حافظ/حافظ عبدالغفار حافظ، ۱۹۸۵ء، اقلیم ، کراچی)

تلاشِ جلوۂ حرفِ سپاس

صرف ای   صنفِ سخن نہیں۔ یہ اظہار وسکوت کا سنگم ہے۔ . . بے ز.نی‘ ز.ن بن جائے تو   کا کوئی شعر .زل ہوت ہے۔   ’ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شاعر کے سارے وجود کے تعلق کے اظہار کا .م ہے۔ سارا وجودٗ میں نے یوں کہا کہ آدمی اپنی فردی ت (اور ا ادی ت) کے ساتھ ساتھ اپنی ذات میں انجمن اور غا . کے لفظوں میں محشرِ خیال بھی ہے۔ ای   امتی کے رشتے سے اس ذاتؐ کے سامنے اپنے آپ کو گم کر دینا ہماری معراج ہے‘ اور اس کے ساتھ ساتھ ا نی ت ریخ کے مبصر اور ادراک وآگہی کے د. ت نوں کے مشاہد اور طالبِ علم کی حیثیت سے ان علوم وحقائق کا شعور رکھنا جو اس امی لقبؐ کی گفتار اور عمل سے وجود میں آئے اور یوں کہ حیاتِ ا نی کا راستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے .ل َی اور صراطِ مستقیم ابھر کر روزِ موعود ت   کے لئے قائم ہوگئی......اپنے آپ کو گم کر دینے اور صراطِ مستقیم اور ا   کے مستقبل کو پ ی. کی سکت . . شعر کے قا . میں ڈھلتی ہے تو ہمیں محسوس ہوت ہے کہ اس شاعر کے لئے مقامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں بلکہ شہود ہے۔

ت بش دہلوی صا . کی نعتوں کے مطالعے نے مجھے یہی احساس د ی ہے اور میں سوچتا رہا کہ ت بش کے کلام میں ز.ن کی جو رمز شناسی ہےٗ الفاظ کے بطون میں پہنچ کر معانی کے گہر تلاش کرنے کا جو رجحان ہےٗ . ہنہ گفتاری کی جگہ رمز وایما سے ان کی جو وابستگی ہےٗ الفاظ اور مفاہیم و.ٓ.ت کے درمیان وحدت پیدا کرنے کی جو اہلیت ہےٗ

لفظوں کوہشت پہلو نگینوں کی صورت جڑنے اور انہیں شمع کی طرح روشن کرنے کی جو قدرت ہے ان . کا مقسوم و مقدر یہی تھا کہ یہ . خوبیاں اور قدرتیں نعتِ سرور کو ؐ کے سلسلے میں ان کے کام آ ۔ بش کے سفینۂ فن کو آ ساحلِ محمدیؐ مل َ ے...... ہرز ہ چیز کی طرح ہمارے سخن کو بھی اپنی منزل کی تلاش رہتی ہے۔

قرآن حکیمِ ذات وصفاتِ سیدِلولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ اور مرقع ہے اور یہ مرقع بش کے پیش رہا ہے۔

محور ہستی فقط ذاتِ رسولؐ
دین و د مصطفیؐ ۔ مصطفیؐ

نظمِ ہستی میں توازن کے لئے
ساری د اور تنہا مصطفیؐ

ایسے شعر کہے نہیں جاتے کئے جاتے ہیں۔ ہمارا دور گوئی کا دور ہے کہ ا ن خسران و مرادی کی وادی سے چاہتا ہے اور اس سعی وکاوش میں مصطفیؐ سراجِ ے ہیں۔ میرے ماں ب پ ان پ فدا ہوں۔''ساری د اور تنہا مصطفیؐ'' مقامِ ی سے آ گہی کا اظہار اس قوت سے غا . واقبال کے بعد مجھے بش کے ہاں اس طرح آ ے ہے۔

تیر قضا ہر آئینہ از کشِ حق ا ۔
لیکن کشودِ آں زکمانِ محمدؐ ۔

(غا .)

بمصطفیؐ ب ساں خویش را کہ دیں ہمہ او ۔
اَ ب و سیدی تمام بولہبی ۔

(اقبال)

آیئے اب ذرا ''دین ود مصطفیؐ یہ مصطفیؐ '' اور ''ساری د اورتنہا مصطفیؐ'' کا مطالعہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں کریں۔

سورہ الفتح میں سلسلہ کلام یہ ہے کہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے ہدا ۔ اور دینِ حق کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ۔ کہ یہ دین تمام ادین پ غا . آجائے......اوراس کے فوراً بعد ارشاد ہو ہے وکفی باللہ شھیداً۔یعنی اللہ کی گواہی کافی ہے اور اللہ کی شہادت کے بعد ہی فرما َ ی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔سورۂ سبا میں ارشاد فرما ی جا ہے'' '' اور اے محمدؐ ہم نے تم کو عالم ا کے لئے بشیر و ی بنا کر بھیجا ہے۔یہی بشارت اور یہی تنذ ی ہستی میں توازن کی اساس پ ہے۔ اور وہی ذاتِ محورِ ہستی ہوسکتی ہے جس کے لئے فرما َ ی کہ اللہ رسولؐ پ شاہد ہے اور رسولؐ مومنوں پ شاہد ہیں......اور یہ شہادت ا ی ہے۔

بش صا نے کی ہیئت کا بھی سہارا لیا ہے لیکن ان کی اکثر نعتیں ''غزل پیکر'' ہیں۔غزل جس کا ہر شعر اپنی د آپ ہو ہے۔ یہی وہ صنف ہے' جس کا ارتکاز اور وسعت ہمارے لئے عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کو سہل بنا دیتی ہے۔

حرا سے لے کے شہرِ مدینہ
مِ نور کا اک سلسلہ ہے

دوانتہاؤں حرااور مدینہ کے درمیان بش نے م نور کے اس سلسلہ کی دوں کے ب ہم پ کھول دیے ہیں جسے ہم اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔اور بش نے '' مِ نور'' کی کیب کی مدد سے ہمیں یہ قرآنی سبق د دلا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی پیروی ہی سے ہم رحم کے مستحق ہو ہیں (آلِ عمران)......اور اتباعِ رسولؐ ہی اللہ کی محبت کے دعوے کا ثبوت ہے۔

۔(آل عمران)

نصیبِ شوق اَ ان کا نقش پ بھی نہیں
مری ت کا پھر کوئی راستہ بھی نہیں

اتباع کے لئے نقشِ پ کا استعارہ کیسا بلیغ ہے۔

ا ن دل اور دماغ کا مجموعہ ہے۔ اس کے کارنا موں اور اظہار میں انہیں دونوں ا۔ا اور عناصر کی یکجائی ملتی ہے۔ تابش صا کی اسی یکجائی اور یکسوئی کا مرقع ہے۔ ان کا قلب بھی مومن ہے اور ذہن بھی مومن...... قلب وذہن' دونوں قرآنی اصطلاح فواد میں سمٹ آتے ہیں۔ تابش کی فوادِ تابش کی گواہی ہے۔ محمدِ عربی کی رسا پ ان کے ایمان اور حضورؐ کی ذات سے ان کی محبت کی۔ وہ قریہ محمدؐ میں اپنی پوری ذات کے ساتھ داخل ہوئے ہیں اور اب یہی قریہ ان کی شہرت کا ن ہے۔ وہ قریہ محمدؐ میں صبح و شام محمدؐ کی تقویم میں زندہ ہیں اور یہ وہ زندگی ہے جو آدمی کو ا۔ کی حدوں تک پہنچا دیتی ہے۔''خودی عشقِ محمدؐ سے خودنگر وخودَ وخودگیر'' ہے اور پھر آدمی موت پ غا۔ آجا ہے۔

بہت کروٹیں اس زمانے نے ۔لیں
نہ ۔لے صبح و شامِ محمدؐ

اس حقیقت تک پہنچ جا۔ اپنی زندگی پ شہادت دینا ہے۔

تابش صا ۔ زبان کی صحت کے ۔رے میں نہایت سخت گیر اور روایت پ ہیں۔ وہ ان دو تین آدمیوں میں سے ہیں جنہیں میں دلّی کا لہجہ قرار دیتا ہوں لیکن عشقِ نبیؐ کے مرحلوں میں ایسے مرحلے بھی شامل ہیں جو زبان کے زا ان کو توڑ دیتے ہیں۔

۔ ۔ دیرِ نبیؐ میں آیا ہوں
اک نئی زندگی میں آیا ہوں

یہ احساس بہت شدید ہے کہ دیرِ نبیؐ ایک نئی زندگی ہے۔ تابش صا ۔ اپنی غزل

میں نئی ز ندگی میں آ نہ کبھی نہ کہتے لیکن میں ای شدی نہ بہ کے اظہار نے ان کے روایتی ذوقِ ز بان دانی پ غلبہ حاصل کرلیا۔''نئی زندگی میں داخل ہو'' کتنا محدود اظہار ہوت۔عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ ۔ ۔ نبیؐ اپنے اظہار کے طر خودت اشتا ہے۔

ت بش صا ۔ کی گوئی کے محاسن اور ان کے نعتیہ اشعار کے ت ش کو تفصیل سے پیش کر اس وقت میرے لئے ممکن نہیں۔ دوای اشارے او راپنے پسندیدہ شعروں میں سے چند آپ کی مت میں پیش کروں گا۔

گوئی صرف اظہارِ محبت نہیں، یہاں اخفائے محبت کی منزل بھی آتی ہے ی کم سے کم اپنے اظہار کے سیلِ رواں پ بند ن ھنا پڑت ہے۔ت بش صا ۔ نے یہ کام بعض مقامات پ ردیف سے لیا ہے۔مثلاً ان کی یہ ۔

راحتِ دل، سکونِ جاں، یعنی
وہی غم خوارِ عاصیاں، یعنی

ت بش صا ۔ کی نعتیہ شاعری کی دوسری فتح تغزل اور لہجہ غزل کو سرکارِ رسا ت پناہ کے مرتبہ سے ہم آہنگ بنا ہے۔ یہ صفت ہمارے کئی ان اچھے گو شاعروں کے ہاں بھی ملتی ہے جو غزل کی صنف میں امتیاز ر ت ہیں لیکن ت بش صا ۔ غزل کو بے محا. اظہار کی صنف نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ میں نے تمہیدی حصہ میں عرض کیا ہے کہ وہ ۔ ہنہ گفتاری کی جگہ رمزوایما کے آدمی ہیں۔ان کے رمزوایما میں ضبط و کے بھی بہت سے پہلو ہیں جو کچھ تو ان کی زندگی کی قدروں کا نتیجہ ہیں اور کچھ فانی ۔ ایونی سے وابستگی کا۔ چند شعر اس اشارہ کی روشنی میں حظہ ہوں۔

گدائے مصطفیٰؐ کیا ہوَی ہوں
میں آپ اپنی تمنا ہوَی ہوں

کس قدر روشنی ہے طیبہ میں
اس قدر روشنی میں کیا دیکھیں

رشدوہدای۔ کی روشنی کی ارزانی نوعِ ا نی کے لئے اپنی جگہ' یہ عاشق .. نور سے آگے کہاں جائے۔

کرم کے ساتھ قبولِ کرم کی طاقت بھی
حضورؐ مجھ میں حضوری کا حوصلا بھی نہیں

دوسرے مصرع میں حضور اور حضوری کی نسبتوں پ غور فرمایئے اور ''ح'' کے صوتی اث سے خاموشی کی کیسی فضا تخلیق ہوئی ہے۔

ہر اک سانس کی آمد و شد رہے
مدینہ کی ۔ز ہوا کی طرح

اپنی ز۰ گی کو فیضِ مدینہ اور نسبتِ مدینہ کے حوالے کردی ہے ۔

وہ بھی سایہ تھا تیرے دامن کا
میں اَ روشنی میں آی ہوں

بقول مولا۰ سید ابوالحسن علی ۰ وی' ہر چیز کا ای شجرہ ہوۃ ہے اور مسلمان کی ز۰ گی کی روشنی اور علم کا کوئی اعتبار نہیں اَ ان کا سلسلہ دامنِ مصطفیؐ سے نہیں جاملتا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وابستگی کی بنا پ . . خاکِ مدینہ کے ذرے کہکشاں معلوم ہونے لگتے ہیں تو وہ شٰ ۔تی کیوں نہ محبوب ٹھہریں جو ان کی رسا ۔ؐ کی شاہد اور سچائی کی شہادتیں تھیں۔ صدیق اکبرؓ کہ وہ:

ثانئ اسلام وغار و. رو قبر

ہیں اور فاروقؓ تو فاروقِ بین الملتین ہیں' اور عثمانؓ غنائے رسا ۔ؐ کا نقشِ جلیل ہیں اور حیدر کرارؓ تو پ وردہ آغوشِ رسا ۔ؐ ہیں۔ ۔بش ان کے ذکر کے بغیر کہہ بھی کیسے

تھے۔

تیری سچائی کا پرتو سینۂ بوبکرؓ میں
فکر کا مظہر تیری فاروقؓ کی دانش وری
تیرےؐ جودو لطف کا آئینہ عثمانِ غنیؓ
تیریؐ صوت کا مرقع جوشِ ضربِ حیدریؓ

تابش کے مرقعِ میں شاعرانہ محاسن اور عقیدہ کی صحیح سمت...... دونوں چیزیں جمع ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاس ہم پر وا. ہے درود سلام ہو ......یہ . حرفِ سپاس کی منزلیں ہیں اور ہم پر اپنے رسولؐ او ران کے بعد کے اپنے اکا. کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ حرفِ سپاس بھی ہمیں کئے گئے اور آدابِ ادائیگی حرف سپاس بھی سکھائے گئے اور . کچھ کہہ کر آدمی کو یہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ۔

ان کے شایان ہو ایسا حرفِ سپاس
صرف لوح وقلم نے دیکھا ہے

اور لوح وقلم کے اس حرف سپاس کے نور کی چھوٹ تابش کی پر پڑ رہی ہے۔

اے زمینوں کے فرش کو بچھانے والے، اور اے آسمانوں کے خیموں کو ہمارے سروں پر بلند فرمانے والے اپنی بہترین رحمتیں اپنے عبد اور رسول حضرت محمد مصطفیؐ پر نازل فرما، جس نے تیری نیوں کو رونق بخشی اور جس نے تیرے علم کی نگہبانی فرمائی اور جو تیری مخلوق کی طرف تیری . سے بڑی آیت بن کر آیا......اور اے رب جلیل! تابش دہلوی کے حرفِ سپاس کو اپنی سرکار اور بارگاہِ ت میں درجۂ امتیاز فرما اور ان کی اس تمنا کو حقیقت بنادے۔

مرے ذہن ودل کو فراخی ملے
حرم کی کشادہ فضا کی طرح

میں ۔بش صا ۔ کاممنون ہوں کہ مجھے انہوں نے اس کارِ سعادت میں شر۔ بنا۔اور یوں مجھے ۔رگاہِ ذکرِ رسا ۔ میں چند لمحے ۔ارنے کا موقع ۔ ا اس سلسلے کو جاری رکھے۔

(تقدیس/ ۔بش دہلوی، ۱۹۸۵ء، ادب گاہ، کراچی)

نسبت ارمان

حضرت ارمان اکبر آ. دی مرحوم کا ۰م اپنی ساری نسبتوں کے ساتھ " مولوی ۃ رت علی خان آفر ی ی قادری سیمابی" تھا۔ مولوی وہ اپنے علم کے اعتبار سے تھے۔ " خان" اور " آفر ی ی" کے لاحقے ان کے کا اظہار کرتے ہیں، قادریہ سلسلہ سے تعلق نے انہیں قادری بنا ی اور حضرت سیماب اکبر آ. دی سے تلمذ کی بنا پ وہ سیمابی ٹھہرے۔ ویسے تصوف اور ۃ کیہ نے ان کی فطرت کی سیما. ی کو مسخر کرکے انہیں سکون کر د ی تھا اور ی د رسول اکرام ﷺ نے انہیں " قراری" بنا د ی تھا در رسول کریم ﷺ ان کا وطن ہے۔

بنی کریم ﷺ کی معرفت تصوف اور ۃ کیہ کا پہلا مرحلہ بھی ہے اور آ ۃ ی مرحلہ بھی۔ مقام محمدی ﷺ کی طرف سفر کرنے والوں کو مطمئنہ اور ز. ن حمد کی جاتی ہے حمد کی شا ی وہی ذات ہے جو حسن و تنا . کا آ ۃ ی نقطہ ہو اور جس کی ذات کے ساتھ اس کی صفات بھی شہکار جمال و توازن و تنا . ہوں۔ اللہ کی یہ صفات اس کارگہ جمال و جلال میں ہر سو منعکس ہیں۔ یوں حمد کی سراوار ذات اپنا اظہار اس سطح پ کرتی ہے کہ اس کے اختیاری محاسن کی . ی ں ہمیں بے ساختہ حمد کرنے پ مجبور کر دیتی ہیں اور اس عمل میں ہمارا سارا وجود شامل ہو ۃ ہے۔ حمد کے لئے لازم ہے کہ جس ذات کی حمد کی جا رہی ہو اس کی صفات اور کمالات کا پوری طرح ادراک اور علم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ ادراک و علم حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کرامی کے طفیل ہمیں نصیب ہوا۔ وہ رسول جو " احمد" تھا اور بے حد حمد کرنے کا عمل جس کا اسم صفاتی

ٹھہرا۔ وہ رسول جو " محمد " تھا۔ اس نے اس درجہ اپنے منبع و مصدر کی حمد کی کہ خود " وجہ حمد و ستائش "بن َ ی۔ وہ رسول جو مقام محمود پ ا. اَفا ٗ ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ حُزن و خوف اس کے جوار میں قدم نہیں رکھ ت ، اور یہی مقام دوسروں کے لئے ۔ ش سکون و قرار ۔ ت ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر ذات رسا ت مآب ہمارے لئے حصار حفاظت بن گئی ہے۔

حضرت ارمان اکبر آ.دی مرحوم کی نعتیہ شاعری میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی پ سداری کے ساتھ ساتھ معبود و عبد کے اس رشتہ کو ۔ ڑے سلیقہ سے پیش کیا َ ی ہے۔ یہ رشتہ جو حمد، حامد، محمود، احمد اور محمد کا احاطہ کر ت ہے یوں دیکھیے تو حضور ﷺ کی ذات و صفات کی بنا پ آپ کی تعریف بھی لغوی طور پ حمد ٹھہرتی ہے، لیکن توحید کی اما ت ہمارے سینوں کے سپر د کی گئی ہے اور اس اما ت کا تحفظ ہمیں مجبور کر ت ہے کہ ہم اس حمد کے لئے کوئی اور اصطلاح استعمال کریں اور یہی اصطلاح ہے۔ اس ذات اعظم کی مدح و حمد ہے جس نے اپنے ۔رے میں ان حقائق کا انکشاف کر کے ہمارے لئے اپنی معرفت کے راستے کو آسان بنادی کہ:

" اللہ نے ۔ سے پہلے میرے نور کی تخلیق فرمائی۔ ۔ ۔ آدم پ نی اور مٹی کے درمیان (تخلیقی مراحل سے َ ٗ ر رہے) تھے، میں اس وقت بھی بنی تھا۔"

مولا ۔ ش رت علی خان قادری، اکبر آ.دی مرحوم کی گوئی میں مقام محمدی کی تفہیم کے ساتھ ساتھ وہ دلِ ۔ صبور بھی ہے جسے شکیبائی کچھ اور مضطر بنادیتی ہے۔

فنّی طور پ جناب ارمان کی بیشتر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں، اَ چہ انہوں نے مخمس اور مسدس بھی لکھے ہیں اور دوسری اصناف کے ذریعے بھی اپنا اظہار کیا ہے۔ ارمان صا ۔ نے اپنی کو بھی غزل ہی کہا ہے اور بجا طور پ ۔ غزل روح کا

تا انہ ہوتی ہے اور عشق سے اس تا انے اور نغمے میں وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے تغزل کہتے ہیں۔ اس اصطلاح (تغزل) کو ای نئی بلندی اور گہری معنوی کرتی ہے۔ غزل کی اشاری اور ایمائیت تو ہر اس شعر کو کی حدود میں شامل کر دیتی ہے جو محدود سے سفر کرتے ہوئے لامحدود کو چھوی ہے، خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو۔

میں یہ نکتہ اس سے پہلے بھی دوسری تحریوں میں بیان کر چکا ہوں مثال کے طور پ غا . کا یہ شعر لیجیے:

زبان پہ بارِ ای یہ کس کا نام آی
کہ میرے نے بوسے مری زبان کے لیے

آج اس شعر کو سن کر ہمارا ذہن صرف اپنے نبی ﷺ کی طرف منتقل ہوتا ہے، تجمل حسین خاں کی طرف نہیں کیو یہ لباس شعر ان کی قامت سے کوئی نسبت نہیں رتا تھا۔ اسی طرح احسان دانش مرحوم کا یہ شعر ذکر رسول کے غنچہ کی پڑ کی طرح ہے۔

ہوا ماری ماری پھر رہی ہیں
تا نقشِ کفِ پ ڈھونڈنے کو

ہواؤں اور تاریخ کے عوامل کا یہ سفر صدیوں سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ حضرت ارمان کی نعتیہ غزلوں میں کتنے ہی ایسے اشعار ہیں جن میں نبی آخر الزمان ﷺ کا اسمِ امی نہیں آی، نہ آپ ﷺ کی زندگی کے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن ان اشعار میں جذبہ کی بے کرانی اور اُس مرد صدق و صفا سے شاعر کا رشتہ ان کی کو متعین کرتا ہے۔ ان اشعار میں " لامکا "اور "لازما " کی جو نمود ہے وہ انہیں کے اشعار بنا دیتی ہے۔

تجھے تسکین جاں کہہ کر عجب تسکین ہوتی ہے

ا سکہ رواں جاں پ، ارشتہ رگِ جاں سے

انہی کا م سن کر آ ے تھا م امکاں میں

انہی کا م لے کر جارہا ہوں مِ امکاں سے

دوسرا شعر سہل ممتنع اور حسن تکرار کی ای ئندہ مثال ہے۔ یہ خوبیاں صرف فنی اور لفظی محاسن نہیں، بلکہ یہ الفاظ پ بہ کی فتح کی علامت اور ن ہیں۔ دوسرا شعر فانی کے اس نہای معروف اور مشہور شعر کی ی د دلا ہے۔

سن کے تیرا م آنکھیں کھول دیتا تھا کوئی

آج تیرا م لے کر کوئی غافل ہو ے

ممکن ہے کہ حضرت ارمان کے سامنے فانی کا یہ شعر رہا ہو، لیکن عشق رسول ﷺ نے ان کے شعر کو عجب سیاق و سباق دے دی ہے۔ ایسا سیاق و سباق جس نے اس شعر کے کینوس کو ڑی وسعت کر دی ہے۔

عشق لفظوں میں ڈھلتا ہے تو شعر کے آہنگ سے دو رہ نئے ا از سے آشکار ہو ہے۔ بہ کتنے مطلعوں سے اُبھر اور اپنی نقش بندی کر ہے۔ ارمان مرحوم کی نعتوں کا آہنگ ای ایسی غنائی کیفیت اور موسیقی اپنے دامن میں ر ہے جسے "اجتماعی موسیقی" کہہ ہیں، ی ی نفسیات کی مدد سے ہم یہ کہہ ہیں کہ یہ اشعار "اجتماعی لاشعور" کی تخلیق ہیں۔ کچھ بحریں ایسی ہیں جو اپنے ارکان کی نغمگی کے ساتھ کئی نسلوں سے ہماری فضاؤں میں گونج رہی ہیں......ارمان صا کی کئی نعتیں ایسی ہی بحروں میں ہیں۔

ہائے میرا خواب میں وہ روئے انور دیکھنا

....

ہر شے میں جھلکتی ہے سرکار کی رعنائی

....

وہ ماہِ رسا ت کیا کہنا، وہ مہر ت کیا کہنا

ان بحروں کی مانوس اور آشنا نغمگی جیسے ہمیں ذکر حضور ﷺ کی محفلوں میں پہنچادیتی ہے جہاں لبوں سے ۔ والے الفاظ خوشبو اور روشنی کے قا ۔ میں ڈھل جاتے ہیں۔

حضرتِ ارمان کی نعتیہ غزلوں میں وہ قرآنی اشارے، علامتیں اور مضامین بھی کثرت سے موجود ہیں جو اردو کی نعتیہ شاعری کا ای حصہ بن چکے ہیں، لیکن ان علامتوں اور اشاروں کو انہوں نے اس طرح استعمال کیا ہے کہ یہ علامتیں ان کے ذاتی تجربے کی حدود میں داخل اور شامل ہوجاتی ہیں۔

رتبہ تو ۔ا جانے، ہم نے تو یہ جا ہے
طٰہٰ ہے لقب ان کا، یٰسین خطاب ان کا
واللیل حجاب ان کا، والشّمس ب ان کا

تمھاری رفعت کا کیا ٹھکا، ر وہاں ت ہو ۔ کسی کا
مکان قوسین ڈھونڈ ھ مارا، تھکے ہیں ۔ لامکان والے

قرآن کریم کے حروفِ مقطعات کے مفاہیم اللہ کو معلوم ہیں یا اس کے رسول کو ،لیکن اس امت نے ان حروف کو ذات محمدی ﷺ کا استعارہ جا ہے۔

وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی قرآں وہی طٰہٰ

اور اقبال کی یہ دلیل بھی کتنی روشن ہے۔ حضرت صد رضی اللہ عنہا کے قول سے اس کا دامن بندھا ہوا ہے۔

" المومنین! ہمیں بنی کریم ﷺ کے اخلاق کے ۔رے میں کچھ بتائیے۔"

" کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟"

قرآن عظیم کے الفاظ و اصطلاحات نے سراپائے رسول کے ذکر کے لئے فجر و لیل، شمس و قمر کو علامتوں کے مرتبہ پہنچادی۔ ہمارے ای دو   میں سراپ اور " ذکر گیسوو رخسار" کے بہت خلاف ہیں۔ میں اس نقطۂ سے اپنے اختلاف کا اظہار پہلے بھی کرچکا ہوں۔ " شمائل ی"حدیث کے ای مستقل موضوع کا م ہے۔ صحابۂ کرام حضور ﷺ کے رخساروں میں سورج بلکہ سورجوں کو تیرتے ہوئے دیکھتے تھے جن کی چھوٹ ہمارے درو م سے سقف فلک پڑتی تھی، اور ہم چودہ صدیوں سے زیدہ کے فاصلے پ کھڑے یہ سوچتے ہیں کہ وہ و رخسار کیسے تھے؟ اور اس کا جواب اس تمام لطافت وحسن سے عبارت سے ہو ہے جو ہماری شخصیت کی فت میں آسکے۔

گوئی میں ای مسئلہ " تو" اور " تم"کے استعمال کا ہے۔ بعض صاحبان اپنے افتخار کے طور پ یہ بت کہتے ہیں کہ " ہم نے میں کہیں تو اور تم کے الفاظ استعمال نہیں کئے۔" کوئی لفظ خود بے قدر ی کم قدر نہیں ہو۔ انہیں اختیار نسبت سے حاصل ہو ہے۔ ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو غنی اور علی کو ب العلم کس نے بنای؟ اس نسبت نے، اور یہی نسبت " تو" کو ہماری زبن کا سے معتبر لفظ بنادیتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمارا تعلق محض ضابطہ کا نہیں۔

یہ تعلق تو نغمہ روح اور حدیث شہ رگ ہے۔ اس قر کے ر کو " تو" کا لفظ ہی سہار سکتا ہے۔ یہی لفظ اس رب جلیل سے بھی ہمارے تعلق کے اظہار کی اساس ہے جو رگ جاں سے بھی قری ہے۔ حضرت ارمان کی نعتوں میں تو اور تم، دونوں ضمیروں کا اعتبار دی نی ہے۔

کلامِ اولین بھی تم، پیامِ آ ی بھی تم
جہاں کی ابتدا تم ہو، جہاں کی انتہا تم ہو

....

دل میں میں ہے یہ د تیری، . پ ہے ٔم تیرا
اب دین ہے تو یہ ہے، ایمان ہے تو یہ ہے

آ ٔ ی شعر اردو غزل کے کلا یہ لہجے میں اس حقیقت کا اظہار ہے جسے اقبال نے اس طرح ادا کیا ہے کہ فارسی سے عہد . یہ کی اجنبیت کے علاوہ یہ شعر ضرب المثل بن َ یہ ہے۔

بہ مصطفیٰ . ساں خویش را کہ دیں ہمہ او ...
بہ او َ نہ رسیدی تمام بولہبی ...

جناب ارمان کی نعتوں کے مطالعہ کے . رے میں شرحِ صدر کے ساتھ یہ . ت کہہ سکتا ہوں کہ حضور مصطفیٰ ﷺ یہ رسائی حاصل کرنے والوں میں ان کا ٔم شامل ہے۔ اپنی نعتوں میں کہیں کہیں وہ اس وادی میں بھی پہنچ گئے ہیں کہ احمد اور احد کے فرق کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اللہ کی شانِ رحیمی سے امید یہی ہے کہ اسے اس لغزش مستانہ پ پیار آ یہ ہوگا۔

(سروش سدرہ /ارمان اکبرآ . دی،۱۹۸۶ء ، مرتبہ: ڈاکٹر صد ارمان)

رسا ۔ مآب ﷺ اوراقبال صفی پوری

آج نعتیہ شاعری اور نعتیہ مشاعرے ہماری ثقافت اور تہذ زن گی کا حصہ ہیں۔ ان کے فروغ اور ہمہ جہتی وسعت میں بہت سے عوامل شامل ہیں۔ میں اقبال صفی پوری کو ان عوامل میں شامل کرت ہوں...... ۔ت ان کی نعتیہ شاعری کی عشقیہ لے اور ''روحانی تغزل'' ۔ محدود نہیں بلکہ انہوں نے نعتیہ شاعری کے لئے ہماری سما ۔ کی تسکین اور ۔ی۔ کی خاطر نعتیہ مشاعروں کے ادارہ کی طرح ڈالی۔ اب پ کستان کے مختلف شہروں میں عوامی سطح پ سالانہ نعتیہ مشاعرے منعقد ہوتے ہیں۔ ان مشاعروں کا شجرہ اقبال صفی پوری کی مساعیِ جلیلہ سے جاملتا ہے۔

سعادتوں کا یہ سلسلہ محض اتفاق سے عبارت نہیں۔ یہ سعادت ان کی خا انی روای۔ اور ان کی میراث ہے۔ اقبال صفی پوری کے دادا حضرت شاہ خلیل احمدؒ صوفی تھے اور ان کا دل سرچشمۂ صفا تھا۔ اس سرچشمے کا تموج اکثر شاعری کا روپ دھار ۔ او ران کے ۔ ۔ت لفظوں کی مدد سے قلب کی گہرائیوں سے نکل کر ز ن اور کاغذ کی سطح کا رخ کرتے......پھر ان کے عشق نے ان کے لئے ز نوں کے حدود مسخر کردیئے تھے۔ وہ اردو ٗفارسی اور ہندی ز نوں میں شعر کہتے۔ ان کے مجموعہ ''خیا ن خلیل'' میں ایسے کتنے ہی گلہائے سرمدی آتے ہیں جن میں صبغتہ اللہ بھی ہے اور رسول اکرمؐ کی خوشبو بھیٗ اقبال صفی پوری کے ۔۔ حضرت عز صفی پوری ہمارے شعرائے متا ین کے طبقۂ اول کے معتبر فارسی گوشعراء میں شامل ہیں۔ وہ غا جو اپنے قاری کو دعوت دیتے تھے۔

فارسی ہیں ۔ بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ

غالب بھی عزیز صفی پوری کے نقش فارسی کی دل آویزی کے قائل تھے۔

اقبال صفی پوری کو تصوف اور شاعری کی دولتیں میراث میں ملی ہیں۔ اگرچہ ان کی زندگی میں ان کی ترتیب معکوس رہی ہے لیکن اب ان میں نئی نسبت اور تناسب پیدا ہوگیا ہے۔ ہمارے بچپنے میں موسم سرما کا سب سے اہم سلسلہ واقعات سالانہ مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ جگر مرادآبادی، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، احسان دانش اور شعری بھوپالی کے بغیر مشاعرے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان لوگوں کے بعد ہمارے لڑکپن میں راز مرادآبادی، مجروح سلطان پوری اور نشور واحدی کے نغمے فضاؤں پر چھانے لگے اور انہیں کے کچھ بعد شکیل بدایونی اور اقبال صفی پوری کی آواز اور کلام کا دور شروع ہوا۔ اس فہرست میں فنا نظامی اور خمار بارہ بنکوی کے نام بھی شامل کرلیجئے۔

میں نے اقبال صفی پوری کو اسی عہد میں دیکھا۔ ان کے کلام کی موسیقیت اردو زبان کے اس انداز نے جو مہذب گفتگو سے قریب تر ہے، مجھے متاثر کیا...... دید اور شنید کا یہ سلسلہ پاکستان بننے کے بعد تک جاری رہا اور پھر یہ دید وشنید ذاتی ملاقاتوں اور شناسائی میں بدل گئی۔ اس پوری مدت میں، میں نے دیکھا کہ اقبال صاحب میں رکھ رکھاؤ کے ساتھ انکسار ہے۔ وہ روشتوں کا احترام کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں (حضرت) ثاقب کانپوری کا بیٹا ہوں تو ان کے رویے اور برتاؤ میں شفقت، محبت اور احترام کا کچھ ایسا امتزاج نظر آنے لگا جس کو کوئی نام دینا میرے لئے مشکل ہے۔

اقبال صفی پوری نے مشاعروں کو بہت کچھ دیا اور مشاعروں سے پایا بھی۔ بات کو صفائی سے کہنا، شاعری کا غنائی لہجہ، آشنا مضامین میں اضافہ معانی کی کوشش، یہ سب پہلوان کی شاعری میں موجود ہیں۔ اس شاعری میں ان کی غزل بھی شامل ہے اور بھی۔ اقبال کے اس نعتیہ مجموعہ کی بیشتر بلکہ تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔

انہوں نے غزل کے پیکر کو مدحتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبائے نور کی ہے۔ اس سے ا‌ ازہ ہوسکتا ہے کہ غزل سے ان کی طبیعت کوکیسی منا ۔ت ہے۔ ۔ت صرف ہیئت اورتکنیک ت ہی محدودنہیں رہی بلکہ انہوں نے غزل کی علامتوں اور اشاروں سے اپنی گوئی میں کام لیا ہے۔''معاملہ' سپردگی' آرزو جستجو' نغمہ' روشنی' سجدہ' اور در'' وغیرہ لیکن ان کی میں ان علامتوں کا سیاق وسباق ہی نہیں بلکہ منظر وپیش منظر اور معنوی سطح ت ......ہر چیز ۔ل جاتی ہے' جس طرح حضورؐ کی دلوں کی د ۔ل دیتی تھی اسی طرح انؐ کا ذکر لفظوں کی سطح اور معانی کو ۔ل کر نئی بلندیں کر دیتا ہے۔اس موقع پ ای نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرا‌ چاہوں گا' وہ یہ کہ ۔ ۔ بھی کوئی شاعر محدود سے لامحدود کی طرف سفر کرے گا وہ حمد ی کی وادی میں پہنچ جائے گا۔ ۔ ۔ کسی عام آدمی کی تعریف اس کے احوال اور ظرف سے ز یدہ کی جائے گی تو وہ اس مد ت کا مصداق نہیں رہے گا اور مد ت شاعر کے ارادے اور شعور کے بغیر در ۔ر رسا تؐ کا رخ کرلے گی۔ غا ۔ کامشہور شعر ہے۔

ز ۔ں پہ ۔ر ‌ ای! یہ کس کا‌م آ ی
کہ میرے نے بوسے مری ز ۔ں کے لیے

آج ہر پ ڑھنے والا' ‌‌ والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔رگاہ عالیہ میں اپنی عقیدتوں کا ‌‌ رانہ پیش کرنے والا اس شعر کو کا شعر قرار دیتا ہے۔ اور جاننے والوں کے ذہن میں بھی یہ ۔ت نہیں آتی کہ بظاہر یہ شعر کسی تجمل حسین خان کے لئے کہا َ ی تھا۔ احسان دانش مرحوم سے ان کی وفات سے کوئی دس ۔رہ دن پہلے میری قات ہوئی' انہوں نے ای شعر سنا ی۔

ہوا ماری ماری پھر رہی ہیں
ت انقشِ کفِ پ ڈھو‌ ڈنے کو

میں نے بے ساختہ کہا......''   کا کیا اچھا شعر ہے''...... وہ قدرے خاموش رہے اور پھر فرمای کہ ٹھیک کہتے ہو......سچ تو یہ ہے کہ تخلیقی عمل بہت پیچیدہ اور تہ بہ تہ اپنے قوا   آپ مرت کرنے والی شے ہے۔ اس میں آدمی کی پوری ذات وابستہ ہوتی ہے۔ اختیار اور جبر، شعور اور لاشعور،پوری واضح تصو یں اور الفاظ کے اپنے اظہار کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔

اقبال صفی پوری کی شخصیت کا یہ پہلو جسے ہم دینی پہلو کہتے ہیں۔مدتوں خود ان پ پوری طرح واضح نہیں،لیکن اس کا اظہار کسی نہ کسی پہلو ہوت رہا۔

خون بولتا ہے اور......عشقِ ا رسولؐ ان کے خون میں دش کرت رہا ہے۔

اب ذرا ان کی غزل کے یہ چند عشقیہ اشعار حظہ ہوں۔ کیا لفظ نور عشق الٰہی اور ''روشنی'' مدحتِ رسولؐ سے منور نہیں ہے۔

مری زن گی ہے محکم، مرا عزم ہے مکمل
میں جہاں بھی سر جھکادوں، وہیں تیرا آستانہ
میری زن گی تاغم، تا غم متاعِ عالم
مرے ساتھ صرف تو ہے، تے ساتھ ہے زمانہ

ٹھوکریں کھاکے آ   گے آ یہیں، ہم جہاں جا   گے ہم ۔ھرجا   گے
آپ کو چھوڑ کوئی آسان ہے، آپ کو چھوڑ کر ہم کہاں جا   گے
اس قدر دل شکستہ ہیں کیوں اہل غم ،نسبتِ غم تو خود ہے دلیلِ کرم
آ وں سے جودامن بھرے ہیں ابھی، ای دن موتیوں سے بھی بھرجا   گے

میں ساقی کو دیکھوں کہ د   کو دیکھوں
یہ د   تو یونہی ۔ل جائے گی

میں کرلوں ہر تمنا سے کنارا
مجھے مل جائے بس دامن تمہارا

بے سہارا جو کوئی آبلہ پ ہوت ہے
اس قدم پ ت ا غم راہ ہوت ہے

چند شعر کسی سعی وکاوش کے بغیر اقبال صفی پوری کے مجموعہ غزل ''شاخِ گل'' کی ورق َ دانی کرتے ہوئے سے َ ٔرے اور یہ شعر اس نکتے کی وضا ت کرتے ہیں بلکہ اس کی دلیل فراہم کرتے ہیں جو میں نے آپ کی ٔ مت میں پیش کیا۔

اقبال صفی پوری کی ان کی ذات کا اظہار ہے۔ یہ آج کے ادبی فیشن سے عبارت نہیں بلکہ ان کی روح کا نغمہ ہے۔ وہ نغمہ جسے وہ نغمۂ نور کہتے ہیں۔

ابھر رہی ہیں شعاعیں ہر سوٗ کھلے ہیں . مد ت نبیؐ میں
وہ نغمۂ نور چھیڑ اے دل کہ ڈوب جاؤں میں روشنی میں

حضور نبی کریم کے حسنِ جاوداں اور حسن ہمہ کو دیکھنے والوں نے اپنے ظرف کے مطابق دیکھا۔ جمالِ ی ر پ کا ٹھہرٔ ہی کیا آسان ہے......؟ معاملہ یہ ہوت ہے کہ کبھی وہ جمال پھول بن جات ہے اور کبھی رخسار اور رخساروں میں سورج تیرتے ہوئے آتے ہیں۔ حسنِ حجاب ٔت ہے یوں کہ حسن کا ای پہلو سامنے آجات ہے' کبھی ''ہجوم لالہ وگل''، کبھی ''خندۂ . ق وشرر'' آپ شمائل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ فرما تو یہی عالم آئے گا' چودہ سو سال کی دوری اور مسافت پ کھڑے اقبال صفی پوری اور ان کے معاصر حقیقی گو شعراء بھی جلوہ رسولؐ کو اپنے اپنے ذوق آرزو اور احوال وظرف کے مطابق دیکھ رہے ہیں۔

اقبال صفی پوری کے ہاں جلوہ محمدیؐ کی . ی ں مختلف عنوانوں سے آتی ہیں لیکن

ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ان کا . سے اہم اشارہ اور علامت ''نور'' ہے۔ وہ اسی نور کی روشنی میں ڈوبنا بھی چاہتے ہیں اور ز ہ بھی رہنا چاہتے ہیں۔ یہی نور ز گی کے راستوں اور قرینوں کو منور کرتا ہے......قرآن مجید نے بھی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قرار دیا ہے۔

(المائ ہ)

نور اپنے وجود پر آپ دلا ت کرتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ز گی ای معجزہ اور دلالتِ ت تھی......اس ز گی کا ہر لمحہ ایسا روشن اور واضح تھا کہ اس کی روشنی کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے کسی اور روشنی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ز گی کا ای ایسا مر ی نکتہ ہیں کہ ہم اشیاء کو انؐ کے نور میں دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اشیاء ہمیں انؐ کے حضور لے جاتی ہیں...... چیزوں کو یہ اسی نور سے بہا حاصل ہے' یہ پھر چیزیں اسی کی تلاش میں مصروف ہیں۔ اقبال کے الفاظ میں۔

ہر کُجا بینی جہان رن وبو
آں کہ ازخاکش . وی آرزو
یہ زِنور مصطفیٰ او رابہا ت
یہ ہنوز ا ر تلاش مصطفیٰ ا ت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہر شے کے مقام کا تعین کرتا ہے۔

فروغ حسن سے تیرے چمک گئی ہر شے
ادائے رسمِ بلالی وطرزِ بولہبی

اقبال صفی پوری شنا ت نور کی اسی منزل پر فائ ہیں اور ان پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نور کی کر انہیں اپنے آغوش میں لئے رہتی ہیں۔ یہ عشق رسول کی .۱۰ ہے۔

یہ عجب معاملہ ہے، یہ عجب سپردگی ہے
میں کسی طرف بھی جاؤں مرے ساتھ روشنی ہے

روشنی کے ساتھ ساتھ وہ خوشبوئے رسا کے ادراک سے بھی سرفراز فرمائے گئے ہیں، اور یہ شعور بھی انہیں ہوا ہے کہ حضورؐ ہماری ز گی کا معیار ہیں۔ وہی ہیں کہ جن کا اسوۂ حسنہ ہمارے ا ازِ ز کے قرینوں کا تعین کر ہے۔

ہے عجب حسین و دل کش مری ز کا قرینہ
مری آرزو محمدؐ میری جستجو مدینہ

سروری صرف اس ذات بے ہمتا کو ز یبا ہے اور ہر سجدہ بندہ مومن اسی کے لئے مخصوص ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور د یر میں جیسے سر میں ا سجدہ مچلنے لگتا ہے اور الحمداللہ کہ فرزانگی، توحید اور شریعت کے آداب اس سجدہ بے ب کی ادائیگی کو روک کر اس بے کو ہماری ذات کی شنا بنادیتے ہیں۔ اقبال صفی پوری نے اس مرحلہ شوق کو کیا خوب بیان کیا ہے۔

نہ سر سے ا ہو، نہ کھل کر ادا ہو
اک ایسا بھی بے ب سجدہ ہے سر میں

اور اس سجدہ کی کچھ کچھ ادائیگی ان کی گوئی ہے۔

(رحمت لقب/ اقبال صفی پوری، ۱۹۸۸ء، مر ، کراچی)

مستقیم لہجے کی شاعری

آدمی کی شنا ۔ اپنے بچوں، اپنے دوستوں اور اپنے کلام سے ہوتی ہے، بچے اُس کی تعمیری قوتوں اور اقدار کا اشاریہ ہوتے ہیں۔ دو ۔ اس کے انتخاب کا پیمانہ ہوتے ہیں اور کلام اس کے ذہن وفکر کا در ہو ہے۔ یہاں " کلام" کا لفظ گفتگو اور ز ن کے ذریعے اظہار کی تمام صورتوں کے لئے استعمال کیا ے ہے، اور ا کوئی شخص شاعر بھی ہے تو اُس کی شاعری اُس کے مُطالعے، مشاہدے، سلیقۂ ز و اظہار اور تجربوں کا احاطہ کرلیتی ہے۔

میں نے جناب تہور علی ز ی کو اُن کے دو بچوں کے آ ۓ اور اُن کی شاعری کی د میں دیکھا ہے اور ہر اعتبار سے انہیں مراد ے ہے۔ جو احتیاط اور سلیقہ وہ اپنے شعروں میں، الفاظ کے انتخاب میں ۔ تتے ہیں دہی ثقافتی وضع داری ڈاکٹر ظفر ز ی اور ڈاکٹر مہ جبیں ز ی کے کردار و گفتار میں بھی ہے۔

جناب تہور علی ز ی نے اپنی نسبی نسبت کو اپنا تخلص قرار د ہے۔ یہ نسبی تفا کی صورت نہیں بلکہ اُن اقدار سے اپنے رشتے کے اظہار کی صورت ہے جو اس مہ سے وابستہ ہیں ۔ ائے سخن میر نے کہا تھا ؎

دیواں میں شعر نہیں نعتِ رسولؐ کا
جلوہ نہیں ہے میں حُسنِ قبول کا

اس مجموعے میں کے شعر کسی رسم کی تکمیل کی خاطر نہیں پیش کئے گئے ہیں بلکہ جناب ز ی کے لئے حضور اکرمؐ کا ذکر ط رُوح کی سبیل ہے، اور یہ اُسی وقت ممکن

ہوسکتا ہے۔ ۔ کسی شاعر کے لئے ذات رسا ۔ مآب ﷺ ۱۴۶۱ سال کے فاصلے پ دل کی دھڑکن کا درجہ ر ۔ ہو۔ جناب ز ی ی کے لئے ختم الرسل ﷺ کی ذات اور ان کا وجود آج بھی ز گی بخش ہے اور اس کارواں کے امیر کارواں اور اس مے کدے کے ساقی محمد عربی ﷺ ہی ہیں:

رسائی جس کی ہے عرشِ عُلیٰ ۔
وُہی اپنا امیرِ کارواں ہے
نہ پُوچھو اُس کے استغنیٰ کا عالم
محمد کا جسے دامن ہے

فکر و کا یہی سلسلہ جناب ز ی ی کی غزلوں میں آ ہے، یہ ا ا ایسے شخص کی غزلیں ہیں کہ جس نے استغنیٰ کو اپنا لیا ہے، ز گی جس کے لئے تحیر اور تماشا ہے اور وہ اپنے آپ کو د میں گم نہیں کر جو جلوۂ زخم خنداں کو مشعل بنانے کا ہنر جا ہے۔ دل کو یہ مر ۔ دیے بغیر غزل کہنا ممکن نہیں، لیکن جناب ز ی ی نے اپنے دل کو آئینہ جہاں بنالیا ہے۔ انہوں نے چشم وا کے ساتھ ز گی اور زمانے کو دیکھا ہے، پھر اس عکس کو اپنے دل میں آ د کیا ہے اور غزل میں اس کا اظہار کیا ہے۔ یہ میر صا ۔ کی روا ۔ ہے کہ دلی دل میں گم ہوجائے۔ یہی وہ غزل ہے جو داخلیت اور خار ۔ ۔ موضوعیت اور معروضیت کی اصطلاحوں کو بے معنی بنا دیتی ہے۔ اس میں اپنی ذات بھی ہے اور زمانہ بھی۔ ز دہ واضح طور پ یہ کہنا در ۔ ہوگا کہ زمانہ اور اس کے احوال شاعر کی ذات سے ر کر غزل کی رگاہ میں ر پتے ہیں۔ یہ ذات کی کلیت اور سا لمیت کی شاعری ہے۔ چند اشعار حظہ ہوں، اور یہ عرض کر چلوں کہ ان اشعار کے انتخاب میں کسی کاوش سے کام نہں لیا ی ہے بلکہ تحقیقی منہاجیات کی اصطلاح میں "Random sampling" (اتفاقی نمونہ بندی) سے کام لیا ی ہے:

میں تو گلشن میں بھی اس طرح رہا ہوں اے دو ۔

ز گی جیسے ارے کوئی ز اں کے قری

(اور یہ شعر کاغذ پ لکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی حدی یاد آئی الدنیا سجن المومن۔ د مومن کے لئے ز اں ہے۔)

زہے زلفِ پیچاں زہے روئے ۔ ں

کبھی دل ہے کافر، کبھی دل مسلماں

زلف اور رخ ای دوسرے سے کتنے قری ہیں، جیسے ای دوسرے کا تکملہ اورضمیمہ ہوں۔ پھر زلف ان ظلمات کا اشارہ ہے جو نورِ حقیقت کے راہی کے راستے میں ہیں، اور زلف سے ر کر وہ رخ کے نور پہنچتا ہے۔ کفر و اسلام میں بھی یہی قر ہے۔ لا کے بعد الا اللہ۔

اور جو غزل اب وں کے سامنے آئی ہے اسی کے انتخاب پ اس تحری کا اختتام کیو یہ شعر شاعر کی ز نی اس کی ذات اور اس ے معاشرے پ تبصرہ کا درجہ ر ہیں:

الگ ر ہوں د بھر سے ا از بیاں اپنا

کہ مستثنیٰ ہے صوت ز یوبم سے ساز جاں اپنا

مرے احساس دی کا عالم پوچھتے کیا ہو

کوئی میری طرح جلتا نہ دیکھے آشیاں اپنا

اپنے ا از بیان کے رے میں صوت ز یوبم مستثنیٰ ہونے کی ت وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کا لہجہ مستقیم ہو، ورنہ ز یو بم کا سہارا لیے بغیر ت اور کون کرے گا؟ اور دوسرے شعر میں تو مجھے اپنے وطن کی ریخ آتی ہے۔ ا اس احساس دی کو یقین مستقبل میں لے۔ یہ تو اجتماعی ا از حیات اور رویہ لے بغیر ممکن نہیں۔ آرزوؤں سے تقد یں نہیں لا کرتیں۔ (نمودِ صبح/تہور علی ز ی، ۱۹۸۸ء)

صحیفۂ

صحیفۂ حمد کے بعد جناب لطیف اثؔ صحیفۂ   کا تحفہ لے کر د ئے ادب میں آئے ہیں ان کی غزلوں کے دو مجموعے شائع ہو کر سُرمۂ اہلِ   کا درجہ پ چکے ہیں۔ اس کے بعد اثؔ صا . نے نہای ندرت اور ا دی کا حامل مجموعہ آ ی مرت . کیا' جس کے ہر شعر میں آئینہ کی علامت موجود ہے۔ . . میں نے یہ مجموعہ دیکھا تو نے کیوں یہ عرض کیا کہ نعتیہ مجموعہ اس سے پہلے شائع ہوجائے تو کیا خوب ہے۔ اثؔ صا . نے اپنی آ بند کی اور دل کو انجمن کی جگہ خلوت کدۂ محمدیؐ بنای اور اس مدت حضوری میں دو نعتیہ مجموعے ''پ اغ راہِ حرم'' اور ''پیکر نور'' وجود میں آ گئے۔ ان مجموعوں کی ورق دانی کرتے ہوئے میں نے ان سے عرض کیا کہ اردو میں حمدیہ مجموعے نہ ہونے کے . ا. ہیں۔ کیا خیال ہے؟ پ پ ہوئے مہینے دو مہینے کے بعد . . وہ تشریف لائے تو حمدیہ مجموعہ ان کے ساتھ تھا۔ اس مجموعے کی ا ادی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے اسمائے حسنی ہی ردیف ی ردیف کا حصہ ہیں یوں ہر حمد کسی ای صفت الٰہی کو ہماری توجہ اور و. ان کا مر ۰ اور محور بناتی ہے۔

میں ان مجموعوں کی اشا ت کا منتظر تھا کہ میرے استاد ای اور مجموعہ کے ساتھ تشریف لائے۔ کہنے لگے' لو! یہ دوسرا ''نعتیہ مجموعہ تیار ہو ی'' ''صحیفہ حمد'' ا ''لاالہ الا اللہ '' کا عکس ہے تو صحیفہ ' محمد ''رسول اللہ'' کا ورد ہے اس کی ہر کی ردیف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پ ک ۰م ہے۔ یوں ز ی مجموعہ صحیفہ حمد کا تسلسل اور

توسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں ہر آن .لتی ہوئی اس کی کسی تجلی اور شان کا تذکرہ ہے۔ یوں یہ نام ہمارے ذکر کا حصہ ہیں۔ اسی طرح انبیائے کرام کو بھی پیارے پیارے اچھے اچھے ناموں سے سرفراز فرمایا گیا اور ان کے ساتھ یوں خالق کائنات نے ایک لطیف انداز میں اپنے رشتہ، تعلق اور محبت کا اظہار کیا ہے۔ قاضی عیاضؒ کا ایک نہایت دقیق نکتہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صفات بعض انبیاء کی تخلیق میں بطور خاص شامل فرمادیں۔ اور وہی صفات ان کے اسم ٹھہرے۔ مثلاً حضرت ابراہیم ''حلیم'' ہیں۔ حضرت نوح ''شکور'' حضرت موسیٰ ''قوی وکریم'' اور حضرت اسماعیل ''صادق الوعد'' ہیں (علیہم السلام) قرآن حکیم اس کی تصدیق فرماتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کے سردار ہیں۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ معلوم ومعروف ہیں۔ ایک بزرگ نے تو اللہ کے ہر نام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک نام کا رشتہ اور نسبت متعین کی ہے۔ ان کا یہ رسالہ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی مدظلہ نے اپنی کتاب ''زادِ راہ'' میں درج کردیا ہے اور چند ناموں کے رشتہ کی وضاحت بھی کردی ہے۔ اس فقیر نے اس کام کو آگے بڑھایا ہے اور اب تکمیل مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اعزازِ عظیم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اسمائے حسنیٰ کی نسبت اپنے محبوب ومحبّ کی طرف بھی کردی ہے۔ قرآن حکیم نے آپ کو '' '' قرار دیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''نور'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو بحز بشریت اپنی تمام صفات وکمالات اور اخلاق سے متصف فرمادیا تھا۔ یہی اللہ کا رنگ ہے۔ یہی اللہ کا اخلاق ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر

رَ اور کیا ہوسکتا ہے۔

ان صفاتی ناموں کے علاوہ آقائے مدار، سرورکائنات، فخر عالم وآدم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خطابیہ نام ہیں۔ ایسے نام جن سے اللہ اور اس کے رسول کے رشتوں کی د ہمارے سامنے آجاتی ہیں اور ان د وَں میں آدمی اپنے ظرف اور منصب وقوت کے مطابق سفر کرسکتا ہے۔ وہ مزمل ہیں اور مدثر ہیں۔ وہی یٰسین ہیں اور وہی طٰہٰ، سراج ، ، مبشر، شاہد، شہید، یہ ان کے مقامات ہیں۔

جناب لطیف اثر نے ان ناموں کو پڑھا، سمجھا ان کو اپنی روح میں اتارا۔ ان کے فیض سے اپنی زندگی کو منور اور معطر بنایا۔ ان کو واسطہ بنا کر اپنے رب سے دعا کیں اور انہیں ناموں سے اس کو پکارا جسے یہ نام کئے گئے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یہ نام ان کی فکر بن گئے اور دل کی دھڑکن تو کے قا اور پیکر میں ڈھل گئے۔ ہر نام کے معنوی پہلو جیسے الفاظ کے ساتھ خودبخود ابھر آئے ہیں۔ اورشاعر کو جیسے کوئی شعوری کوشش نہیں کرنی پڑی، جو کوئی چیز، کوئی خیال، کوئی نام، کوئی بات، کوئی عقیدہ، ذات کا حصہ بن جائے تو یہی کرشمہ وجود میں آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو جماعت مومنین کے لئے خیالوں کا خیال، ناموں کا نام اور عقیدہ ہیں۔ بعض اشعار دیکھئے:

آپ ہی کے لئے جو سچ پوچھو
عالم رَ و بو بنا عاقب

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں اور اس اعتبار سے آپ کا ایک اسم گرامی عاقب ہے۔ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے پہلے فرمائی گئی اور سب سے آخر میں تشریف لائے، گویا یہ بزم جہاں آپ کے لئے آراستہ کی گئی تھی۔ اس شعر میں یہی مفہوم کس حسن اور سچائی سے پیش کیا گیا ہے۔

راز وحدا کے کھولے ہیں
آپؐ کی ذات ہے بڑی فاتح

فاتح اس کا نام ہے جس نے کائنات کے تمام اسرار ورموز وا کردیے ۔ دوسرے مصرعے کو دو طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ ''بڑی فاتح'' بلاوقف کئے پڑھئے تو تخاطب ''آپ'' سے ہوگا۔ بڑی کے بعد وقفہ دے کر پڑھئے تو خطاب فاتح سے ہوگا۔ اور ''آپؐ'' کی ذات ہے بڑی کا ٹکڑا ایک اضافہ بن جائے گا۔

اس مجموعہ صحیفۂ میں ایسے کتنے ہی مقامات ہیں جو پڑھنے والوں کو گہری روحانی مسرت کریں گے اور یہ اشعار حقیقتہً درود وسلام کے حکم میں شامل ہیں۔ اللہ اللہ صا کو صحت اور زندگی فرمائے کہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

(صحیفہ / لطیف اللہ ، ۱۹۸۹ء، کا را کیڈمی، کراچی)

جادۂ رحمت کا مسافر

غریب خانے میں ثنائے خواجہ کی ایک بزم مرتب کی گئی تھی ثناء خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نعتیں پڑھ رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دیارِ رحمت کے شہری جادۂ رحمت پر سفر کر رہے ہیں۔ قیام وسفر کی یہ یکجائی ان کے ذکر کا فیض ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی زمان ومکاں پر یوں ہی تصرف فرماتا ہے۔

نہ ہے زماں نہ مکاں لاالہ الا اللہ

اور جہاں وہ ہوگا جس کے سوا کوئی الہ نہیں تو اس کے رسولؐ کا نام اس کے ذکر کا آہنگ بن جاتا ہے۔

اس بزم میں ایک آشنا اجنبی تھا۔ یہ دنیا اور یہ زندگی بھی عجیب معمہ ہے یہاں ہم جن کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، کام کرتے ہیں ان کے متعلق اچانک یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ہمارے درمیان کچھ بھی تو مشترک نہیں اور اقبال کا یہ مصرع ہمارا احوال بن جاتا ہے۔

چہ معصومانہ غربت راہ فریبم

اور یوں بھی ہوتا ہے کہ دیارِ رحمت میں جادۂ رحمت پر قطع مسافت کرتے ہوئے وہ مل جاتے ہیں جن سے ہمارا ظاہر اور باطن کچھ بھی چھپا نہیں رہتا۔ ہر ایک رہ منظرِ شفاف بن جاتا ہے۔ اِدھر سے اُدھر کا پہلو صاف نظر آتا ہے ایسے لوگ کبھی کسی سہ پہر کو عرفات میں مل جاتے ہیں، کبھی مسجد الحرام میں آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کبھی مواجہ

شریف میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کے ہونٹوں سے درود کے ادا ہونے والے کلمے اور صیغے آپ کے لبوں سے ادا ہو رہے ہیں اور کبھی لمحۂ نور میں وہ آپ کے کمرے میں روشنی بنکر خود ہی آ جاتے ہیں یہ لوگ دلوں کے الاؤ کو روشن رکھنے والا ایندھن بھی ہوتے ہیں۔ نوائے سینہ تاب بھی اور آپ کے وہ بھائی جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ '' '' اور پھر اس محفل میں اس آشنا اجنبی نے نعت خوانی شروع کردی تو محسوس ہوا کہ فضا کچھ اور روشن ہوگئی ہے خوشبو کی لہریں تیز تر ہوگئی ہیں اس کی آواز صحنِ قلب میں کھلے ہوئے گلہائے محبتِ احمدؐ ومحمودؐ پر شبنم کی طرح برسنے لگی۔

کوئی مثلِ مصطفیٰ کا کبھی تھا، نہ ہے نہ ہوگا

کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے نہ ہوگا

اس محفل میں حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ بھی موجود تھے مولانا کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے ان کے دل کی کہانی کہہ رہے تھے ان کے ہونٹوں سے جو تحسینی کلمہ کبھی کبھی ادا ہوتا وہ تھا ''بہت ٹھیک'' اس آشنا اجنبی کی نعت کے ہر مصرعے پر ''بہت ٹھیک''...... ''بالکل ٹھیک'' میں بدل گیا ......اور یہ کلمہ تحسین بھی فضا کا حصہ بن گیا۔ یہ کلمہ گم گشتگی اور اپنے آپ سے دوری کے لمحہ میں بھی تقاضائے شریعت کی پاس داری کا اعلان تھا۔

''تھا'' ''ہے'' ''ہوگا'' ماضی، حال اور یوم الدین تک پھیلا ہوا 'مستقبل' اور اس کے بعد وہ حال ہے، جو خلود اور ہمیشگی کا نام ہے ...... وہ لمحہ ہمیشگی جسے ابدیت کہتے ہیں۔

ایک شعر کے بعد دوسرا شعر...... یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ذکر کی ایک سیڑھی ہے ......ایک زینہ...... اور ہم قدم قدم اوپر جا رہے ہیں، سماعت کے وسیلے سے ہمارے مراتب بلند ہو رہے ہیں ......'رفع الاقدام' سے ''رفع المراتب'' تک :

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے پ اغ جل رہے ہیں
مجھے خوفِ تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

سرِ حشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طا .
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا

ختم ہوئی .... لوگ کچھ د ی خاموش رہے۔ یہ خاموشی حقیقی داد تھی مقطع سے شاعر کا تخلص تو معلوم ہوَ ی ......کچھ د ی کے بعد

''میاں یہ کس کی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میری ہی ہے۔'' شرماتے ہوئے گو نے جواب د ی۔

''آپ کا پورا ا م؟''

''صبیح رحمانی۔''

''تم اتنے کم عمر ہو تو خیال ہوا کسی اور کی ہے۔''

''حضرت میں انتیس سال کا ہوں۔''

میں نے ا ی . ر پھر صبیح رحمانی کو غور سے دیکھا۔ سترہ اٹھارہ سال کا آنے والا یہ نوجوان اپنے آپ کو انتیس سال کا کہہ رہا ہے۔ . . تیرگی کا خوف نہ ہو تو وقت ٹھہر ہی جا ہوگا۔ معمولی سے وخال کتنے غیر معمولی آنے لگتے ہیں۔ کہیں دور اس نوجوان کے وجود کی گہرائیوں میں نسبت کے جو پ اغ روشن ہیں ان کی چھوٹ اس کے خارجی وجود پ بھی پ ڑ رہی ہے ......سارا منظر مہ روشن ہے ...... اس حسن رسائی کے لئے بصارت کے ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔

یہ تھا ''جادہ رحمت'' کے شاعر صبیح رحمانی سے میرا تعارف۔ پھر صبیح رحمانی کبھی کبھی میرے پ س آنے لگے۔ نہ کوئی غرض ان کی مجھ سے وابستہ تھی' نہ میری کوئی غرض ان سے وابستہ۔ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ امی میرے اور ان کے درمیان ا ی پل بن

َ ِ تھا، جس طرح یہ اسمِ پ ک ا ِ مسلم معاشرے کو دوسرے مسلم معاشرے سے جوڑتا ہے اور جوڑتا رہے گا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ا ِ طرف اللہ سے واصل ہیں اور دوسری طرف مخلوق میں شامل ہیں۔ یہ ٖت یہیں تک محدود نہیں۔ وہ مسلم معاشرے کی اساس اوراس کے ا ٖ٠ا کے درمیان وسیلہ وصل ہیں اور ہر فرد سے ان کا رشتہ قائم ہے۔

صبیح رحمانی دوسروں سے اپنے رشتہ میں اس حقیقت کو سامنے ر تے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قوتِ جاذبہ اور ملّت کو پیوستہ ر ٠ والی طاقت ہیں اور یہ سطریں لکھتے ہوئے خیال آ ِ کہ ہم ٖ شجرِ محمدیؐ کے ٖگ و ٖر ہیں اور سی شجر سے وابستگی ہمارے قیام اور بقا کی تد بیر ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

صبیح رحمانی مجموعہ ہیں ا ِ سوچتے ہوئے ذہن، ا ِ دھڑکتے ہوئے دل، دوسروں کے ساتھ وابستگی کے ا ِ احساس کا...... اور یہ وابستگی اپنے رسولِ ٖحق صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا ثمرہ ہے۔ ان کی گوئی ان کی ذات کا عکس ان کی شخصیت کی آواز، دل کی دھڑکن اور ذہن کی فکر ہے۔

مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے

''اے اہلِ ایمان ! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔''

یوں اسلام ذات کی سالمیت کے ساتھ اس پیغام کو قبول اور اختیار کرنے کا ٠م ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لے کر اس د میں تشریف لائے۔ مجھے گوئی بھی قبولِ اسلام کی طرح ذات کی سالمیت کے ساتھ حقیقت محمدیؐ کو تسلیم کرنے کے مثل معلوم ہوتی ہے۔ یہاں کچھ اختیار کرنے او رکچھ چھوڑدینے کا سوال ہے بعض صاحبان کے ہاں گوئی کی یہ کلیت نہیں آتی۔لیکن آج کے بیشتر قابلِ ذکر گو حضرات کے ہاں ان کی ذات کی سالمیت کا جلوہ آتا ہے۔

الحمداللہ صبیح رحمانی ایسے ہی شاعروں میں شامل ہیں ان کی گوئی کا رشتہ محسن کاکوروی، امیر مینائی، حالی، اقبال اور ظفر علی خان کے وسیلے سے حضرتِ حسان بن ثا ۔ یؓ کی روا ۔ ثنائے خواجہ سے قائم ہے۔

یہ گوئی کے آداب اور شرائط کے بیان کا موقع نہیں لیکن ا ۔ اہم سوال پ غور کئے بغیر ہم کسی گو شاعر کا مطالعہ نہیں کر ۔ اس سوال کا تعلق گوئی کی تنقید اور ادب میں اس کی زمرہ بندی سے بھی ہے۔کیا گوئی کا رشتہ صرف ہمارے ۔ بۂ عقیدت سے ہے ۔ ' ا ۔ ادبی صنف بھی ہے اور اَ یہ ادبی صنف ہے تو اس کی شرائط اور تقاضے کیا ہیں اور گو شاعر کو شاعری کی ۔ ریخ میں جگہ ملے گی ۔ محض اسے ا ۔ گوشہ یعنی کا شاعر قرار دی جائے گا۔

''۔ ریخ ادب میں میرا کیا مقام ہوگا؟'' میرا خیال ہے کہ کسی حقیقی شاعر، افسانہ نگار اور تخلیقی فن کار کا سرے سے یہ مسئلہ ہے ہی نہیں۔ وہ تو اپنے اظہار پ مجبور ہے بلکہ اسے اس پ مامور کیا َ ۔ ہے، اسی طرح جس طرح در ۔ پ پتے ۔ ہیں اور جس طرح کوئل کے ۔ سے کوکو کی نوائے سینہ ۔ ب ابھرتی ہے ......لیکن یہ مسئلہ یقیناً اہمیت ر ۔ ہے کہ کوئی صنف اپنی مستقل حیثیت ر ۔ ہے ۔ نہیں اور وہ حیثیت کتنی اہم ہے۔ اَ گو شعراء اس مسئلے سے ا ۔ ہیں تو وہ حق بجا ۔ ہیں۔ ا ۔ دن صبیح رحمانی نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اور اس سے میں نے یہ ا ازہ لگا ۔ کہ وہ گہرے تنقیدی شعور کے مالک ہیں۔

مذہبی خیال اور ۔ بہ کو شعر کا قا ۔ کر ۔ ا ۔ مشکل بلکہ جاں کاہ مرحلہ ہے۔ اس کے لئے کسی حالی، کسی اقبال کی ضرورت پ ڑتی ہے کسی بھی ادب اور ز ۔ ن کو لیجئے مذہب کو شعر اور ادب میں ڈھالنے والے، سوائے فارسی کے، بہت کم آ گے، ۔ ت یہ ہے کہ مذہبی تصورات کو اپنا احوال بنا ، اسے اپنا وظیفہ قلب بنا اور اپنی فکر کے درجہ ۔ پہنچا ۔ معجزہ نہیں تو کرشمہ ضرور ہے ہمارے دور میں اردو ز ۔ ن اور شاعری میں یہ کرشمہ رو

ہو رہا ہے۔ ایسا کرشمہ جس کی سرحد معجزہ سے جا ملتی ہے اور میری ۰ چیز رائے میں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ا‌ی معجزہ بعد وفات ہے...... آج کی میں اردو شاعری کی ز.ن اس کے کنائے‘ اعلامات اور رموز ا‌ی نئ تخلیقی سطح پ ابھرتے بلکہ وجودِ نو پ تے آتے ہیں۔ اسی کے ساتھ محدود سے لامحدود کی طرف شاعر کا سفر کے حوالے سے جاری ہے۔ یہ نکتہ میں خاصی تفصیل سے اپنی تحر‌یوں میں پیش کر چکا ہوں اور یہ فن کی وہ منزل ہے جسے معراجِ سفر کہئے۔ . . ادب کا راستہ جادۂ رحمت بن جائے تو ادب کی کنجی سے د میں اظہار کے ان مراحل کے قفل کھلتے ہیں جو روح کی وادیوں میں تمنا کے دوسرے قدم کا درجہ ر ت ہیں۔ یہاں ’’ادب‘‘ کا لفظ اپنے ہر مفہوم میں ادا کیا َ ی ہے۔

صبیح رحمانی بھی اس جادۂ پ اپنے سفر کا آغاز کر چکے ہیں۔ ان میں طِ تخیل بھی ہے اور ذہن کی وہ وسعت بھی جو ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ طِ تخیل کی ت کیب قلم نے کاغذ پ لکھ دی‘ اور پھر اس ت کیب کو کاغذ پ دیکھ کر غا . کا شعر ی د آ ی۔

ہوں َ مئی طِ تخیل سے نغمہ
میں عندلیب گلشنِ ۰ آفر ی ہ ہوں

غا . نے جس جس طرح سے کے پھول کھلائے ہیں وہ میرے ذہن میں نغمہ اور رے کی صورت میں موجود ہیں اور آج یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ یہ گلشنِ ۰ آفر ی ہ‘ کے وسیلے سے آفر ی ہ بن سکا۔

صبیح رحمانی نے اپنے سفر کے آغاز ہی میں اپنے شِ قلم اور شِ قدم سے اپنی آمد کا اعلان کر د ی ہے اور کی د میں ش قلم اور ش قدم توفیقِ ازلی کا دوسرا ۰ م ہیں۔ اس پ شاعر داد سے ز ی دہ مبارک . د کا مستحق ہے۔

صبیح کے مختصر سے مجموعے میں ہائیکو بھی ہیں‘ آزاد نظموں کے ساتھ ساتھ پ بند‘ نظمیں بھی ہیں اور غزل کی ہیئت میں ز ی دہ نعتیں ہیں حقیقی گو شاعر کے ہاں ہیئت

اوراصناف کا یہ تنوع، اپنے موضوع سے اس کے رشتے کی گہرائی اور تنوع دونوں کا اظہار ہے۔

کے لئے ہمارے شاعروں نے غزل کے پیکر کو ز یدہ استعمال کیا ہے اس سے آج کے گو کے لئے آسا ں کم پیدا ہوئی ہیں اور امتحان کی ش ۔ ز یدہ۔صبیح رحمانی کے ۂ بۂ عشق کی شدت نے نئی ز اشی ہیں۔ اس نے طویل ردیفوں کو نئی معنو یت دی ہے اور ان ردیفوں سے ربط اور تسلسل بھی پیدا ہوا ہے یوں اس کی بیشتر غزلیہ نعتیں، مکمل تجربہ بن گئی ہیں۔ یہ الگ الگ شعروں کا مجموعہ نہیں بلکہ ا یہ وحدت اور اکائی ہیں۔ اس کی بہت سی نعتوں کی ردیفیں ز یدہ طویل نہیں لیکن لسانی طور پ ایسی ہیں کہ ا یہ ربط پیدا کرتی جاتی ہیں۔

تھے عالی مرتبہ . انبیاء اول سے آ ت

سرکارؐ سا کوئی نہ تھا اول سے آ ت

مٹادل سے غمِ زادِ سفر آہستہ آہستہ

تصور میں طیبہ نگر آہستہ آہستہ

ختم ہونے ہی کو ہے در. ری کا موسم

جلد دیکھوں گا میں شہرِ یؐ کا موسم

مثالیں کہاں ت کروں۔ آپ اس مجموعہ میں کئی ایسی نعتوں کا مطالعہ فرما گے جو میرے قول کی صداقت کا آئینہ ہیں یعنی یہ نعتیں ا یہ وحدت اور اکائی ہیں۔ ویسے یہ . اکائیاں ا یہ بڑی اکائی کا حصہ بن جاتی ہیں۔ وہ اکائی جسے حبِ نبیؐ کہئے یہ شہر یؐ کا موسم۔ کے طفیل گوشاعر اپنے لمحات سدا ا یہ روشن د افروز اور ۂ بِ دروں سے عبارت موسم میں ارت ہے۔

صبیح رحمانی کی غزلیہ نعتوں پ تبصرے کے بعد اس کی نظمیہ (پ بندو آزاد) حمدو

کے بارے میں کچھ اشارے میں یہ بات کئی مرتبہ عرض کرچکا ہوں کہ اردو میں اچھی حمدیں نسبتاً کم ملتی ہیں وہ جس کا کوئی سراپا نہیں، وہ جس کا کوئی چہرہ نہیں اور پھر بھی جو ہر چہرے اور سراپے میں اپنے ش ثبت کردیتا ہے، اسے اپنے احاطے ادراک اور دا ہ محسوسات میں لا بڑے تخیل اور کمال بندگی کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے لئے وہ مرحلہ احساس بھی لازم ہے . . پہاڑ، دریا، سمندر . اس کی تحریوں کی طرح اور سارے چہرے اس کے شِ موقلم کی طرح آ ۔ اس مرحلہ احساس تک آدمی اللہ کے اسمائے حسنٰی کی مدد سے پہنچ سکتا ہے۔''باری، خالق، اور بدیع'' ایسے اشاروں سے حیات وکائنات کی تخلیق کے زاویے سمجھ میں آ تے ہیں۔''رحمٰن، رحیم، وہاب، جبار، قہار، غفار اور عزیز'' سے ا نوں اور مخلوقات کے ساتھ اس کے رشتہ کے رموز تک پہنچا جاسکتا ہے اور وہ بھی کسی حد تک ۔

صبیح رحمانی نے اس منزل کی طرف اپنے سفر کا آغاز کردیا ہے اور اس کے قدم جادۂ معرفت پر مستقیم ہیں۔

وہ جس نے موجوں کو تشنہ ا ازیں سکھا کر
رقم چٹانوں پر راز ہائے ہنر کیے ہیں
وہ جس کی مد تک میں حرف آواز
خموشیاں جس کے گیت گا

(پہچان)

خوش قسمت ہے شاعر کہ وہ آفاق کے حوالے سے خالق تک سفر کررہا ہے۔
وہ خالق جو ہماری شہ رگ سے زیادہ ہم سے قریب ہے۔

صبیح رحمانی نے حمدیہ ہائیکو بھی لکھے ہیں۔ اردو زبان میں ہائیکو کے فروغ میں راقم الحروف نے بھی حصہ لیا ہے اور ہائیکو مشاعرے کی داغ بیل ڈالی ہے۔ کیا ہائیکو اردو کی

صنف سخن بن چکا ہے؟ شای اس سوال کا جواب قبل از وقت ہے لیکن یہ ۔ت یقیناً اہمیت ر ¨ ہے حمد گو اور گو شعراء نے ہائیکو‘ واکا‘ دوہا‘ سا جیسی اصناف میں بھی ثنائے رب اور خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رنَ اور خوشبو بکھیری ہیں۔

صبیح رحمانی نے پ بندٗ معریٰ و آزاد میں اپنے نبی اور رسول (علیہ السلام والصلوٰۃ) کی ذاتِ عالیہ اور اسمِ َ امی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ ان نظموں میں اضطراب اور سکون کی عجب آمیزش ملتی ہے۔ اضطراب آقائے ہر دو جہاں کو سمجھنے‘ جاننے اوران سے محبت کرنے کی کوشش سے عبارت ہے اور سکون ان سے وابستگی کے حصول کے احساس کا دوسرا ۔م ہے۔ اس احساس سے کس اُمتی کو قرار حاصل نہیں ہوگا کہ ہماری لوحِ جاں پ جو نقش لکھا آ ¨ ہے وہ انہی کا ۔م ہے۔ سلام ان پ‘ درود ان پ۔

صبیح رحمانی ابھی جوان ہیں اور اس د کی لذتیں تو پیرِ ہزار سالہ کے جسم میں بھی کم سے کم ارتعاشِ لذت پیدا کردیتی ہیں۔ یہ ان کی سعادت ازلی ہے کہ ان کی ذات کے ایوانوں میں شہ لولاک کے ۔م سے ہر طرف جگ مگ جگ مگ ہو رہی ہے‘ جس ۔م کی . ¨ سے ۔غِ .¨ کے پھول کھلتے ہیں وہی ۔م ان کے ہو ں پ خوشبو کے دا َے بنا رہا ہے۔ اور . سے .ڑی .ت یہ کہ شاعر نے اس ۔م کو اپنے لئے اسمِ اعظم بنالیا ہے۔

ہے یہی ۔م تو میری شبِ یلدا کی سحر
جسم وجاں میں جو پ اغاں ہے اسی ۔م کا ہے
بس اسی ۔م کی خوشبو ہے میرے ہو ں پ
بس یہی ۔م دو عالم میں .ڑے کام کا ہے

اور یہی ۔م ’’جادۂ رحمت‘‘ ہے ۔ جادۂ رحمت ہمارے لئے‘ ہمارے .ُرگوں کے لئے‘ ہمارے بعد آنے والوں کے لئے اور صبیح رحمانی کے لئے ......اور اس جادۂ رحمت پ

چلتے ہوئے صبیح رحمانی کے ذوقِ نغمہ نے لفظوں سے روحانی سمفنی تخلیق کرنے کا فن سیکھنا شروع کردی ہے اور اس کے ذہن میں نئی ترکیبوں کے قافلے آنے لگے ہیں۔

مٹ جاتے ہیں غم

رحلِ . پہ آتے ہے

. . اسمِ اعظم

اکرے یہ سفر جاری رہے۔ یہ نغمے روح اور دل سے صفحہ کاغذ پر اپنا سفر جاری رکھیں کہ یہی مقصودِ فن اور حاصلِ ز ہے۔ ان سطروں کا مقصد صبیح رحمانی کے حروف کے توسط سے اپنے شفیعؐ اپنے نبیؐ اپنے ہادی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں شر کے سوا کچھ اور نہیں کیو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی آدمی کے مرتبوں کو بلند کرتی ہے۔ ان کے لئے مقامِ محمود کی دعا ہمارے لئے اس بلندی سے قر. کا .. بنے گی کیو مقام محمود تو انؐ کے رب کی طرف سے ان کے لئے ہے یہ دعا تو ہمارے لئے فع کا ای وسیلہ ہے۔

(جادۂ رحمت/صبیح رحمانی، ۱۹۹۳ء، ممتاز پبلشرز، کراچی)

نگاہے یہ رسول اللہ نگاہے

آغازِ کلام اس خالقِ حرف ونوا کے ہ م سے جس نے ا ن کو بیان فرمایا اور اس بیان کی معراج حمد وثنا کی صورت میں کی۔

جناب ر احمد خاں صا ۔ فتحی ایک صاحبِ نسبت صوفی ہیں۔ ان کے ش ۔ وروز اس مجاہدے میں بسر ہوئے ہیں جو ا ن کو مرتبہ وصول ت پہنچادیتا ہے۔ اور اس بندہ فقیر کی دعا ہے کہ وہ حقیقت سے پیوستہ ہو کر فنائے ذات کے مرحلوں کو طے کرتے ہوئے واصل بالحق ہو جا ۔

ہمارے صوفیائے م کی روایت شعرو ادب بھی ہے۔ وہ اشارات وکنایت کی مدد سے اپنے وابستگان دامن کو تجلیات کا مشاہدہ کراتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ جناب ر احمد خاں صا ۔ کے پہلے مجموعہ کلام ''حسرتِ ۔یفت'' پر لکھتے ہوئے راقم الحروف ان کے معا ت اور اسلوبِ شعر پر اپنے خیالات پیش کر چکا ہے۔

''نگاہے یہ رسول اللہ نگاہے'' پر چند سطریں لکھنے کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اس تمنا اور دعا میں ہم بھی شامل ہو جا ۔

یہ مجموعہ حمد' ' منقبت اور پندوموعظت کا گنجینہ ہے' بلکہ اسے گنجینہ اسرار کہئے۔ خاں صا ۔ قبلہ کا مقصد شاعری اور اس کے محاسن کی ئش نہیں بلکہ ار بِ کو مقاماتِ بلند سے روشناس کرا بقول اقبال: نغمہ کجا و من کجا' سازِ سخن بہانہ ا

وہ عملاً بھی اپنے شاَ دوں کو مکتبِ مصطفٰیؐ ت پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنے ہیں

اوراب اپنے پڑھنے والوں کو اسی در پہنچا چاہتے ہیں' وہ در جہاں ز گی اوراس کے
قرینے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

جینا اک فن ہے اور یہ فن بھی
مکتب مصطفیٰ سے آ ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب ر احمد خاں کی نوائے سینہ اب ان کے پڑھنے
والوں کے قلوب کو روشنی اور می کی دو کر سکے۔

(نگاہے رسول اللہ نگاہے/ ر احمد خان فتحی ۱۹۹۴ء، امیج پنٹر، کراچی)

دل کی شاعری

قمر وارثی صا . اور راقم الحروف دونوں کراچی میں رہتے ہیں لیکن اس شہر میں ہم مشکل سے دو تین . ر ملے ہیں۔ اس سے زیدہ ہماری قاتیں اس شہر میں ہوئی ہیں جس کے . رے میں شاعر نے کہا ہے:

اے خنک شہرے کہ آں جا دلبرا

اور ان قاتوں میں سے بیشتر قاتیں . ب السلام کی سمت ہوئی ہیں، . . وہاں سے گنبدِ خضریٰ خوب آ تھا اور ہماری آنکھیں اس کے عکس نور سے منور ہوتی تھیں۔

قمر صا . حد درجہ مودّب آئے۔ اس کوچے میں مومن کا وجود ہی غبار بن جا ہے۔ ان قاتوں میں اکثر انہوں نے ان صاحبوں کی مدینہ میں بلکہ مسجد ی (علیٰ صاحبان الف الف سلاماً) میں موجودگی کی خبر دی جن سے میں واقف ہوں۔ یہ عمل بھی مسلمان کو مسلمان سے قری . لانے کا عمل ہے۔ شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جس کی موجودگی کی خبر سنائی دے، کیا والے پ یہ لازم نہ ہوگا کہ اس کی حاضری کی قبولیت کی دعا نہ کرے۔

قمر وارثی صا . کے لہجے میں انکسار اور آنکھوں میں شرافت ہے۔ ان دونوں کے مجموعے کو ادب کہہ لیجئے اور

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اسی ادب نے انہیں گو بنادی ہے کہ وہ . رگاہِ عالیہ پ ادب کا مرجع ہے۔ ہر

ادب ان کے در کی طرف لوٹ کر وقیع ہوجا ہے۔

ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ شمس الضحیٰ آٹھ سال پہلے ربیع الاول ۱۴۰۷ھ میں شائع ہوا تھا اور شاید دوسرا مجموعہ کہف الوریٰ ۱۴۱۵ھ میں شائع ہوجا ا خیر کے اسباب نہ ہوتے اور میں بھی اُن اسباب میں شامل نہ ہو۔

آیئے پہلے شمس الضحیٰ کے چند اشعار کا مطالعہ کریں۔ ان اشعار کے انتخاب میں " کے سامنے" آجانے کی شرط کے علاوہ کوئی دوسری شرط عا نہیں کی گئی ہے۔ شاعر کے مقامات کو تلاش کرنے کے طر ں اور وسیلوں میں یہ طر بھی شامل ہے۔

حضورؐ! منصب معراج ز گی کے لئے
بلا بھی لیجئے اب در پہ حاضری کے لئے

در پ سر جھکے اور نہ اٹھے
حیات اس قدر مختصر چاہتے ہیں

اتبّاع مصطفیٰ جو عمل پیرا رہا
اس نے ہر مشکل گھڑی اپنے لئے آسان کی

آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ قمر وارثی کی نعتیہ شاعری دل کی شاعری ہے اس میں فکر اور غور و تجزیہ بھی شامل ہے۔ پہلے دو شعر ان کے ت کی تصو یں ہیں اور تیسرا شعر مسلمان کی ز گی ہے۔ یہی وہ نسخہ ہے جو قرآن حکیم نے قربِ الٰہی کے لئے تجو کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اور اس کے ہوں کو معاف کردیتے ہیں۔ آپ کا در ہی وہ در ہے جہاں صا معراج کے حضور سلام کرنے کا موقع ملتا ہے پس یہ حاضری خود معراج بن جاتی ہے بشرطیکہ آداب

حاضری کا حق عملاً ادا کیا جائے۔

شاعری کا مطالعہ میں تیـ . سے نہیں کرت بلکہ صفحات کی ورق دانی کرتے ہوئے مطالعے کی محنت کے حاصل کی تلاش کرت ہوں۔ اس کے علاوہ ’’ کے سامنے آنے‘‘ کی .ت آپ سے عرض کر چکا ہوں۔ یہ نکتہ بھی عجیب نکتہ ہے جیسے ہم کسی کی نگاہ میں آ جاتے ہیں تو ہمارے زمین وآسمان . ل جاتے ہیں، اسی طرح کوئی شعر یا اشعار ہمارے سامنے آ جا تو ان کی قسمت میں ہمارے تجربے میں شر ت مقدر ہوتی ہے یا وہ اشعار ہمارے لئے ای گوشۂ فکر یا زاویۂ خیال بن جاتے ہیں۔

’’کہف الوریٰ‘‘ کے مسودہ کو میں نے کھولا تو یہ شعر میرے سامنے آ ی۔

اپنی منزل روز کرت ہے آساں آفتاب
سبز گنبد کی سلامی پہ ہے نزاں آفتاب

مجھے یقین ہے کہ قمر وارثی صا . مجھے یہ شعر اپنے پھوپھی زاد بھائی محمد طلحہ جنیدی کی مت میں ر کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ غالبًا ۱۹۸۵ء کی .ت ہے کہ عمرے کے بعد (ہم اکثر عمرہ انہیں کے ساتھ کرتے ہیں) ہم طلحہ سلمہٗ کے ساتھ مدینہ شریف گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور اس وقت ت حرم کا درمیانی صحن دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ درمیان میں سنہری جالیوں والے کٹہرے تھے اور وہاں ی والے اور ی والیاں گنبد خضریٰ کے نور سے آنکھوں کو منور کرتے تھے۔ طلحہ نے پہلے ہی دن کہا، بھائی جان اور بھابی! عصر کی ز کے بعد اسی صحن میں بیٹھا کیجئے۔ ت کہ آپ گواہی دے سکیں کہ سورج گنبد خضریٰ کو کس طرح سلامی دینے کے بعد اپنے مستقر کا رخ کرت ہے اور اس شام کے بعد سے آج ت سلامی کی گواہی کم سے کم میری قسمت میں ہے۔ مسلم خواتین اپنے رسول، اپنے آقا اور اپنے . سے .ڑے مربّی سے مکانی طور پہ دور ت کردی گئی ہیں مسافت، دوری وقر. ت کی پیمائش تو دل سے ہوتی ہے۔

لیجئے ایک اور صفحہ کھلتا ہے اور عجب بات ہے کہ اس مرتبہ بھی مطلع پر ہی نظر پڑتی ہے۔

رکھتا ہے کیف ورائے فکرو نظر سے کام
دنیا میں جس نے لیا چشم تر سے کام

بات رائے وکیف تک محدود ہوتی تو یہ ہم جیسوں کا عام تجربہ ہوتا۔ رائے مدینہ طیبہ میں نہیں ملے گی تو کہاں ملے گی۔ کیف مواجہ شریف اور ریاض الجنتہ میں نصیب نہیں ہوگا تو کہاں نصیب ہوگا یہاں تو معاملہ۔

جہاں تمام سوادِ حرم ہوا مجھ کو

کا معاملہ ہے' دنیا کا کوئی گوشہ ہو' اس خاکداں کا کوئی حصہ ہو' یادِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گلزار ہوجاتا ہے اور چمک اٹھتا ہے اس شعر کا اصل نکتہ فکر و نظر و چشم تر کا امتزاج ہے۔ اُس موضوعِ حُبّ مومن' اس صاحب وحی (وحی' عرفان وفکرو نظر رحمانی ہے) سے رشتہ فکرو نظر اور چشم تر کو نئی وحدت بنا دیتا ہے۔ میں نے یہ نکتہ اپنے کئی تنقیدی مضامین میں عرض کیا ہے کہ شاعر فکر کو دل کی دھڑکن میں اور جذبہ کو عقل وتفکر میں بدل کر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے۔ عقل ودل ایک ہوجاتے ہیں' الفاظ اپنی اندرونی غنائیت سے رقص کرنے لگتے ہیں۔ اس مرحلے تک پہنچنے کا موقع گوشاعر کو جس طرح مل سکتا ہے' دوسروں کے لئے مشکل ہے۔

''کہف الوریٰ'' پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی محترم حاضر باشوں کا قرض اس قلم کو ادا کرنا ہے۔ اس لئے اس تحریر کو سمیٹتا ہوں اور تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ رات اپنے پایان تک پہنچ چکی ہے' اذان فجر ہونے والی ہے اس تحریر کو بھی درود سلام کے زمرے میں شامل کرتا ہوں لیکن یہ ساعت درودِ ابراہیمی کی ساعت ہے اور جناب قمروارثی کے حق میں دعا کا ہنگام ہے اور گو

کے لئے دعا دراصل اس کائنات اور اہل کائنات کے لئے دعا ہے۔

(کہف الوریٰ/ قمر وارثی، ۱۹۹۵ء، د. ت ن وارثیہ کراچی)

٠ اۓ نوری

مسرت جہاں نوری، بیگم شفیق . ی کا ادبی ۰م ہے۔ یہ دونوں ز۰ گی کی راہوں پ ا۔ دوسرے کے ہم قدم تھے اور ادب کی د میں ا۔ دوسرے کے رفیق...... ایسی مثالیں ہمارے ادب میں موجود تو ہیں ذرا کم کم پھراس درجہ ہم رنگی، ہم مذاقی اور ہم ی بھی ۰یب نہ سہی، کم یب ضرور ہے......اور یہی وہ صفات ہیں جو مسلم معاشرے میں .۰۔ کی جھلک پیدا کر دیتی ہیں۔

مسرت بھابی نے اس مجموعہ شعر جو حمد، اور منقبت سے عبارت ہے کے آغاز میں ۔ڑی سادگی، ۔ڑی سچائی اور د۔۰۔ سے اپنی ادبی ز۰ گی کا حال قلم بند کر د۔ ہے۔ ۰۰ ل اور ددھیال کی طرف سے انہیں حرف ونوا کی میراث ملی۔ اس میراث کو ان کی ذاتی کاوشوں نے فروغ د۔ اور شفیق . ی مرحوم کی رفاقت نے اس ادبی رخ کو ۔ل ۔ کیا اور اس کو پ۔ڑھنے والوں ۔ پہنچنے میں مدد دی۔

شفیق مرحوم کی طویل ادبی ز۰ گی میں ہمیں کئی دور ملتے ہیں۔ افسانہ نگاری، فلمی صحافت، خواتین کے حقوق کی پ سبانی اور آ۰ میں وہ دین اور اس کے حقائق کے اظہار اور ۔ جمانی کے لئے چُن لئے گئے۔ یہ شا۔ صرف ان کا انتخاب نہیں تھا بلکہ اس میں فیضانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہے۔ شفیق مرحوم نے بہت لکھا آج انہیں خاتونِ پ کستان کے رسولؐ نمبروں اور ارمغانِ کے حوالے سے عام لوگ ۔د ر ۔ ہیں۔ انہوں نے اسلامی مِ حیات پ بھی ا۔ کتاب مر۔ کی تھی جو افسوس کہ ان کی ز۰ گی

میں شائع نہ ہوسکی۔

مسرت جہاں نوری نے اپنی ادبی ز ٘گی مختصراً آپ کے لئے قلم بند کردی ہے‘ میں اسے دہرا ٘ نہیں چاہتا۔ ہاں ان کی کتاب ’’روح کا سفر‘‘ کا ذکر ضرور کر ٘ چاہتا ہوں۔

یہ کتاب انہوں نے شفیق مرحوم کی وفات کے بعد اپنے شخصی اضطراب کو سکون سے ہمکنار کرنے کے لئے لکھی۔ وہ ا ی راسخ العقیدہ مسلم خاتون ہیں۔ وہ جا ہیں کہ روح اللہ کا امر ہے۔ یہی امر رب ا ن کو دوسری تمام مخلوقات سے الگ کر ٘ ہے۔ روح مادہ سے آزاد اور بلند ٘ الوہیاتی توا ٘ ئی ہے ان کا اضطراب اتنا شدی تھا کہ وہ اس سوال سے الجھتی رہیں کہ حیات بعد الممات ہے کیا؟ حیات بعد الممات پ ان کا پختہ عقیدہ تھا انہوں نے اپنے حوالے سے روح کے سفر کی کہانی قلم بند کی۔ اس کوشش میں قرآن حکیم احادی ث او رمستند اسلامی ادب کو اپنے سامنے رکھا پھر اس مشکل موضوع پ نہای ٘ آسانی کے ساتھ کام کی ٘ تیں تخلیقی ا ٘ از میں لکھ دیں۔ روح کا سفر ا ی تخلیقی کتاب ہے جس میں معلومات وحقائق کو ذاتی کاوش وتلاش کے بعد پیش کیا ی ہے۔

’’ ٘ ائے نوری‘‘......روح کا سفر کی ا ی توسیعی صورت ہے کیو روح نور ہی نور ہے اور غیر مادی ہے اور اس کی ٘ جمانی اور تفہیم کے لئے نورِ مطلق کے ادراک کے ساتھ ساتھ اس ذات سے قر ٘ بھی لازم ہے جو امرِ ربی کا ٘ جمان تھا۔صلی اللہ علیہ وسلم حمد یۂ نعتیہ اور منقبتی شاعری کے لئے ٘ ادرمحترم حضرت سرشار صدیقی نے ا ی اچھی اصطلاح ا دکی ہے۔’’شعرِ عقیدت‘‘ ٘ ائے نوری بھی شعرعقیدت کا مجموعہ ہے۔ اس میں کو اساسی اور ٘ ی دی حیثیت حاصل ہے۔

گوئی ا ی معنوی اور روحانی صنف سخن ہے۔ ایسی صنف جس کے لئے کسی اور شاعرانہ فارم (Form) کی قید نہیں۔ قصیدہ‘ مثنوی‘ مسدس‘ ر ٘ عی کسی بھی پیکر میں پیش کی جاسکتی ہے۔ سرکار دو عالم کی محبت ہرقا ٘ کو اپنا قا ٘ بنالیتی ہے اور

سبوئے جاں میں جھلکتی ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح

(سراج الدین ظفر)

یوں گوئی صنف سخن تو ہے ہی' اس کو پ '' پسند کرنے اور اس کی قدر کے تعین کے معیار خالص ادبی نہیں۔ یہ معا ت ماورائے ادب ہیں۔ ای سخن فہم' اہلِ قلم اور صا . دل خاتون نے سچ کہا ہے کہ صنف سخن ہی نہیں' توفیق الٰہی بھی ہے۔

عرفی نے سچ کہا تھا کہ یہ راہ (گوئی) تلوار کی دھار پ قدم ر کے مترادف ہے۔ ای طرف احتیاط ایسی کہ سانس ی میں لڑکھڑا جائے کیو ذکر اس کا ہے کہ جس کی ادب گاہ عرش سے زک ہے اور جہاں جنید و . ی بھی گم کردہ حاضر ہوتے ہیں اور اپنی جھکی ہوئی آنکھوں سے زمان ومکاں کے کتنے ہی رنگوں اور منظروں کو دیکھتے ہیں۔

بیگم شفیق . ی کو احساس ہے کہ گوئی ای . اتِ بیکراں ہے لیکن سرکار ختم المرت. ی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کنیز کے دامن خالی میں یہی دو ہے۔ وہ لفظ جن میں دل کی دھڑکن اور آ ؤں کی چمک ہے' سو وہ یہی کچھ رانے کے طور پ لے کر حاضر ہوئی ہے۔ مجموعہ کا ا ب اور سر مہ یہی ہے۔

میں شاعر ہوں سرمایہ ہے شعر میرا
وہ رِ شہِ مرسلان کررہی ہوں
تہی د ہوں' میرا دامن ہے خالی
. اُتِ بے کراں کررہی ہوں

ا ں اور یہ . اُت ر انہ کرے؟ کیسے ممکن ہے اَ کچھ ادھر کا اشارہ نہ ہو۔ نوری . ی کی گوئی اسی اشارہ کی تکمیل فرمان ہے:

میں کروں ثنائے احمدؐ ہوا غیب سے اشارہ

نہ قلم میں ۔ب وطاقت نہ ز.ن کو ہے ۔را

مسرت جہاں نوری کی گوئی غیب کے اشارے کے ۔بع بھی ہے اور اپنے شوہر کی خواہش کی تکمیل کا وسیلہ بھی۔ یہ جس کا مطلع میں نے او۔ کیا ان کی پہلی ہے جو ا۔ پوری رات کی بے چینی، اضطراب اور اذن طلبی کا نتیجہ ہے۔ اور پھر تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار شعر کی ز.ن میں کرتی رہیں ۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور ا اللہ جاری رہے گا۔

چند اور شعر پیش کر۔ ہوں جو ان کے مسودہ کی ورق۔ دانی کرتے ہوئے سے ۔رے اور میرا خیال ہے کہ یہ شعر ان کے ۔بہ۔ . رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور گوئی دونوں کی ۔ جمانی بطریقِ احسن کررہے ہیں۔

بے خودی ایسی کہ ہے خواب میں بھی . پہ درود

۔ب ایسا کہ مدینہ آجا۔ ہے

بے خودی اور ۔ب، خواب اور بیداری، یہ پوری ز۔گی کی علامتیں ہیں...... یوں ۔دِ سرکار اور رہ مدینہ، نوری کے ۔ . وروز ہیں۔

ہوا محسوس ذہن وفکر ۔اک نور کا سایہ

. . ان کی مدح میں، میں نے قلم اپنا اٹھا۔ ہے

بھٹک ۔ نہیں میرے قدم میدانِ ہستی میں

۔ا کو اور حبیب ۔ک کو محور بنا۔ ہے

دوسرا شعر، یہی ایمان ہے، یہی اسلام اور یہی مومن کی ز۔گی ہے۔ اسلام ۔م ہے اپنے کو اس کے ۔بع کر۔ کا جو سرکار دوعالم لائے اور جو ان ۔ ۔زل ہوا۔ اسی کا ۔کرہ ہی حقیقی ہے۔ سچی کی پہچان یہ بھی ہے کہ وہ حضور کی ۔۔، ان کے

طر   اور اسلوبِ حیات سے اپنے قاری کو قریب کردے۔

ثنائے نوری میں بڑا تنوع ہے۔ کہیں غزل کے پیکر میں نعتیں ہیں، کہیں مسدس کے ذریعے اظہار ہے اور کہیں مخمس کے وسیلے سے ثنائے خواجہ پیش کی گئی ہے۔

کہیں چاند سے خطاب ہے تو کہیں ساری کائنات میں عشق محمدی کے جلوہ کو دیکھا اور دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کے بڑے واقعات کو بھی موضوع قرار دے کر   کہی گئی ہے۔ مثلاً تذکرہ شبِ معراج یہ وہ عظیم واقعہ ہے کہ جس کے توسط سے اقبال اس صداقت پر پہنچے۔

خبر ملی ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

نوری ایک محبت بھرے قلب کی مالک مسلمان خاتون ہے۔ وہ معراج کی شب کا ذکر یوں کرتی ہے۔

سارے اسرار حق کے دکھائے گئے
سارے پردے دوئی کے اٹھائے گئے
راز دار حقیقت بنائے گئے
جاگو جاگو کہ معراج کی رات ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راز دار حقیقت تو پہلے ہی تھے لیکن اس بند کے پہلے دوسرے مصرعوں میں "سارے" کے لفظ نے کیسی معنویت پیدا کردی ہے اور ٹیپ کا مصرع

جاگو جاگو کہ معراج کی رات ہے

ت کی   ں کا پیغام ہے آج کے مسلمان کے لئے۔ جاگتے رہنا نورِ حق کی پاس داری کرنا اور شافعِ روزِ جزا (باذن اللہ) سے اپنے رشتہ کو قائم رکھنا ہی اسلام اور

ایمان ہے۔

۰ اکرے کہ یہ مجموعہ ادبی حلقوں اور میلاد کی محفلوں میں قبولیت حاصل کرے اور ''۰ ائے نوری'' اہل ایمان کے قلوب کو َ ماتی رہے۔

(۰ ائے نوری/مسرت جہاں نوری،۱۹۹۵ء، مر۰ علوم اسلامیہ، کراچی)

نگر کا خوش نوا فقیر

آفتاب کریمی صا . کو دیکھتے ہی فیض صا . کا مصرع ذہن میں اپنے آپ دہرانے لگتا ہے۔

آ ہمارے دیس میں، اک خوش نوا فقیر

فیض صا . کا اور ہم . کا وہ خوش نوا فقیر تو آ اور اپنی دھن میں غزل خواں ۔ ر ۔

لیکن نگر کا یہ خوش نوا فقیر تو ہمارے درمیان ہے، اور ا کرے مدتوں ہمارے درمیان رہے۔ اس کے نغموں میں وفور بھی ہے اور وہ م رو وش بھی جو الفاظ کے شور کی جگہ روح کے اضطراب وسکون کی ہی کر ہے۔ اضطراب سے پیدا ہونے والا وش ،نغمہ کو اور والوں کو سکون کی دو سے ہمکنار کر ہے۔

فقیر کے لفظ کے پیچھے معانی کے کتنے ہی ر ، ماضی کی کتنی ہی روایت اور شعروسخن اور تصوف کی کتنی ہی حکایت موجود ہیں جو رے کی طرح دکھائی اور نغمے کی طرح سنائی دیتی ہیں۔ اہل تصوف کے د ''فقیر وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہ ہو'' . ت اور آگے .ڑھتی ہے۔ فقیر ہست کی نہیں بلکہ نیست کی منزل میں ہو ہے۔ یوں وہ اپنے وجود اور اپنی ہستی کو پیچھے چھوڑ کر منزل قربِ الٰہی کے جوار میں رہتا ہے اور . ہستی ہی نہ رہی تو پھر احتیاج اور ضرورت . .قی رہے گی۔ فقر فقیری اور فقیر کے اس مفہوم کو ذہن میں ر تو آتش کا شعر اپنے چہرے سے ب ا ٹ دے گا۔

منزل فقر وفنا جائے ادب ہے غافل

۔ دشاہ تخت سے ۔ یں اپنے ا ۔ یۃ ہے

کریمی صا ۔ کا سفر اس منزل کی طرف جاری ہے۔ محفل میں انہیں بیٹھے دیکھئے تو ۔ ہمہ اور بے ہمہ کے معانی سمجھ میں آ جا گے۔

شمع محفل کی طرح ۔ سے ۔ ا ۔ کا رفیق

ان سے کچھ بھی کہئے جواب ا یہی ملے گا۔ ''بہت اچھا'' جھکی ہوئی ۔ دن' ا ۔ وہ جنبش نہ کررہے ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ عجز وانکسار کی تصو یر سامنے ہے ۔ مجسمہ کہہ لیجئے۔ بہت سے لوگ عجز کو او پر سے اوڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کوشش میں ان کا تکبر اور ۔ یں ہوجاتا ہے۔

شاعری کے حوالے سے بھی ''فقیر'' ا یک روایت ہے۔ ہندی شاعری اور ہندو کلچر میں بھاٹ ا یک مستقل کردار تھا۔ عوامی شاعر اور نغمہ ۔ ' کسی میلے اور تہوار کا ر ۔ اس کے بنا نہیں جمتا تھا۔ اس کے بول اس کے سماج اور اس سماج کی روح کی ترجمانی کرتے تھے۔ وہ معاشرے کی اجتماعی آواز ہوتا تھا۔ بنگلہ شعر وادب میں فقیر دھرتی سے شاعر کے ۔ تے اور بندھن کی علامت تھا۔ ٹیگور ہوں ۔ ۔ ر الاسلام ان کی کویتا کی دھڑکن فقیروں کے وہ گیت اور بول ہیں جو ان کے بچپن کے سر پر آسمان کی طرح چھائے ہوئے تھے۔ اور فقیرانہ آواز' ۔ ا اور پکار تو ہماری شاعری میں بھی سنائی دیتی ہے۔ ۔ ۔ شاعری کے معانی' صدا کے ساتھ مل جا ۔ اور اس صدا سے ہماری ز ۔ گی کی ڈیوڑھیاں گونجنے لگیں تو ز ۔ گی گہرے روحانی تجربے سے آشنا ہوجاتی ہے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

۔ ۔ نغمہ اور شاعری' دعا بن جائے تو معاشرے میں ضبط پیدا ہوجاتا ہے۔

اس اعتبار سے بھی ہمارے کریمی صا ۔ فقیر ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری فقیرانہ صدا ہی تو ہے۔ ہمارے بچپن کی یدوں میں سے ای ید اس فقیر کی بھی ہے جو فجر کی ز کے بعد آ ۔ کسی سے سوال نہ کر اور بس ای ہی شعر کو اس نے اپنا اظہار بنالیا تھا۔

ای دن عرش پہ محبوب کو بلواہی لیا
ہجر کا غم تو ا سے بھی اٹھای نہ ی

میں اس شعر اور اس کے مضمون سے ای ۔ رنہیں، ہزار ۔ ر ۔ اُت کا اعلان کر ہوں یہ شعر ای فقیرانہ صدا کی صورت، سدا کے لئے ز گی کا حصہ بن ی ہے اور پھر ایسی بہت سی نعتیں، شعر اور مصرعے اس معاشرے کی فضا کا حصہ تھے۔

میں سوجاؤں ی مصطفیٰ کہتے کہتے
میرا سلام لے جا
یثرب کے جانے والے
میرے مولا! بلالو مدینے مجھے
سرکارِ دو عالم ﷺ کی امت پہ ستم کیوں ہو

ان نغموں اور بولوں کا مقابلہ محسن کا کوروی، حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کی شاعری اور مضامین سے نہ کیجئے۔ لیکن یہ ۔ت تو مان لیجئے کہ ان بولوں میں اس معاشرے کے ا ازِ فکر، بلکہ ا ازِ محبت اور اسلوب اظہار کی بہت سی تہیں موجود ہیں۔ کسی حد مولا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں یہ اجتماعی آواز ملتی ہے اور جہاں ان کے سلام کا تعلق ہے وہ اعلیٰ شاعری، ا ادی ۔ بہ اور اجتماعی فضا کے تمام عناصر کا مجموعہ ہے۔

مصطفیٰ ﷺ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اس پس منظر میں ''آ بنی کشکول'' کے حمدیہ نغمے اور نعتیں آپ کو اس ماضی میں لے جا گی ۔ ۔ مذہب میں سماجی ز گی، مجلسوں اور تہواروں کے سارے ر اور

آوازیں موجود تھیں۔ کریمی صا ۔ کی آواز میں وہ ۔ نغمے اور آوازیں موجود ہیں اور یوں یہ ای منفرد مجموعہ ہے۔ اس میں میلوں ٹھیلوں کے آہنگ کے ساتھ سماع کی محفلوں کی فضا موجود ہے۔ وہ فضا جو تکرار لفظی سے پیدا ہوتی تھی۔ کسی ای لفظ سے فضا میں ۔ ث کے دائ ے پھیلتے چلے جاتے۔

آمد خیرالوریٰ کی دھوم ہے ہاں دھوم ہے
ہر طرف صل علیٰ کی دھوم ہے ہاں دھوم ہے

''دھوم ہے ہاں دھوم ہے ......'' یوں لگتا ہے جیسے دھمال ڈالا جارہا ہو۔ جسمانی دھمال نہیں، صوتی دھمال اور پھر ''ہاں'' کی طاقت کو دیکھئے۔ میں حتی المقدور اپنے آپ کو دین کے دائ ے میں ر ۔ ہوں، ۔ ۔ سے ۔ ی کرنے کی کوشش کر ۔ ہوں یہ جا ہوں کہ یہ شاعری، یہ آہنگ ۔ ۔ نہیں بلکہ ای معاشرے کے ا۔ ائ ۔ کیبی میں سے ای ۔ کا م ہے۔

کریمی صا ۔ کی ایسی شاعری لوک کلا، لوک کویتا اور لوک ادب کی شان ر ۔ ہے۔ لوک ادب کا مصنف بے م ہو ۔ ہے۔ یہاں ہمیں شاعر کا م معلوم ہے، کون جانے کہ ان ۔ آوازوں نے اور ہمارے ماضی نے کریمی صا ۔ کو اپنے لئے چن لیا ہو اور ذرا دیکھئے تو جسم پ فقیری لباس پہنے ہوئے، آنکھوں میں آ اور ہاتھ میں لفظوں کا کشکول لئے (وہ کشکول جس کے چاروں طرف ر ۔ نگے موتی لگے ہیں اور جس کی بناوٹ کشتی کی طرح ہے) کریمی صا ۔ ہمارے نئے اور اجنبی معاشرے کی گلیوں میں آواز لگاتے ہوئے گھوم رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ بھولے ہوئے لفظ ی د آ گئے۔ ''گا ۔ جائے بنجارا'' اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بنجارے کے لبوں سے یہ نغمہ ابھر رہا ہے۔

۔ ۔ بند دلوں کی دھڑکن ہو
ہاتھوں میں نبیؐ کا دامن ہو
جو عشق نبیؐ سے روشن ہو

وہ شمع جلانے آ۔ ہوں
میلاد سجانے آ۔ ہوں
میں سنانے آ۔ ہوں

یہ ''میلاد'' کہاں ہو رہا ہے؟ کون کررہا ہے یہ میلاد؟ ۔ت یوں تو نہیں کہ کریمی صا ۔ ہمارے اور آپ کے ۔ وروز کو میلاد کہہ رہے ہوں اور وہ ہماری ز۔گیوں کو اپنی آواز سے روشن کرنے کے لئے ہمارے درمیان آ گئے ہوں۔

کریمی صا ۔ کے ہاں گیت اور ہندی شاعری کی ا۔ اور روا۔ بھی ملتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اظہارمحبت عورت کی طرف سے کیا جا۔ ہے اور شاعر اپنے لئے صیغہ۔ استعمال کر۔ ہے۔ یہ اسلوب بعض اور شعراء کے ہاں بھی آ۔ ہے۔ یہ روا۔ ریختی کی روا۔ سے ۔لکل مختلف ہے' ا۔ کوئی ۔ت مشترک ہے تو صیغہ۔ کا استعمال۔ ریختی میں معکوس اور اسفل ۔ ۔ت کا اظہار کیا جا۔ ہے اور ہندی شاعری میں کومل اور بہت بلند ۔ ۔ت کا اظہار۔ غالبًا بھگتی شعراء نے بھی صیغہ۔ کے ذریعے اپنے ۔ ۔ت عبود۔ کو پیش کیا ہے۔کریمی صا ۔ کے دونعتیہ گیتوں کے یہ ٹکڑے حظہ ہوں۔

میں تو نبی کے واسطے مالا بناؤں گی
نوری نوری مدینے کی ہر اک گلی
تم چلو تو چلوٗ ورنہ میں تو چلی

خیال آ۔ کہ یہ اظہار شا۔ روح شاعر کی طرف سے ہے اورظاہر ہے کہ روح کے لئے صیغہ۔ استعمال ہوگا۔ ایسے گیتوں میں ط اور ۔ن کی کیفیات عجب ا۔از سے ۔ جا ہوگئی ہیں۔

اس زمینِ مدینہ پہ آقاؐ چلے
اس کے رستوں پہ ان کے صحابہ چلے

اہل بیت نبیؐ اہل خانہ چلے
انہی گلیوں میں کھیلے ہیں ابنِ علیؑ
تم چلو تو چلو، ورنہ میں تو چلی

کھرے بنے، چمکتے آ وں کی چمک کے ایسے لمحوں میں بھی کریمی صا ب کو اپنے آقا کے پیغام کی ید رہتی ہے۔ حرمین میں ''حنفی ومالکی، شافعی وحنبلی'' ا ی ساتھ رب محمدؐ کے حضور جھکتے ہیں۔ یہ اتحاد ملت، اسی آقا کے دامن سے وابستگی کی ای صورت ہے۔

زیدہ تر نعتیہ مجموعوں میں ت اور آغاز کتاب کے لئے دو ای حمدیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ کریمی صا ب کے مجموعہ ''آ بی کشکول'' میں حمدیہ غزلوں، نظموں اور گیتوں کی ای کہکشاں جگمگا رہی ہے۔ ویسے اب حمدیہ مجموعے بھی شائع ہونے لگے ہیں سچ یہ ہے کہ حمد و کی یکجائی، اسلام کی روح سے مطابقت ر ت ہے۔ یہ ہمارے کلمے کا عکس ہے۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے کریمی کی دعا بخشش بھی ہو دیار بھی
قربتِ احمدؐ بھی ہو اور بارشِ انوار بھی
ا ت خالق، ا ت واحد، ا ت تواب الرحیم
رب ہو مورے تم، رب ہو سبھی کے، تو سبھی کی ی ت ہو

اردو، فارسی ت کیب، عربی مصرعے، ہندی بھاشا، کریمی صا ب کے پس جو کچھ ہے وہ ب اللہ اور ان کے رسول کے لئے ہے۔ زبن کی اس قوس وقزح کے ساتھ سرمژگاں چمکتے ستارے، سجدہ کرت ہوا وجود، دل کی ہر دھڑکن، خیال کی ہر لہر، ب کچھ حاضر ہے۔ ب کچھ اس کے لئے ہے جس نے یہ ب کچھ دیہ ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ میں یہ بت پہلے بھی عرض کرچکا ہوں اور آج اس منا ب سیاق وسباق میں دہرات ہوں کہ

پورے وجود کی شاعری ہے۔قرآن کریم نے مسلمانوں سے کہا کہ ''اے اہل ایمان! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ'' کریمی صا ۔ حمد نگاری اور گوئی کو ایمان کی ا نی اور علامت سمجھ کر ایوان حمد و میں داخل ہوئے ہیں۔ان پ اور ان کی سرمستی و نے نوازی پ رشک آ ہے۔ یہ آواز دو کہاں سے آرہی ہے۔ از کجامی آ ایں آواز دو ۔جس طرح پ اغ کی لو کی کوئی سمت نہیں ہوتی اسی طرح ہر اس آواز کی ہے۔ دل، دماغ، آنکھیں، کان، ۔ نغمہ سرائی میں مصروف ہیں ۔ یہ شاعری، وجود کا سازینہ ''آرکسٹرا'' ہے۔

کریمی صا ۔ کے لئے حمد و مکاں بھی ہے زماں بھی۔ ہر وقت حمد و کا وقت ہے۔ انہوں نے طر راسخہ میں بھی ایسی نعتیں کہی ہیں جن میں ان کی آواز غزل کے پیکر میں کہنے والوں کی آوازوں میں بہت الگ اور مختلف ہے۔ ویسے تو ہر آدمی اپنی ا اد ت ر ہے وغزل کی مروجہ اصطلاحوں اور علامتوں اور کیبوں کو اپنے لہجے اور ذات سے مسخر کر ۔ الگ ت ہے۔ یہ تحر میری فت میں نہیں آرہی ہے۔ اسے بہرحال سمیٹنا ہے اور منا ۔ صورت یہ آرہی ہے کہ ان کی نعتوں کے کچھ شعر آپ کو سناؤں۔ دیکھئے کہ یہ فقیر خوش نوا، کیسی کیسی ز ا دکرت ہے۔

وقت دعائے شی، بولی کریمی، خاموشی
نقش کرو لوح جاں پ لاالہ الا اللہ

مل جائے کریمی کو کوئی چاکری ایسی
ا ت میں ش ۔ وروز کما رہوں نعتیں

محبت، عریضہ، قصیدہ آقاؐ کا
دلیل عشق نبیؐ انوار کی یہ پوشاک بھی ہے

ا دکھائے یہ منظر نبیؐ کی مسجد میں
ہو اعتکاف میسر نبیؐ کی مسجد میں
ہے چہرہ چہرہ کریمی سوال اس در پہ
ہے آ آ سمندر نبیؐ کی مسجد میں

آتی ہے . . بھی دشِ ایم سامنے
آ ہے بے محابہ لبوں پہ نبیؐ کا م
میں ایسے خوش نصیب فقیروں کا ہوں غلام
لکھتے ہیں جو سے دلوں پہ نبیؐ کا م

کچھ اشک بکھر جاتے ہیں تحریر کی صورت
لکھتی ہیں کبھی حمد، کبھی یہ آنکھیں

ان اشعار پہ کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مسرور کیفی صا . کی طرح کریمی صا . کے لئے بھی گفتگو کا درجہ ر ہے، بلکہ یوں کہوں کہ ان کے ش . وروز سے عبارت ہیں۔ کو محبت، عریضہ، قصیدہ، دلیل عشق نبیؐ کہہ کر انھوں نے گوئی کی چار سمتوں کی ہی کردی ہے اور پنچویں سمت وہ ہے . . شاعر کی روح کا لباس بن جاتی ہے۔ ہماری چادر آ . و ہے۔ . . حاتم طائی کی بیٹی جنگی قیدی کی حیثیت سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مت میں

حاضر ہوئی تو اس کے سر پہ چادر نہ تھی۔ اس کے بے چادری کا غم آپؐ کے چہرہ اقدس پہ تحریہ کی صورت ابھرااو ر آپ نے اپنی چادر سے اس کی بے چادری کاازالہ فرمایہ۔ اس واقعہ پہ تبصرہ کرتے ہوئے اقبال نے اسرار خودی میں کہا کہ اقوام عالم کے سامنے ہم بھی بے چادر ہیں اور آپؐ ہمارے چادر بن گئے ہیں۔ اقبال نے سچ کہا۔

آ. وئے ماز. م مصطفیٰ ۔۔

ہماری تمنا' . بہٗ اظہار اور گواہی کے ساتھ ساتھ لباس روح اور چادر آ. و ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے . . ' . م مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتی ہے اور . م محمدؐ تو مستقلاً ثناو ہے اور حمد و 'الفاظ اور اظہار لسانی ۔۔ محدود نہیں ۔

لکھتی ہیں کبھی حمد کبھی یہ آنکھیں

کریمی صا . محبت یہ فتہ اور'' ڈھے ہوئے'' آدمی ہیں۔ ان کی ز. گی اور فیضان کی کہانی سناتی ہے۔

میں ایسے خوش نصیب فقیروں کا ہوں غلام
لکھتے ہیں جو سے دلوں پہ نبیؐ کا . م

اللہ کریمی صا . کو کرامت کے ساتھ ز. ہ رکھے۔ ان پہ یوں ہی رحمتوں اور کرامتوں کی . رش ہوتی رہے۔ وہ ان پھواروں میں . یہ۔ رہیں اور سرسبز وشاداب ہوتے رہیں۔ (آمین)

(آ بنی کشکول/ آفتاب کریمی، ۱۹۹۷ء، اقلیم ، کراچی)

کے نئے افق

۱۹۷۶ء کے آغاز کی ای رات تھی۔ جناب شیوا ی کی ید میں غا . لائبریری میں ای نعتیہ مشاعرہ ہو رہا تھا۔ میں اس .م سخن کے بیشتر شری شعراء کو پہلی .رسن رہا تھا۔ جناب -بش دہلوی اور جناب صہبا اختر کے سوا شای ہی کوئی بہت معروف شاعر اس .م میں شری رہا ہو۔ عین ممکن ہے کہ وہ تمام شاعر اپنے مخصوص حلقوں میں اعتبار اورشہرت کے مالک ہوں۔ کیو کراچی کی شعری فضا اس شہر کی سی وسعت ر - ہے۔ اس محفل میں، میں نے جتنی اچھی نعتیں سنیں شای ہی کسی اور نعتیہ مشاعرہ میں سنی ہوں۔ اوراس دن سے آج - کئی .ر میں اس .ت پ غور کیا ہے کہ شہرت کتنی حقیر، غیر معتبر اوراتفاقی .ت ہے۔

وقار صدیقی اجمیری صا . کو اسی محفل میں میں نے پہلی .ر سنا رات بھیگ چکی تھی۔ . . وہ ما وفون کے سامنے آئے اور انہوں نے اپنی ''اسم َ امیؐ'' سنانی شروع کی۔

حجابِ لفظ میں معنیٰ کا حسن ہے مضمر
کوئی حجاب نہیں اس حجاب سے .ڑھ کر
حجاب اسم سے اوجھل رُخ مسمیٰ ہے
مسمیٰ خود بھی حقیقت کا استعارا ہے

اس کے تمہیدی شعر - ہی میں سنبھل کر بیٹھ َ ی۔ شعر، شاعری کی طرح بھاری

بھر کم تھے اور یہ محض لفظوں کا کھیل نہیں تھا۔ یہ علم کی آواز تھی۔ علم ہی ہم سے ''حجاب اسم''
کی ۔ت کرسکتا ہے۔ ۔ ۔ کہ اسم خود علم کی اساس۔'' ''

ظاہر ہے کہ اَ آدم کا علم حقیقتۃً علم تھا (اور وہ تھالار ۔ فیہ) تو بقول صا ۔ مفردات مسمیٰ کے علم کے بغیر تعارفِ اسم بے حقیقت چیز ہے۔

معرفته الاسمالا تحصل الابمعر فته المسمیٰ

۔ ۔ مسمیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فرد ہو جو عالم بشری- کا ئندہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبدومعبود کے درمیان عالم ۔ زخ ہو تو رخ حقیقت کے ہر پ دے کو کون اٹھا سکتا ہے پھر اس حقیقت کو بھی میں ر ً کہ اسم تو محض ای علامت ہو- ہے ای اشارہ کسی حقیقت، کسی شئے اور کسی ذات کی طرف۔

چند تمہیدی اشعار کے بعد ذکر اس کا چھڑ َی کہ ح۔م۔د۔جس کے ۰م کا مادہ ہے جس کی ثناء ٹھہری۔ سوچتا ہوں کہ جبھی تو ام الکتاب کے آغاز ہی میں حمد پ ال کو داخل کیا َی ہے- کہ ہمیں صراط مستقیم مل سکے اور ہم اس زی دتی سے بچ سکیں جس میں حضرت عیسیٰ اور حضرت عزی علیہم السلام کے متبعین مبتلا ہوئے۔

وہ ۰م جو توضیح حسن ذات بھی ہے
لباس لفظ میں معنی کی کائنات بھی ہے

اور ۔ ۔ اس مقام سے آگے ۔ڑھی تو یوں محسوس ہوا جیسے ہم فکر کے ایوان سے ای ایسے وسیع مرغزار میں نکل آئے ہیں جس کے درمیان جوئے نوررواں دواں روشنی لٹاتی اور دلوں کے آئینوں میں خود اپنا عکس د- - آگے ۔ڑھ رہی ہے۔ فکر اور ۔ بہ کی یہ ہم کناری اسم پ ک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارے ہی شاعر کی قلم رو کا حصہ بن سکتی ہے۔ سلام ودرود اس ذات پ ،اس کی آل پ ، اس کی ازواج پ اور اس کے اصحاب پ ۔

وقار صدیقی اجمیری کی یہ اردو گوئی کی طویل- ریخ میں جس کے کئی مناظر

حصے اور گوشے میرے ذہن میں جگمگا رہے ہیں۔ ای ہشت پہلو ہیرے کا درجہ ر ت
ہے۔ایسا ہیرا کہ ای طرف اسے محسن کاکوروی، اقبال اور ظفر علی خان کے بہترین نعتیہ کلام کے پہلو میں جگہ دینی ہوگی تو دوسری طرف یہ اس نئی روای ت کا عنوان جلی ہے جو ہمیں آج گوئی میں آرہی ہے اور جس کے ئندوں میں احمد ۰ یم قاسمی، ۔ بش دہلوی، نعیم صدیقی، شورش کا ی، امجد اسلام امجد، سلیم احمد اور ۳ وت حسین وغیرہ شامل ہیں۔ اس نئی روای ت میں ای طرف عشق کے سارے قرینے، والہانہ ا۰ از، اشارے اور کیفیتیں موجود ہیں اور دوسری طرف مقام رسا ت کا مکمل عرفان اور آ گہی۔

دین ود مصطفیٰ ۔ مصطفیٰ (۔ بش دہلوی)

میری ۰ چیز رائے میں ہمارا عہد، گوئی کی ت ریخ کا ای عہد بن کرابھرا ہے۔ میں نے اپنے استاد جناب محمد شمیم کو ۔ ''اسمَ امیؑ'' سنائی تو انہوں نے کہا کہ ابوالخیر! اکیسویں صدی کی شاعری، میرے اور تمہارے سرکار کی مد ت کی شاعری ہوگی اور یہ اسی دعوے کی ای روشن دلیل ہے۔'' اس رات ۔ میں نے وقار صدیقی اجمیری سے یہ پہلی ۔رسنی تھی تو یہی ۔ت محسوس کی تھی، میرے احساس کو الفاظ کا جامہ نہ مل سکا تھا کیو مد ت سلطان مدینہ کی منزل وہ منزل ہے جہاں۔

شعور سر بگریباں، خجل غرور ۰ د
ہے چاک چاک جنوں کی جسارتوں کی سند

چودہ صدیوں کی دوری نے ہمیں ذات محمدیؐ سے بہت دور کردی ہے۔قرآن حکیم نے واشگاف ا۰ از میں ہمیں یہ حقیقت کردی ہے کہ ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔'' اسوہ حسن کی دو ت بیدار کو عہد حاضر کے ۰ ابہ ظلمات میں ہم گم کر بیٹھے ہیں۔ اس کے ۔وصف محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ای ۰ م نہیں بلکہ ای قوم کا تشخص ہے اور تشخص بھی ایسا جس نے جغرافیہ کو خجل کر دی ۔ قومیت کے تصور کو نئی اساس دی ہے، یہ

کو خطہ سے ۔لا   بنا دی ہے اور ریخ کے دھارے کو موڑ دی ہے۔ یہ وہ ذات تھی جس کی ہجرت نے یثرب کو مدینہ بنا دی اور شای اسی نکتہ میں وہ ۔ت مضمر ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ ہجرت وہ   ہے جس سے قومیت اسلام کا شجر سایہ دار پھوٹ ہے اور پھر سارے عالم پ چھا ی ہے۔

اقبال نے ای   مصرع میں اس حقیقت کو یوں سمودی ہے۔

آ۔ وئے ماز م مصطفیٰ

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں م محمدؐ اور احمدؐ بھی میرے د ی وحی الٰہی کا ثمرہ ہیں۔ یہ م حضرت عبدالمطلب اور حضرت آمنہ نے خود نہیں رکھے بلکہ ان کے دلوں میں ڈالے گئے۔ کیو   یہی وہ م ہیں جو صحف اولیٰ میں ملتے ہیں اور خود قرآن حکیم نے جس پیرائے میں آپ کے ان دونوں موں کو پیش کیا ہے اس سے میرے اس خیال کو تقوی پہنچتی ہے۔ (۶۱/۲) اور (۴۸/۲۹)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام محمود پ فائ فرمائے گئے۔ یہ وہ مقام ہے جو حمد وثنا، تعریف وستائش کی وجہ م ہو ہے اور اس مقام محمود پ فائ ہونے والا یہ زش بشری حمد رب میں اس درجہ ڈوب ی کہ احمدؐ بن ی اور اس احمدی نے اسے محمدؐ بنا دی ۔

''اسم امی'' میں جناب وقار صدیقی اجمیری نے نہای درجہ شعور وعلم کے ساتھ محمدؐ کو اسم امی قرار دی ہے۔ کیو   محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جس کی مسلسل حمد وستائش کی جائے جبکہ محمود وہ ہے جس کی ای   ۔رحمد کی جائے، یوں جناب وقار صدیقی اجمیری کے قلب و   کی لوح پ مقام محمود سے مقام محمدی   کے تمام مناظر اور مراحل رقم کردیے گئے ہیں۔

سطور ۔لا جس   سے متعلق لکھی گئی ہیں وہ آپ اس مجموعہ میں   حظہ کریں گے

اسی لئے میں مثالوں سے دامن کشاں َ ٠ رنے کی کوشش کرت رہا ہوں جا ہوں کہ یہ سعی ٠ تمام ہے۔ پھر دامن کشاں َ ٠ رنے کی سعی ت کیے؟

یہ ٠م حسن بصیرت، یہ ٠م نور ہی نور
یہ ٠م فکر کا رہبر، یہ ٠م اساس شعور
یہ ٠م دا ٔہ حق وسیع کرت ہے
تعلقات من و تو وقیع کرت ہے
یہ ٠م وحدت اقوام کی ضرورت ہے
یہ ٠م خلق ہے اخلاص ہے محبت ہے
یہ ٠م دین ہے، تہذ. ہے، تمدن ہے
ثقافتوں کا امیں، عدل کا تعین ہے
یہ ٠م امن کی تحر ہے، محبت ہے
یہ ٠م ا وسیع وعریض رحمت ہے

میں بہت سے . دان فن کی طرح شمائل اور ''سراپائے رسول کی پیش ش کے خلاف نہیں ہوں۔ ہمارے اچھے گو شعراء کے نعتیہ سراپے محدود میں لامحدود کی تلاش سے عبارت ہیں۔ مثال کے طور پ محسن کاکوروی کے سراپ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی گیسوئے رسول کا سلسلہ والیل سے اور چہرہ اقدس کا رشتہ والضحیٰ سے قائم ہے۔

اصل مسئلہ کے سلسلہ میں شاعرانہ لغت (Diction) کی تلاش اور انتخاب کا ہے۔ ہم سے ہوش مندی اور انتخاب کا مطالبہ کرتی ہے۔ گو شاعر ہر لفظ کو اسی طرح پ ت ہے جیسے جوہری ہیرے کو اور پھر ہشت پہلو الفاظ کے ہیروں سے کا ہار خلوص کے دھاگے سے پ وت ہے۔ کے الفاظ میں ا۔خلوص ۲۔گہری معنوی ت ۳۔ تہ داری۔ ۴۔عظمت ۵۔عشق ۶۔فکر ۷۔روانی ۸۔ا دوسرے سے ہم آہنگی کا اجتماع

ضروری ہے۔ وقار صدیقی اجمیری کے الفاظ میں یہ آٹھوں پہلو مجھے جگمگاتے آئے ہیں' وہ ہر لفظ کو اما۔ اور ودیعت عشق دو سمجھتے ہیں۔

میں نے جو اشعار پیش کئے ہیں ذرا ان کی (Diction) پ ڈالئے 'بصیرت'' کی جگہ بصارت بھی موزوں کیا جاسکتا تھا۔ دی سے متعلق دوسرے لفظ' م کا رشتہ بصیرت ہی سے قائم ہوسکتا ہے کیو بصیرت محض قوت دی ہی نہیں اس میں دروں بینی بھی موجود ہے اور چمک کا پہلو بھی' مزی۔ آں بصیرت' علم' ادراک اور ذہا۔ کو بھی کہتے ہیں۔ کسی علم پ گہری اور ادراک ر والے کو ہم مبصر کہتے ہیں۔ اور آگے چلئے تو بصیرت میں شہادت' حجت اور دلیل کی د بھی سمٹ آتی ہیں۔ حسن بصیرت کے بعد اگلا ٹکڑا ہے ''نور ہی نور'' نور کے معنی محض روشن اور روشنی کے نہیں۔ نور وہ شے ہے جو خود بھی روشن اور واضح ہو اور دوسری اشیاء کو بھی روشنی کرے۔ پھر یہ کہ نور ذاتی حقیقت ہے۔ اور ضیاء مستعار روشنی کو کہتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ حسن بصیرت اور نور میں مقام محمدیؐ کا روشنی بخش پہلو کس طرح پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

ہر کجا بینی جہان رنَ وبو
ہر کہ از خاکش ۔وی آرزو
ی زنور مصطفیٰ او رابہا ۔
یہنوز ا ر تلاش مصطفیٰ ا ۔

(اقبال)

''یہ م فکر کا رہبر' یہ م اساس شعور''

فکر کے معانی ہیں کسی معاملے یا مسئلے میں ۔ کے ساتھ غور کر اور عقل و سے کام ی ۔ اس عمل کے نتیجے میں آدمی واضح ئج ا کرتا ہے' یوں ا ئج فکر کا ثمرہ ہے۔ فکر کا تعلق ی دی طور ر پ ان اشیاء سے ہے جن کا تصور ذہن ا نی میں قائم

ہو سکے۔ اور شعور، فکر کے بعد کی منزل ہے۔ جس کا علاقہ ا٠٠ ئج کے بعد . ریکیوں میں ا" نے سے ہے۔ احساس اور شعور کے بعد . . آدمی اپنے حواس سے اردَ د کی د کو ز یادراک لے آ" ہے تو معرفت رب کی منزل کی طرف قدم بڑھا" ہے فکر اور شعور کے ذکر کے بعد ہی وقار صدیقی اجمیری کہتے ہیں۔

یہ ٠م دین ہے، تہذ. . ہے تمدن ہے
ثقافتوں کا امیں، عدل کا تعین ہے

اس شعر میں اَ چہ تہذ. . 'تمدن' ثقافت اور عدل کا ٠٠کرہ ہے یہ صرف وہ دا ئرے ہیں جو دین کے مر٠ی نقطہ کےَ دکھینچے گئے ہیں۔

یوں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اَ ای طرف ہمارے لئے حسی اور ادراکی علم کی سند اور ایمان ہے دوسری طرف وہ "ہمہ دیں" ہے۔ اور اگلے شعروں میں انہی دا ئروں کو پیش کیا َ ی ہے۔ "وحدت ادیان" "رحمت" "تعلقات من وتو" اس مرحلہ پ یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان معروضات سے فن گوئی پ وقار صدیقی اجمیری کیَ فت اور قدرت کا٠ ازہ ہوسکتا ہے۔ ان کی عمر اور د. ٠٠ن فن کے دوسرے شاعر گوئی کے آداب سے اس طرح واقف نہیں ہیں۔ غزل کے . سے بڑے مخالف حضرت جوش ملیح آ. دی کی بیشتر نظمیں غزل مسلسل ہیں جن کا تسلسل فکری نہیں ٠. تی ہے۔ وقار صدیقی اجمیری کی نظموں میں ہمیں منطقی اور فکری تسلسل ہر جگہ ملتا ہے یہ الگ . ت کہ ٠. تی تسلسل اسی فکری تسلسل کے نتیجے میں پیدا ہوجا" ہے۔

جی چاہتا ہے کہ دین کے بعد تہذ. . ' تمدن' ثقافت اور عدل کی ٠٠. . اور دین سے ان کے تعلق پ تفصیل سے کچھ لکھا جائے نہ یہ اس کا موقع ہے اور نہ اس وقت راقم الحروف کو اتنی فرصت ہے۔ یہ تو محض ٠٠کرہ رسول کا ئنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لئے اس سگ غلام غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چند سطریں

قلم . داشتہ لکھ دی ہیں۔ کیو سعادت ذکر حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مجھ میں یہ ہمت بھی نہیں تھی کہ ای عاشق رسولؐ شاعر سے انکار کر کے روز قیامت اپنے . امجد صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمسار ہوت۔

مختصر یہ کہ وقار صدیقی اجمیری نے جس مقام پ اور جس قرینے سے دین کا لفظ استعمال کیا ہے اس میں اس کائنات جیسی وسعت ر والے لفظ کے بہت سے معانی سمٹ آئے ہیں۔ دین اطا ت وفرماں . داری بھی ہے، اور غلبہ اقتدار بھی، دین مجموعہ شعائ مذہب بھی ہے اور آ مملکت بھی، اس میں ت بیر الٰہی بھی ہے اور عادت رب بھی، اور پھر وہ دن بھی جو ہمارے اعمال کے لئے یوم حساب ہوگا۔ دین کے دائ ے میں ''تعلقات من وتو'' کی د بھی آ جاتی ہے۔ وہ رشتہ جو میرے اور وقار صدیقی اجمیری کے درمیان ہے، وہ رشتہ جو میرے اور آپ کے درمیان ہے، اور یہ اسم پ ک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جس نے ہر نسلی، لسانی، علاقائی اور جغرافیائی حدبندی اور تعصب کو ڈھا کر یہ رشتہ اور تعلق استوار کیا ہے۔

''یہ نام ای وسیع وعریض رحمت ہے''

۔ کی شعری تعبیر سات لفظوں میں بھلا کوئی اور کس طرح پیش کرسکتا ہے؟

''اسم امی'' کے علاوہ وقار صدیقی اجمیری نے کئی اور اہم نعتیہ نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں میں ان کا نعتیہ قصیدہ ''محبت کا حرم'' بھی شامل ہے۔ ہمارے ای ت قی پسند (بزعم خود) د نے کوئی بیس پچیس سال پہلے یہ ارشاد فرمای تھا کہ' گوئی اور قصیدہ گوئی کا دور ختم ہوگی'' اسے بھی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زن ہ معجزہ سمجھئے کہ ان ''بزرگ'' کے اس ''ارشاد'' کے بعد ہی گوئی کے مضامین وسیع ہوتے چلے گئے۔ گوئی کے نئے پیرائے اور نئے اسالیب سامنے آئے، . ی ذہن گوئی کی طرف ای

نئ دروں بنی اور کا ئنات ی کے ساتھ متوجہ ہوا۔ اور آج کے کئی شاعروں کے مجموعوں میں محض تبرکاً نہیں ملتی بلکہ ا یہ عظیم ادبی صنف کے طور پ آتی ہے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیحانفسی کا یہ کرشمہ تو دیکھیئے کہ اس نے قصیدہ گوئی کو بھی ا یہ نئ ز نگی کردی، عز یز لکھنوی کے قصائد منقبت کے بعد اب یہ شرف جناب وقار صدیقی اجمیری کو ہوا ہے کہ وہ قصیدہ گوئی کو ا یہ عظیم مقصد کے لئے اس کے پورے فنی لوازم اور شرائط کے ساتھ . ت رہے ہیں۔

ان کے اس قصیدے میں ۹۲ شعر ہیں۔ جو اسم محمدؐ کے اعداد کو پیش کرتے ہیں۔ تشبیب، یز، مدح، مطلع ثانی کا اہتمام، فنی طور پ اس قصیدے میں . کچھ موجود ہے۔ اور وہ شوکتِ لفظی بھی جسے گداز قلب نے مسخر کرد یہ ہے۔ جناب وقار کے آ ہوئے قلم نے وادی بے راہ اور وادی ہزار راہ میں اپنے لئے اپنا راستہ ت اشا ہے۔ وہ راستہ جو ذہن پ کیزہ، فکر، بصیرت اوراس . ات کے بغیر ت اشا ہی نہیں جاسکتا تھا جو شبنم کو جلوہ مہر دیکھنے کی دعوت دیتی ہے۔ اپنے حوصلوں سے وقار صا . نے یوں خطاب کیا ہے۔

همتِ شوق کمربستہ مد ت ہو جا
رام کرن ہے مجھے آج خیالات کا دم

اسی خطاب کو انہوں نے مطلع ثانی کی اساس بنا یہ ہے۔ اور مطلع ثانی میں بھی قصیدے کی روا یت کے مطابق خطاب کیا ساقی سے نہیں بلکہ تشنہ لبوں سے، کیو یہ قصیدہ ہی ساقی میکدہ کا ہے جو اپنی محبت کی شراب جس قدر کرت ہے تشنگی اسی قدر بڑھتی ہے۔

وہ مدینے سے اٹھا جھوم کے پھر ا. کرم
مژدہ اے تشنہ لبو! آ یہ رم جھم موسم

اس قصیدے کی علمیت اور تلمیحات بھی اردو اور فارسی کے بہترین قصیدوں کی یہ د

دلاتی ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ ان مقامات میں تلمیح اور ر حوالے موجود ہیں جہاں پہلی میں ان کی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوت۔ تلمیح ہوی صنائع ۔ ائع۔ ان کے وجود کا جواز محض یہ ہے کہ خیال ان سے چمک جائے۔ محض صنائع ۔ ائع کی خاطر شعر کہنا کار ی تو ہے، شاعری نہیں۔ شاعری تو ای ۔ بہ ہے، شعور ہے، آہنگ ہے۔ ایسا آہنگ جس میں آہنگ الفاظ سے لے کر آہنگ ذات ت سارے آہنگ ہم آہنگ ہوجا ۔
قصیدے کا یہ شعر حظہ ہو۔

مدنی چاں ہے آئینہ اوصاف ا
حسن مطلق کا کوئی اور نہیں ہے محرم

''مدنی چاں'' وہ تلمیح ہے جس پ دہ نشینان شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ت ا ان کی امت کے ہر فرد کا احساس جمال سمٹ آی ہے۔ یہ نغمہ پہلی ر فضا میں اس وقت گو تھا ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم نے یثرب کو مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا دی تھا۔

طلع البدر علینا
من ت الوداع
ہم پ چاں ع ہوا
وداع کی گھاٹیوں سے

اور یہ نغمہ اس وقت بھی عہد رسا ت میں گو تھا ۔ سرکارؐ غزوہ تبوک سے لوٹے تھے۔ یہی نغمہ وقار صدیقی اجمیری کی روح میں گونج کر صفحہ قرطاس پ ابھر آی ہے، نئے سیاق وسباق کے ساتھ۔ مدنی چاں، ر نی سورج کے پ تو سے ضیاء گستر ہے۔ یوں انہوں نے چاں کے لفظ کو اس دعوے کی دلیل بنا دی ہے کہ:

''حسن مطلق کا کوئی اور نہیں ہے محرم''

اس قصیدے میں ''سراپۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاصے کی چیز ہے۔ میں گوئی کے سلسلے میں شاعرانہ لغت کا ذکر کر چکا ہوں۔ ٠ کام سراپ' معاذ اللہ حسن خلاصۂ کائنات کو کسی مہ جبیں کی سطح پ لے آ ت ہے لیکن . . منصب رسا ت سے . خبر شاعر قرآن کے آ َ ِ ٖ میں عکسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا ہے اور شمائل میں تفصیلات کے . اعظم میں خلاقانہ سفر کرت ہے تو ایسا سراپ لکھتا ہے کہ حسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٠ ا کی صفات کے عظیم مظہر کی طرح زمین سے فلک ت آ ت ہے۔ محسن کاکوروی کا سراپ اردو کے نعتیہ ادب میں ای سنگ میل بھی ہے اور چیلنج بھی۔

حقا کہ وہ جسم سر سے ت پ

ہے شاہد غیب کا سراپ

ا. و پہ جبیں مہ شمائل

رکھی ہوئی رحل پ حمائل

پیشٗ نی ہے .ٗو مصحف رو

اس پ رے کے دو رکوع ا. و

جوہر کا بھرا ہوا ٗ ٗینہ

آئینہ بے مثال' سینہ

اس َ دن صاف کی بلندی

تکبیرِ فریضہ سحر کی

رعنائیٔ قامت منا .

روزے میں اذان وقت مغرب

میں نے حضرت محسن کاکوروی کے یہ شعر اس لئے آپ کی ٠ مت میں پیش کر دیئے ت کہ آپ کو اٗ ازہ ہوسکے کہ ہماری نعتیہ شاعری میں ''حسن سراپ'' کی یہ

حدشاعرانہ فکر اور رعنائی خیال نے قائم کی تھی پھر مثنوی کے پیکر میں قافیہ کی َ فت اتنی سخت نہیں ہوتی جتنی قصیدہ میں، لیکن دیکھئے کہ سراپ لکھتے ہوئے وقار صدیقی اجمیری نے آ بگینہ کو تندئی صہبا سے کس طرح پگھلادی ہے، مقصد محسن کاکوروی سے موازنہ نہیں، صرف یہ عرض کرن ہے کہ

ع '' قیامت کھلا ہے ب سخن''

اَ ا و سے ہے قوسین کا واضح مفہوم
خم ا و سے شرف یفتہ محراب حرم
جنبش ا وئے خمدار مشیت کی کلید
جس کا ہر حکم ہے اطلاق میں مطلق مبرم
دہن قدس کی نکہت ہے بہاروں کی مراد
اور زبں شر آیت الٰہی پیہم
چہرہ قرآن کی تفسیر بہ عنوان جلی
کرم اللہ تعالیٰ علیٰ وجہ الاکرم
سینہ گنجینہ اسرار او قدی
پشت پ مہر ت سے ہے اتمام
پئے اقدس کا ہر اک نقش ہے منزل بکنار
پئے اقدس پہ جبینِ مہ وخورشید ہے خم

وقار صدیقی صا کی ای ''آداب محبت'' فن گوئی پ منظوم تنقید کا درجہ ر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سیپیاں خالی ہیں اور محبت کے موتی ذات کے سمندر میں رہ گئے اور گوئی تو علاج بے قراری محبت ہے اور بس۔ ویسے کے ادبی مقام کو انہوں نے کس خوبی کے ساتھ ای مصرع میں پیش کردی ہے ۔

ع صا . معراج کی نسبت سے خود معراج ہے

پھر جناب وقار کے اس مجموعے میں مجھے ای پ کئی عنوان لکھے آئے ہیں۔ ''حقیقت کبریٰ' واصف' موصوف' وصف'' اور ''ای مثلث'' اَ یہ میری ہوتی تو میں اسے ''ای مثلث'' کا عنوان دیتا۔ اس میں ای طرف دری کی موجوں کے سمٹنے اور پھیلنے کا منظر ہے تو دودسری طرف اس میں الفاظ کا استعمال اقلیدس کے خطوط کی طرح کیا َ ی ہے اور پھر اقلیدس کے اضلاع مساوی کو ''واصف' موصوف اور وصف'' کے مساوی قرار دے کر ''قدر'' کا مسئلہ پیدا کیا اور 'اقلیدس' الجبرا بن گئی۔

نہیں ذوق بیاں پ بند
دروازہ ستائش کا
میں اور ہی کچھ سوچتا ہوں
ای مدت سے
کہ واصف' وصف اور موصوف
اضلاع مساوی سے
مثلث
معتبر توصیف کا
مل کر بناتے ہیں

مجھے طر راسخہ اور پ انے د. ٘ن فکر کے شاعر کے ہاں آزاد دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ آج کل ی پ بحث ہو رہی ہے۔ اور میں سوچتا ہوں کہ لوگوں کو کیا ہوَ ی کہ پیکر پ بحث کرتے ہیں (اَ چہ آہنگ وغیرہ کا ٘ ٘کرہ بھی کرتے ہیں) حالا اصل چیز تو شاعری اور روح شاعری ہے۔ شاعری اپنے اظہار میں کسی ای پیکر کی نہ تو قائل اور نہ پ بند۔ وقار صدیقی اجمیری نے ای طرف تو قصیدے کی پ بندیوں کو طوق

غلامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قبول کیا اور دوسری طرف آزاد   کے وسیلے سے انہوں نے محمدؐ (فداہ ابی وامی) کے غلاموں کی آزادی کا منشور لکھا ہے۔ عشق محمدؐ کا یہ اظہاری اور ادبی پہلو مز ِ مطالعے کا مستحق ہے۔

میں آپ کی سمع ٔ اشی کے لئے معذرت طلب ہوں اور اپنی خواہش اور تمنا کے ِ وصف ''شعور کا سفر'' میں شاعر کی ہم عنانی اور ہم قدمی کی سعادت سے اپنے آپ کو محروم کر رہا ہوں۔ یہ سفر اپنے استاد جناب محمد شمیم کے لئے چھوڑ رہا ہوں کیو   مجھے ان کی ادبی خضر صفتی پ بھروسہ ہے اور ذات رسا ۔ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے علاقہ سے ِ خبر ہوں۔

آ ٔ میں آپ کو وقار صدیقی اجمیری کی ای ِ ر ِ عی سنا ٔ چاہتا ہوں۔ میرے علم کی حد ۔ اس ر ِ عی کے پہلے اور چوتھے مصرعے کی تشبیہیں اردو شاعری کے لئے وقار صدیقی اجمیری کی سوغات ہیں۔

در ِ میں روانی کی طرح ز ٔ ہ ہیں
ادوار زمانی کی طرح ز ٔ ہ ہیں
اب بھی ہیں بہر طور محمدؐ موجود
قرآن میں معانی کی طرح ز ٔ ہ ہیں

مجھے اردو صرف اس لئے عز ٔ نہیں کہ یہ میری ز ِ ن ہے۔ مجھے اردو ز ِ دہ عز ٔ اس لئے ہے کہ اس کے دامن میں ایسی نعتیہ شاعری بھی ہے اور احمد ٔ یم قاسمی کی طرح وقار صدیقی اجمیری بھی کائنات کے فصیح ۔ ین ا ن کی ٔ مت میں یہ عرض کر ۔ ہیں کہ

''میرا فن کر ۔ ہے بیعت تیری''

وقار صدیقی سے

وقار مصطفیٰ الفاظ کے پیکر میں۔ بندہ
نگاہ مصطفیٰ کی مہرسامانی
۔ے اشعار کے مطلع سے پیدا ہے
مناظر ا وآفاق کے روشن
اسی ذات َ امی کی ۔و ۔ ہیں
کہ جس سے فکر تیری ہوگئی روشن
وہی ذات َ امی آ۔ ۔ معراج ا ل ہے
تجھے جس کے تصور سے تخیل کی ملی دو ۔
سراپا تونے لکھا شاہد حسن محمدؐ کے تخیل سے قلم لے کر
سیاہی اس قلم کے واسطے زلف محمدؐ سے ملی تجھ کو
۔ے اشعار میرے دل کی دھڑکن ہیں
قرینہ ہیں محبت کا

(ڈاکٹر ابو الخیر کشفی)

(حرف حرف خوشبو/ وقار صدیقی اجمیری، ۱۹۹۸ء، فر۔ پبلشرز، کراچی)

ع

مولا٠ قمر احمد عثمانی ایـ علمی وادبی سلسلتہ الذہب کی درخشاں ڑی ہیں۔ وہ ان اربِ کمال میں سے ہیں جو شہرت سے بے ز اپنے نفسِ مطمئنہ کے ساتھ وطنِ عزیز کے دور دراز اور چھوٹے مقامات میں اپنی زن گی ار رہے ہیں اور جنہیں یہ احساس بھی نہیں کہ ان کی نیکیاں اور ش وروز ان کے اہلِ وطن کے لئے ت کا سامان ہیں۔ اَ انہیں یہ احساس ہوجائے تو ت ختم ہوجائے گی کیو اپنی اہمیت کا احساس اور نیکی کا پندار تکبر کی ت ین صورتوں میں سے ہے۔

میں نے قمر صا کے سلسلے میں سلسلتہ الذہب کی تکیب استعمال کی ہے ان کے والدِ امی علامہ ظفر احمد عثمانیؒ ایـ معتبر عالم اور ملّی رہ تھے جنھوں نے قائ اعظمؒ کے فرمانے کی مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مشرقی پکستان میں پکستان کے پرچم کی پرچم کشائی کی، ان کے ادرِ زرگ مولا٠ عمر احمد عثمانی نے آٹھ جلدوں میں فقہ القرآن مرت کی اور ایـ بڑا لسانی کارنامہ جو ب دی طور پ ان کے علم اور کاوش کا نتیجہ تھا ان کے ٠م کے حوالے کے بغیر شائع ہوچکا ہے۔ حجتہ الاسلام مُرشدِ تھانوی ان کے والد کے ماموں اور خا٠ ان کے زرگ تھے۔ یہ سلسلہ ٠ متِ ادب ان کے خا٠ ان میں جاری ہے عزیزہَ اَمی رفعت ہمایوں ان کی بھا ہیں اور بہت اچھا لکھتی ہیں۔

مولا٠ قمر احمد عثمانی کا قیام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہے جسے ہم نے منٹو کے افسانے کے حوالے سے جا٠ اور مدتوں اسے ایـ علامتی اور فرضی مقام سمجھتے رہے، ان کا ٠وی مستقر

کمالیہ ہے جو کھدر پسندوں کے لئے بڑی اہم بستی ہے۔مولانا قمر احمد عثمانی مدتوں کُلیۂ اساتذہ میں استادوں کو پڑھاتے رہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر دن بعثت معلما کے الفاظ انہوں نے اپنے لئے دہرائے ہوں گے اور وہ نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوں گے۔جس نے انہیں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کےنقشِ قدم پر چلنے کا موقع کیا۔معلّمی محض پیشہ نہیں سنتِ ی (علیٰ صاحبہاالف الف سلام) بھی ہے۔الاعمال بالنیات

قمر صاحب اپنے بزرگوں کے وراثت داراوران کی روایت کے امین ہیں انہوں نے بچپن سے اس نکتے کو سامنے رکھا کہ

میراثِ پدرخواہی،علمِ پدرآموز

یہی حقیقت میراث ہے۔

جناب قمر احمد عثمانی کثیر الجہات مصنف ہیں۔علمِ دین تو ان کے گھر کی شناخت ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی تاریخ سے بھی شغف رکھتے ہیں اور اپنے گھر کے تقاضوں کے پس منظر اور تناظر میں اسلامی تحریکوں اور جدوجہد کا تجزیہ کرتے رہے ہیں۔ مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ' سیدنا عثمانؓ سے بالاکوٹ'برصغیر میں دعوتِ دین کی تحریکیں اور ضبطِ تولید ان کی مقبول اور معیاری کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کےعنوانات ہی سے قمرصاحب کےعلمی افق کے پھیلاؤ کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

علماء کی صف میں ہمیں اچھے شاعروں کے نام ہردور میں نظر آتے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر کی شاعری طبع موزوں کے جلوے اور تماشے سے آگے نہیں بڑھتی۔قمر احمدعثمانی صاحب کی شاعری ان کی ذات اور مزاج کی جلوہ گری اور عکاسی کرتی ہے۔وہ شعر کے تقاضوں کوسمجھتے ہیں اور ان سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔اس میں وہ مولانا مفتی محمد شفیع کے صاحبزادے ذکی کیفی مرحوم کی یاد دلاتے ہیں۔

قمر صا ب کی شاعری ان کی ز ن گی عکس اور روداد ہے۔ انہوں نے اپنا لڑ اور نوجوانی اپنے والد محترم کے ساتھ علم وادب کی محفلوں کے علاوہ مسلم لیگ اور جمیعتہ العلمائے اسلام کی سرَ میوں میں َ ن اری۔ اس پ اضافہ کیجئے ان کی دردمندی اور سیاسی شعور کا۔ ان کی شاعری میں سیا ت کے اشارے اسی ماضی کا عطیہ ہیں۔ ان کی حمدو میں مشاہدے کے ساتھ ان کی حق نگری میں شامل ہے۔ رہی ان کی غزل تو اس قیامت سے کون نہیں َ ن را ہے جسے جوانی کہتے ہیں، ہاں جوانی کے ن بوں اور شدتوں کی تہذ ب کرنے والے ہی اچھی غزل کہہ ت ہیں۔ قمر صا ب کی غزل حسرت اور جگر کی روا یت کی ی د ت ز کرتی ہے۔ میں حسرت اور جگر کے ا ن ازِ تغزل کے فرق اور ان کے مضامین کے درمیان مختلف مرحلوں سے کچھ ا یسا بے خبر نہیں، اسی لئے میرے اس بیان کو آپ یوں ہی رد کرنے کی جگہ اس نکتہ کو سنجیدگی کے ساتھ قمر صا ب کی غزل میں تلاش کیجئے۔

طبع زاد شاعری کے علاوہ قمر صا ب نے بنگلہ شاعری اور ب لخصوص شاعرِ انقلاب وشباب قاضی ن رالاسلام کی ب غیانہ اور رومانی شاعری کے نہا ت اچھے ت جمے کئے ہیں۔ ان منظوم ت جموں کا مجموعہ'' میں ان کے ت انے گا ت ہوں'' کے عنوان سے شائع ہو َ ی ہے۔ ا ی فرانسیسی اہلِ نے کہا کہ ت جمے عورتوں کی طرح ہوتے ہیں اَ خوبصورت ہوں تو وفادار نہیں ہوتیں اور اَ وفادار ہوں تو خوبصورت نہیں ہوتیں۔ مشرق کی سرزمین حسن ووفا کے امتزاج اور ی جائی کی سرزمین ہے۔ قمر احمد عثمانی صا ب نے بنگلہ شاعروں کے مضامین اور اسالیب دونوں کے ساتھ وفا کا ثبوت د ی ہے۔ مشرقی پ کستان (بنگلہ دیش) میں انہوں نے اپنی ز ن گی کا وہ حصہ َ ن ارا ہے ۔ ب دن میں دھنک ر َ خواب آتے ہیں۔ رگوں میں خون کی روانی میں سیمابی کیفیت ہوتی ہے اور فطرت ا ن پ اپنے اسرار منکشف کرتی ہے۔ انہوں نے مشرقی پ کستان سے محبت بھی کی اور اسے سمجھا بھی۔ ان کے یہ ت جمے ماہِ نو، افکار اور دوسرے رسالوں میں اسی زمانے میں شائع ہوئے اور صاحبانِ

کی میں حرفِ اعتبار کی صورت چمکے۔ اَ ہم لوگوں کے درمیان قمر عثمانی جیسے لوگ ہوتے، خواہ اقلیت ہی میں تو شایہ بنگلہ دیش آج بھی مشرقی پکستان ہی ہو اور کون جانے کہ اَ ہم محبت سے اسم اعظم کو اپنالیں تو مستقبل پھر وحدت کے اسباب پیدا کرسکتا ہے۔

اب ع کی صورت میں قمر صا . کا منتخب کلام ادبی د کے سامنے آرہا ہے۔ ٹیلی ویشن، انٹر اور . قیاتی مِ ابلاغ کے اس دور میں ادب کے مستقبل کا سوال اہم ہو جارہا ہے۔ اور ای خوان ہ اوراحتیاج زدہ معاشرے میں تو ادب کے حال کے .رے میں ہی شک ہے، مستقبل کی .ت کون کرے؟ اردو د کی تیسری .ڑی ز.ن ہے اور اس میں کتابوں کے اڈ ہزار کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ ان حالات میں یہ .ت قمر عثمانی صا . کی رجائیت کی دلیل ہے کہ وہ اپنا مجموعہ کلام شائع کررہے ہیں۔

اس مجموعے میں حمد و کے علاوہ چند نظمیں اور قطعات شامل ہیں اور .ڑا حصہ غزل پ مشتمل ہے۔

موجودہ ادبی دور کے فروغ کا دور ہے۔ جتنے نعتیہ مجموعے َ شتہ چند .سوں میں شائع ہوئے ہیں کسی اور دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس .رے میں تھوڑی دیہ میں کچھ عرض کروں گا، پہلے ذرا حمد کے سلسلے میں دو ای .تیں۔ اَ چہ حمد کے چند مجموعے بھی َ شتہ .سوں میں شائع ہوئے ہیں اور حمد کے انتخا.ت بھی، اس صنف کو فنی اور فکری طور پ زیدہ فروغ حاصل نہیں ہوسکا۔ اس کا ای .. تو وہی ہے جسے اقبال نے ای مصرعے میں سمیٹ لیا ہے۔

خوگرِ پیکرِ محسوس ہے ا ں کی

اور دوسرا .ُدی .. یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ سے بہت دور ہوَیہ ہے اور . . آدمی اپنے آپ سے دور ہوجائے تو اس حقیقتِ کبریٰ ت اسے رسائی . حاصل ہوسکتی ہے جو اس کی شہ رگ سے بھی قری. ت ہے۔ ای اور .ُدی .. اس کے صحیفہ سے

دوری ہے اللہ کے .رے میں وہی کچھ جان ۔ ہیں جس سے اس نے خود ہمیں آگاہ کرد.ہے۔ ورنہ ذات وصفات کو اپنی عقل کے سپرد کرنے والے'ذکر رب سے .ر کروادی وہم وگماں میں بھٹک جارہے ہیں اور اسے حسنِ بتاں اور''پسر لکشمن ورام'' میں ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ جناب قمر عثمانی کے مجموعے میں دوحمدیں اورا. مکالمہ ا ن و. اشامل ہے۔

لیکن ان چند اشعار میں معرفتِ رب کی کیسی روشن آیت موجود ہیں اور ا وآفاق کوشاعر نے کس طرح اپنے جلوہ حق کا گواہ بنا.ہے۔

جلوہ مہر و مہ و کاہکشاں میں دیکھوں
.تجھے .زخ واعراف وجناں میں دیکھوں
ڈر یہ لگتا ہے کہ کافر ہی نہ ہوجاؤں کہیں
تیرے جلووں کو اَ حسنِ بتاں میں دیکھوں

اور پھر صدائے لاہوتی نے د.کی منزل کو یوں آشکار کرد.۔

دفعتہً عالمِ لاہوت سے آئی یہ صدا
دل کے آ.ینہ میں .شہ رگِ جاں میں دیکھوں

یہ صدائے لاہوت ہوتی تو شاعر کے لئے ہے لیکن شاعر کے ا. رجو عالم ہے اسے یہ ہدا. کی گئی کہ اسے اس کے آئینہ میں دیکھو۔ وہ آئینہ قرآن کریم ہے۔

تیرے اوصاف وکمالات ہیں بے حد وحساب
ہے منا . انہیں'' تیرے ہی بیاں ''میں دیکھوں

اور حد.ش ی کے مطابق وہ ویسا ہے جیسا اس نے اپنے آپ کو بیان کیا۔

کے فروغ کے سلسلہ میں' میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اس کے اسباب وعلل پ مختصر گفتگو آنے والی سطروں میں کی جائے گی۔ کے فروغ کے .ب میں پہلا عنصر تو

فضا کی وہ تبد ہے جو ضیاء الحق مرحوم کی کاوشوں سے پید اہوئی۔ تقریبات اور جلسوں سے لے کر . قیاتی ذرائع ابلاغ ۔ کو لازمی .٠ اورشق کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے ہر دورِ ابتلا میں امتِ محمدیہؐ کو وہی ذات ۔ د آتی ہے جس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی اور ظلمتوں میں وہی ہستی امید کا سورج بن کر ع ہوتی ہے۔ قمر صا . کی نعتوں میں اس فجرِ بشر اور نورِ مبین صلی اللہ علیہ وسلم سے شخصی تعلق اور وابستگی کا اظہار بھی ہے اور مرتبۂ رسا ۔ سے آ گاہی کا ٠ از بھی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں ان کی درود ہے اور اس کی نغمگی شاعر کی روح کے سازینہ کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتی ہے۔ اس کے دوشعر شمائل کے زمرہ میں آتے ہیں اور پڑھنے والے کو سرمستی کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور اس ادب گاہ کا ذکر کس ٠ از سے آ ۔ ہے جس کے ۔ رے میں عزت بخاری نے کہا تھا۔

ادب گاہست ز ۔ آسماں ازعرش ٠ زک ۔

گم کردہ می آ ۔ جنیدو ۔ ۔ ۔ ایں جا

شعر حظہ:

روضہ اقدس قبلہ عالم، کوچہ بطحا کعبہ دوراں

گنبد خضرا، قصر ت، صلی اللہ علیہ وسلم

''تھی ضرورت آپ کی'' بہت شاعرانہ ردیف نہیں ہے اس ردیف میں قمر صا . کی پڑھ کر ا ٠ ازہ ہو ۔ ہے کہ اردو کو اس ردیف کی ضرورت تھی کیو اس سے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسا ۔ کے کتنے ہی پہلو سامنے آتے ہیں اور پڑھنے والا آپ کی ت کے ٠ ۔ ہونے کے کتنے ہی پہلوؤں ۔ غور کرنے لگتا ہے۔

ثبت ہے جس کی جبیں ۔ آپؐ کا نقشِ قدم

اس مقامِ منتہا کو تھی ضرورت آپؐ کی

غم تو لاکھوں تھے کوئی شریکِ غم نہ تھا

ہر دلِ درد آشنا کو تھی ضرورت آپؐ کی

اور اس میں رفیقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جس طور پ آ ہے اس سے مرایہ ادبی عقیدہ پختہ ہوَ ہے کہ سرکارِ دوجہاں کی سیرت کے ش ابھارنے کے لئے رانِ مصطفیٰؐ کا کرہ ہے۔

مولا قمر احمد عثمانی نے حضرت فاروق اعظمؓ پ ا خاصی طویل اور چند مختصر قومی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے ان کی وہ ر حیثیت ر ہے جو ڈھاکہ میں قائ اعظم کی آمد کے موقع پ ا ے جلسہ میں ڑھی گئی۔

قوم نے مل کر جوکی بیر پ کستان کی

بن کے ابھری خودبخود تصو پ کستان کی

افسوس اس وقت دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان نظموں کا جا ہ سے قاصر ہوں۔ آ میں، میں مولا کی غزلوں کے رے میں مختصراً کچھ کہنا چاہوں گا۔

مولا نے غزلوں کے حصہ کا عنوان ''حرفِ تمنا'' قرار د ہے جو ی معنو اور رمز ر ہے اور اقبال کے شعر کی طرف ہمارے ذہن کو منتقل کر ہے۔

فلسفہ شعر کی اور حقیقت ہے کیا؟

حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رو و

کس کے رو و؟ محبوب کے؟ حقیقت کبریٰ کے؟ اپنے؟

قمر عثمانی صا کی غزل کے رے میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ان کا عشقیہ لہجہ حسرت اور جگر کے اسالیب کے درمیان سفر کر ہے۔ مولا دی طور پ ہمارے قدیم شعرا کی طرح غزل کو عشق وحسن کا آئینہ دار اور مظہر سمجھتے ہیں۔ آرائش خم کا کل، سرمژگاں ستاروں کا چمکنا، ش وعدہ کا ڈھلنا اور کسی کا نہ آ (ا)۔ فرطِ شوق سے کسی کے عارضوں

کاگلنار ہوجا٠ (۲)' شامِ غم کا ڈھلنااور درد کا سوا ہو٠ (۳)۔پھول کا شاخ سے سفر کرکے کسی کی زلف سیہ میں مہتاب کی طرح کھلنا'(۴) آغوشِ

(۱)ڈھل چلی شب وعدہ' انتظار اب کیسا
اب تو نیند آجائے' اب تو وہ نہیں آئے

(۲)وہ فرطِ شرم سے گلنار ہوگئے عارض
ابھی مری شوق نے کہا کیا ہے ؟

(۳)جیسے جیسے ڈھلے گی شامِ الم
دردِ دل اور بھی سوا ہوگا

(۴) گو پھول شاخ پہ بھی بہت خو لگے
زلفِ سیہ کی شب میں تو مہتاب سا لگے

(۵) تصور میں کسی کو آواز دینا اور فاصلوں کا سمٹ جا٠ ۔ یہ اور ایسے کتنے ہی موضوع اور مناظر ان غزلوں میں ملتے ہیں۔فیض صا نے سچ کہا تھا۔

اپنے افکار کی' اشعار کی د ہے یہی

اور

اپنا موضوعِ سخن ان کے سوااور نہیں
طبعِ شاعر کا وطن ان کے سوا اور نہیں

د لاکھ ل جائے' ا ن خلا میں سیر کرے اور اپنے سیارے کی مرمت کرے' د ا چھوٹی سی بستی بن جائے جس میں دور دراز کے ملک ہمارے پڑوس کے مکان بن جا آدمی کا دل دھڑکتا رہے گا' وعارضِ کے رنگ نگاہوں کودعوتِ رہ دیتے رہیں گے'لبِ ٠زک پہ تبسم کی ہلکی سی لکیر ابھرتی رہے گی۔ یہ مضامین پرانے نہیں ہوں گے اور ہمارے دل کی دروازوں پہ دستک دیتے رہیں گے۔

(۵) . . بھی آغوشِ تصور میں پکاروں اس کو

وہ میرے اور قریب، اور قریب آجائے

لیکن فراق صا . کی یہ بات بھی سچ ہے کہ غزل حیات وکائنات کا آئینہ ہے (خیال ان کا ہے، لفظ ہمارے ہیں) ا ن کا کون سا تجربہ ہے جو فارسی اور اردو غزل میں نہیں ملتا۔ میر، غا . اور اقبال نے تو غزل کو قدِ آدم اور قدِ عالم بنادی ہے ۔مولا قمر عثمانی نے بھی حدیثِ دل کے ساتھ حکایتِ روزگار بھی اپنی غزلوں میں رقم کی ہے۔

جسم بکتے ہیں بسر بزار

ختم یہ کاروبار . ہوگا

کوئے جا ں سے داروز اں

سارے رستے ہیں جانے پہچانے

مولا قمر کا ای کمال یہ بھی ہے کہ دینی اصطلاحات اور فقہی مسائل کو بھی وہ دا ہ غزل میں لے آتے ہیں۔

ز گی بھر میرے مطلوبِ دعا تم ہی رہے

ہم نے بلا نہیں عنوانِ مناجات کبھی

ہماری یہ . مجال جو شیخ شہر پہ جاکے معترض ہوں

''حلالہ'' کو وہ مباح کردیں، نکاح کو وہ حرام لکھ دیں

کہیں کہیں ان کی رمزی زبان وبیان اور غزل کے مزاج کے امکا ت کو روشن کردیتی ہے۔

وہ ای حرف کبھی جو زباں پہ آنہ سکا

وہ ای حرف ذرا سوچئے تو کیا ہوگا

مولا کی غزل میں حکیمانہ نکتے بھی ملتے ہیں۔ کئی بس ہوئے پٹنہ (بہار) میں

دانش وری کے موضوع پ ای سیمینار ہوا تھا جس میں ی رلوگ اس بت پ زور دے رہے تھے کہ دانشوری کا تقاضا افکارِ ماضی کو رد کرن ہے۔ اس کے مقابل چند لوگوں نے کہا کہ نئے اور پ انے خیالات کو دانش اور عقل وفہم کے میزان میں تول کر قبول ی رد کرن' دانش وری ہے آپ جا کہ وں کے دور میں ایسی بتوں پ کون غور کرت ہے۔ مولان قمر نے اسی نکتے کو کس خوبی سے غزل کا شعر بنا دی ہے۔

بت حق ہو تو کرو دل سے قبول
وہ نئی ہو کہ پ انی لوگو!

مولان کی شاعری کی نئی اور پ انی اعلیٰ قدروں' خیالوں اور ز بوں کی شاعری ہے اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اوران کی آواز زی دہ سے زی دہ دلوں کو زن گی کے متنوع دا ئ وں سے آشنا کرے۔

(ع/قمر احمد عثمانی، ۱۹۹۸ء، علمی کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

ٔٔول پ ای

شفیق الدین شارق ''.رگ'' اہل قلم کےَ وہ سے تعلق ر ۔ ہیں جو ای طرف ان اقدار حیات سے وابستہ ہیں جو ہماری شنا ۔ رہی ہیں اور دوسری طرف وہ عہد حاضر کے ان تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں جو آج ہماری ز گی 'ثقافت اور ادب کو درپیش ہیں۔ ''کل کی بغاوت آج کی روای ۔ ہے'' یہ سلسلہ ادب اور ز گی میں جاری وساری رہتا ہے اور جو لوگ اس نکتے کو سمجھ نہیں پ تے وہ ز ہ اور نئی روایت کو بھی قبول نہیں کرتے اور یوں ان کا اور ان کے افکار کا رشتہ ز گی اور اس کے سر چشموں سے منقطع ہوجا ۔ ہے۔

شارق صا ۔ کے ادبی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ '' ے خوش َ رے'' ان کے رے میں میرے پیش کردہ معروضات کی دلیل کا درجہ ر ۔ ہے۔ انہوں نے اس مجموعہ کا ا ۔ ب ''اپنے بچوں سمیت نئی کے م'' کیا ہے۔ یہ مستقبل سے ان کی وابستگی کا اشارہ ہے۔ اپنے مختصر تعارف میں انہوں نے اپنے تلمذ کا ذکر کیا ہے۔ وہ حضرت سیماب اکبر آ دی کے شاَ د ہیں۔ اس عہد میں یہ استادی شاَ دی کی روای ۔ شعروسخن کی د میں کمزور پ ڑگئی ہے۔ کبھی ''بے استاد'' ہونے کو ۔ اسمجھا جا ۔ تھا اور آج کے شاعر اس پ فخر کرتے ہیں اور اپنی ہر غلطی کو اپنا اجتہاد قرار دیتے ہیں۔

اس مختصر تنقیدی مجموعے میں دس مطالعے ہیں۔ شارق صا ۔ تنقید کے کسی د ۔ ن کے پ بند نہیں بلکہ ادب کو ز گی کی موج رواں سمجھتے ہوئے اسے دیکھتے اور دکھاتے ہیں۔

ان مضامین میں سے دو مضمون .رگ شعراء سے متعلق ہیں۔ ای مضمون تو مشاعروں کے .رے میں علامہ سیماب اکبرآ.دی کے خطبات سے ... دی ہے۔ حسن ... اور انتخاب نے اسے ای مربوط تحری بنا دی ہے اور دوسرا مضمون حضرت صبا اکبرآ.دی کی غزل کے .رے میں ہے۔ دوسرے مضامین حامد مدنی، مشتاق احمد یوسفی، سلیم احمد، محبوب .ان، انجم اعظمی اور بعد کی کے فنکاروں کے فکروفن کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس سے ا ازہ ہوت ہے کہ شارق صا . آج کے ادب کے ہم قدم اپنا سفر طے کررہے ہیں۔

اب شارق صا . کا مجموعہ حمدو شائع ہو رہا ہے۔ شارق صا . ای راسخ العقیدہ اور .عمل مسلمان ہیں۔ علم وعمل کی یکجائی نے ان کی شخصیت کو وحدت کردی ہے ۔ وہ وحدت جو ا نی ز.گی کو سکون اور طما کی دو ت کرتی ہے۔ شارق صا . کے لئے حمدو ان کی روح کا تقاضا، ان کے ایمان اور .ت کا اظہار ہے اور اس کا ا. اللہ کی محبت اور نبی اکرمﷺ سے قر.ت کی صورت میں انہیں ملے گا (اور کون جانے مل چکا ہو) لیکن حمد اور ادبی اصناف بھی ہیں اس لئے شارق صا . کے حمدیہ اور نعتیہ کلام کا فکری اور ادبی جا ہ بھی . منا . ہوگا۔

ان دنوں کے بعد اب ہماری ادبی د حمد اور اس کے جا ے کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ حمد کے انتخا.ت شائع ہو رہے ہیں اور حمد سے متعلق مجلوں اور رسالوں کے شمارے مرت. ہو رہے ہیں۔ ان کے مطالعے سے ا ازہ ہوت ہے کہ ہمارے دور میں پ تو شاعروں نے بہت توجہ دی ہے حمد کے تقاضوں اور آداب سے آ گاہی کا جلوہ کم آت ہے۔

یہ ت ش .ی دی طور پ در ت ہے۔ اللہ ت رسائی بہت آسان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت مشکل ہے۔ یہاں ''اللہ ت رسائی'' سے میری مراد اس کی ذات وصفات، اس کائنات میں اس کے جلوہ بے ر. اور جلوہ ہم ر. کی ''دی'' اور اسے .د ی رگ جاں

محسوس کرنے سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ای   دعا یہ بھی ہے کہ ہمارے رب ہم پ اپنے آپ کو اسی طرح منکشف کر جیسا تو ہے اور ہم تیرے ۔رے میں اس سے زیدہ نہیں جا   جو تو نے بتادیہے۔ یہ معاملہ بھی عجب ہے کہ ای   طرف عقل بے بس او ر حیرت وافتادگی میں غرق ہے اور دوسری طرف بچہ تتلیوں اور پھولوں کے رَ' رَ ۔ نگے ۔ دلوں اور ایسے ہی   روں میں تجزیہ کئے اور سمجھے بغیر اسے دیکھ یۃ ہے۔

شارق صا ۔ ای   طرف تو قرآن حکیم میں اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور ذکر کے دروازے سے َ رکر معرفت کی طرف ۔ڑھے ہیں اور دوسری طرف ان میں بچے کا تحیر بھی ہے۔ وہ تحیر جو بچے کو حجا ۔ت درمیاں سے َ ارکر اس ۔رگاہ جمال ۃ   پہنچادیتا ہے۔

ای   طرف تو شارق صا ۔ ایسے مسلمان ہیں جس کا ایمان چشم وگوش کے جلووں اور عقل و د کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور دوسری طرف وہ قرآن حکیم کی رہنمائی میں ذات ۔ری تعالیٰ کو محسوس کرتے ہیں' اس کے نغمہ تخلیق کو ۃ ہیں اور لالہ وگل کے استعاروں ۃ   پہنچ کر خاموش ہوجاتے ہیں۔ کبھی جلوہ حجاب   بن جاۃ ہے اور کبھی حجاب جلوہ بن کر جگمگانے لگتا ہے:

ذات سو حجابوں میں اور صفات صد جلوہ
دیکھئے تو پ دہ ہے' سوچئے تو جلوہ ہے

مرے دل سے ۃ ے وجود ۃ 'ہے فضا تمام دھنک دھنک
وہ خیال ہے ۃ ے قرب کا کہ لہو بھی موج شمیم ہے

ان اشعار میں الفاظ کا انتخاب اور بحر کی نغمگی اس ۔ت پ شہادت دیتی ہے کہ شارق صا ۔ ''اللہ جمیل'' کے نکتے سے پوری طرح ۔خبر ہیں اسی لئے اس کی حمد میں

جمال اور حسن کا حد درجہ اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ای ''جلوے'' کی صورت ہر مسلمان کی ز گی میں آتی ہے اور ہر دن اس حیرت خانہ امروز و فردا میں تسلسل اور تیقن اسی کی ذات سے ہے۔

اور

آج بھی کارِ تخلیق جاری ہے۔ نئے ستارے اور سیارے ڈھل رہے ہیں، نئی کہکشا سامنے آ رہی ہیں۔ تخلیق کے نئے امکا ت ابھر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ قرآنی اور علمی حقائق کس طرح ای شعر میں سمٹ آئے ہیں:

ے حرف تخلیق سے ہر وجود
ے لفظ کن میں ہر امکان ہے

اور یہ امکان مسلسل ہے اور جاری رہے گا۔ جوش صا کا نہای مشہور شعر ہے۔

ہم ایسے اہل کو ثبوت حق کے لئے
اَ رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

جوش صا کا مجموعی رویہ ذات حق تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ بھی ہو وہ تو نہ تھے لیکن ''اَ رسول نہ ہوتے'' کے ٹکڑے سے ان کی فکر ہم روشن ہو جاتی ہے۔ اس کے عکس کل یوم ھو فی شان سے خبر شاعر اسی ''ثبوت'' کو یوں پیش کر ہے۔

ا تی ہے فلک سے صبح صادق
لئے روز اک جھلک نور ا کی

ہر صبح ای نئی شان اور ثبوت ہے اور صبح صادق میں ''صادق'' کا ٹکڑا ڑی معنوی ر ہے جو خوبصورت ہونے کے ساتھ اتنا واضح ہے کہ کسی گفتگو اور تفصیل کی ضرورت نہیں۔

شارق صا ۔ کے حمدیہ کلام میں ہیئت اور اسالیب سخن کا تنوع ہے جو اپنے موضوع سے ہم آہنگ ہے۔ ان کے ا۔ مخمس کے یہ دو مصرعے دیکھئے۔

اس کی تجلی ہر جا ہے ساکن
از عرش اعظم ۔ قلب مومن

حمدیہ حصہ میں کئی نظمیں بھی ہیں، کعبتہ اللہ، مکتہ المکرّمہ، سفر حرمین، حسرت سفر حرمین، ا۔ دعا۔ ان نظموں سے شاعر کے دل اور دماغ دونوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی شاعری پورے وجود کی شاعری ہے۔ شارق صا ۔ کا خاص وصف اپنے ۔ بت پ ان کا قابو ہے جو ز ۔ ن پ ان کی قدرت کے ساتھ مل کر اچھی شاعری کی تخلیق کرت ہے۔ سفر حرمین کا یہ شعر حظہ ہو:

مکہ کا سفر عین عبادت کا سفر ہے
طیبہ کا سفر حق محبت کا سفر ہے

حمد کے بعد شارق صا ۔ کی نعتیں ہیں۔ ان میں بھی موضوع اور ہیئت کی وسعت ہے۔ شارق صا ۔ نے مسلمان کے کردار اور اس کی ز گی کا رشتہ بھی مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑ دی ہے کیو وہ مقصد بعثت سے واقف ہیں۔ میں کئی ۔ ر اپنی تحر یوں میں یہ نکتہ پیش کر چکا ہوں کہ ان دنوں ہمارے ہاں عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت پ چا ہے ۔ ہمارے ہر گلی کوچے میں اتنے عاشقان رسول ہیں کہ ان کے شمار کے لئے ا۔ مستقل محکمہ درکار ہوگا۔ لیکن اتباع ۔ کا ذکر شای ہی کوئی کرت ہو حالا یہی عشق کی نی ہے اور اتباع رسول ﷺ اللہ سے محبت کا قرآنی معیار ہے۔ ''کہہ دیجئے کہ اَ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے ۔ ہوں کی مغفرت فرمادے گا۔'' شارق صا ۔ کی نعتوں میں یہ نکتہ اکثر مقامات پ جگمگات آت ہے۔ ا۔ ر ۔ عی حظہ ہو:

پہلے اسے مکہ کی طرح فتح کرو
اور اس میں جو . ت ہیں . کو توڑو
دل کو تو مسلماں کرو د ت حق پ
پھر عشق محمد ﷺ کا اعلان کرو

ہم اپنے قلب و کے اسلام کی تکمیل سے پہلے اوراس کی اہمیت سے بے خبر رہ کرعشق محمد ﷺ کا مسلسل اعلان کررہے ہیں۔

شارق صا . کو ت محمدی ﷺ کے عملی اور اجتماعی پہلوؤں کا بھی پورا عرفان حاصل ہے۔ آج بھی ہمارے لئے اسم محمد ﷺ حصن حصین ہے۔ ہم اسی قلعہ اور اس کی فصیل میں محفوظ ہیں۔ نگہبانی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس کااظہار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ز ہ وجود کے حوالے سے ہوا ہے۔

ہے دین محمد ﷺ کا ا آپ نگہبان
یہ دیں ہے پ اغ تہ دامان محمد ﷺ

شارق صا . کے آداب کے ساتھ ساتھ کے عناصر سے بھی خوب واقف ہیں۔ میں ان سے پوری طرح متفق ہوں کہ منقبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حصہ ہے اور میں شامل ہے۔ یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ ابوبکرؓ کو دیکھا تو وہ صدیق بن گئے اور ہرامت میں ایسا صدیق ای ہی ہوت ہے۔ عمرؓ کو دیکھا تو وہ فاروق بین الملتین بن گئے، عثمانؓ پ ڈالی تو ان کا دل ہر دو جہاں سے بے ز ہوَ ی، علیؓ ان کی آغوش میں آئے تو علوم کا . ب اور قضاوعدل کی مثال بن گئے:

یہ بھی عشق نبی میں شامل ہے
. اصحاب .صفا ر ُ

محترم شارق صا . نے اپنی نعتوں کے لئے روشنی آیت قرآنی سے حاصل کی

ہے۔ اور دوسرے قرآنی ٹکڑوں کی

کہکشاں ان کی نعتوں کو جگمگا رہی ہے۔ یہ رَ ہمارے دور میں جناب عبدالعزی خالد اور حضرت حفیظ ۔ کے ہاں بھی شعر بن کر چمکا ہے ۔شارق صا کے مزاج اور افتادطبع کو بھی قرآن حکیم سے ایسی وابستگی ہے کہ الفاظ قرآنی کی قندیل ان کے اشعار کو منور کررہی ہے۔

جناب شفیق الدین شارق کے اس مجموعہ سے ہمارے دلوں کی دھڑکنوں کو رسول اللہ ﷺ کا آہنگ حاصل ہو ہے۔ آنکھوں کے آ وَں میں حرم کعبہ اور حرم ی کے عکس جھلملانے لگتے ہیں اور ہم اپنے ا رمحبت کی چنگاری کو روشن دیکھتے ہیں۔

یہ چند سطریں ازراہ حصول سعادت لکھی گئی ہیں ورنہ سچ یہ ہے کہ میں شارق صا کی گوئی سے ا ف نہیں کرسکا ہوں۔

(ول/شفیق الدین شارق، ۱۹۹۹ء، اقلیم ، کراچی)

ہشام علی حافظ کی نعتیہ شاعری......ا یـ ت ث

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وامام المتقين
محمد وآله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

اس وقت صبح کے چار بجے ہیں۔ فجر کا وقت ابھی ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پ ہے۔ کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے میں بستر سے اٹھ بیٹھا۔ نہ جانے نیند کا طا ٔ میری آنکھوں کے نشیمن سے ناراض کیوں ہوَ ی۔ تجزیہ کیا تو خود پ یہ بات کھلی کہ ہشام علی حافظ کے نعتیہ دیوان ''احبک ......احبک ......احبک ۔ یـ حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم یـ رسول اللہ'' پ اپنے تـ ث ات قلم بند کرنے ہیں۔ پچھلے دنوں بیمار رہا اور اسی عالم میں اصل دیوان کا مطالعہ کیا' تـ جمہ کو پڑھا اور دونوں کا تقابل کیا۔ اس کام میں تـ خیر ہوئی...... تـ خیر کی وجہ صرف میری علا تـ نہیں تھی بلکہ حقیقی .. یہ تھا کہ میں حقیقی اور سچے ادب' بالخصوص شاعری کو تیزی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا۔ اکثر میں کتاب پڑھتے ہوئے مصنف کی آواز تـ ہوں کہ مجھ سے آسان نہ ٔ رو' میری کتاب کے صفحات میں مجھے تلاش کرو اور مجھے دیکھو' یہی لفظ میرے حقیقی ٔ وخال ہیں۔ اچھی کتاب کے مطالعے کے دوران ایسے مقامات آتے ہیں کہ میں کتاب کو بند کرکے سوچنے لگتا ہوں اور جہاں تـ شاعری کا تعلق ہے اچھے شعر اور مصرعے مجھے نہ جانے کن د ؤں اور فضاؤں میں پہنچا دیتے ہیں۔ اچھی شاعری ای چہار سمتی مکالمہ ہوتی ہے۔ شاعر کا مکالمہ اپنی ذات کے ساتھ' اپنے رب کے ساتھ' اس کائنات کے ساتھ اور دوسرے ا نوں کے ساتھ۔

نعتیہ شاعری میرے نزدیک مشکل ترین صنفِ سخن ہے اور بالخصوص . . شاعر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب بھی ہوتا ہو۔ ذرا سی بے احتیاطی حبطِ اعمال کا . . بن سکتی ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر عرفی شیرازی نے کہا تھا کہ گوئی تلوار کی دھار پر چلنے کی طرح ہے۔ میں دیر تک ہشام علی حافظ کے نعتیہ دیوان پر مواجہ شریف کے نقش کو دیکھتا رہا اور کتاب کے نام پر میری نظریں جمی رہیں۔ . . بھی میں نے اس کتاب کو اٹھایا میرے . کتاب کے نام کو دہراتے رہے اور آنکھیں مواجہ شریف کو دیکھتی رہیں۔

احبک احبک احبک

یحبیبی یرسول اللہ

مجھے تم سے محبت ہے...... مجھے تم سے محبت ہے...... مجھے تم سے محبت ہے

یحبیبی، یرسول اللہ

یہ نام محض کتاب کا نام نہیں، بلکہ ایک سرگوشی ہے......سارے وجود کی سرگوشی...... ایک فغانِ زیر . ہے جو ہو ں کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی۔ یہاں ''یا'' کے استعمال میں استمداد اور استغاثہ نہیں بلکہ ایک اُمتی کا تخاطب ہے جو اپنے دل کی گہرائیوں میں اس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود پاتا ہے۔ وہ ذات جو اساس ایمان ہے اور آج بھی ہر اُمتی کے لئے حاضر بھی ہے اور غائب بھی ...... وں سے غائب فکروشعور وآگہی میں . سے تو اب قوت کی طرح موجود۔

اور پھر اس نکتے پر تو غور کیجئے کہ شاعر وہ ہے جس نے مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنکھیں کھولیں، اپنا بچپن گزارا اور عمر کی کئی منزلیں طے کیں، جس کے سجدوں کو مسجد نبوی کے فرش نے مہر محبت کی طرح قبول کیا اور جس کے آنسوؤں کی چمک نے فرش کو اور روشن کر دیا، جس نے مدینہ منورہ کی کھجوروں سے شیریں سخنی حاصل کی اور وہاں کے پانی سے اپنے وجود کو سیراب کیا۔

''میں چھوٹ تھا
ناداں' ناسمجھ تھا
جوار نبی ﷺ میں رہتا تھا
اس مٹی پہ چلتا تھا
جس نے رسول اللہ کے قدموں کے بوسے لئے تھے
اس درخت کی کھجوریں کھاتا تھا
جس سے ابو بکرؓ و عمرؓ نے کھائی تھیں
اس چشمے کا پانی پیتا تھا
جس سے امام المتقین نے پیا تھا
میں رہ رہا تھا
اللہ کے محبوب ترین شہر میں''

یہ مصرے اس مجموعے کی دوسری سے لئے گئے ہیں جس کا عنوان ہے ''لی ابن مثلک اسمہٗ محمدؐ''

محمد لئیق اللہ خان صا . نے اس عنوان کا بہت اچھا ترجمہ کیا ہے۔ ''تمہارا ہی ہم نام میرا بھی ایک بیٹا محمد ہے۔''

بیشک مدینہ منورہ اللہ کا محبوب ترین شہر ہے' فضائل مدینہ کا باب ہر معتبر مجموعہ احادیث میں موجود ہے اور فضائل مدینہ کی احادیث دکتور صالح بن حامد بن سعید الرفاعی نے بڑے عالمانہ انداز میں اپنی تحقیقی کتاب میں جمع کردی ہیں۔ اردو میں بھی اس موضوع پہ کئی کتابیں موجود ہیں۔ یہ شہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے' یہ وہ شہر ہے جس میں دجال داخل نہ ہوسکے گا' یہ وہ شہر ہے جس کی سکونت انسانوں کے لئے انعام الٰہی ہے۔ مدینہ ''حسنہ'' ہے ''قبتہ الاسلام'' ہے۔ ''سیدۃ البلدان'' ہے' ''طاہر'' ہے اور

''طیبہ'' ہے۔ فضائل مدینہ کے بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔

ہشام علی حافظ کا مدینہ منورہ میں پیدا ہو اور اس شہر سے ان کا ہمہ جہتی رشتہ اتفاق نہیں۔ اللہ کی اس کارگاہ عظیم میں کوئی چیز اتفاق نہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی شے اس کی مسلسل منصوبہ بندی کا ای حصہ ہے۔ ہشام علی حافظ کا م مدینہ کی نسبت سے میرے ذہن کی الجھن اور اکساہٹ بن گی پھر اچا میرے ذہن میں روشنی کا ای جھماکا ہوااور میں نے اپنے بیٹے سید ابواحمد عاکف سے پوچھا کہ کیا ہمارے کتب خانے میں مدینہ کی تاریخ پر کوئی انگریزی کتاب موجود ہے ؟ عاکف سلمہ نے کہا ''جی ہاں'' اور وہ علی حافظ کی کتاب لے آئے۔ ''CHAPTERS FROM THE HISTORY OF MADINA'' اب سوال یہ تھا کہ ہشام علی حافظ اور علی حافظ کا حقیقی رشتہ کیا ہے؟ سوال کا جواب کتاب کے تعارف میں مل گی۔ ہشام مورخ مدینہ کے صا زادے ہیں۔

ویسے تو ہشام علی حافظ کا نعتیہ دیوان مختلف نظموں کا مجموعہ ہے میں اسے ای طویل سمجھتا ہوں ممکن ہے کہ شاعر پڑھنے والے مجھ سے اتفاق نہ کریں لیکن مجھے تمام ا اء (جنہیں مجھ سے اتفاق نہ کرنے والے مختلف نظمیں قرار دیں گے) کے درمیان ای وحدت آئی ہے۔ مختلف پہلوؤں اور تناظر میں انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء خوانی کی ہے۔ ان ا اء کا معنوی ربط اس دیوان کو ای بنادیتا ہے۔ اس میں ای میورل (MURAL) یا بسیط دیواری تصویر کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ کاغذ اور الفاظ کی وسعتوں کا کوئی ٹھکانہ ہے؟ شاعری تصویر بھی ہے' نغمہ بھی' تاریخ بھی ہے اور تخیل نامہ بھی۔

کا پہلا حصہ ''قصہ ازواج الطاہرۃ الامین'' سے طویل ہے۔ اس میں صا معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے کتنے ہی ش سمٹ آئے ہیں اور پھر سمندر کی موجوں کی طرح مختلف ا اء ای دوسرے سے پیو ہیں۔ رہی کتاب کی

۔ ' سووہ شاعر کے ذوق' مزاج اور فنی تقاضوں کے مطابق ہے ۔ وہ کبھی عہد حاضر میں لوٹ آتے ہے' سمندر کے کنارے ننھے محمد سے قات' اپنی بیٹی کی پیاری تحریں' عہد حاضر میں اسلام کی اجنبیت اور پھرشاعر خیر القرون کی طرف لوٹتا ہے۔ سرور کائنات اور رسول آفاق صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرَ امی ہمارے لئے زمان ومکاں کو سمیٹ یتے ہے۔ یہ صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی کرامت اور اعجاز ہے۔

وزن' قافیہ' ردیف یہ شاعری کا خارج ہے۔ معریٰ' آزاد اور اب ی (اور اردو میں ہائکو اور واکا کی کامیابی سے یہ حقیقت ای ۔ ر پھر ہمارے سامنے آتی ہے کہ شاعری کی اساس اور ۔ یدتخیل ہے۔ اَ شاعری میں تخیل نہ ہو تو شاعری کاری َ ی کی سطح سے آگے نہیں ۔ ھتی۔) پھر شاعر کے لئے مشاہدہ ۔ ڑی اہمیت رتے ہے جس نے اپنے رب کی آیت' ا نی فطرت اور معا ت حیات وکائنات کو گہرائیوں میں جاکر دیکھا ہو اور جو ا نی کی بوقلمونی سے واقف ہو وہی مملکت شعر کی شہری حاصل کرسکتا ہے۔ مشاہدہ کے بعد مطالعہ آج شعر کا ۔ یدی عنصر ہے' ۔ لخصوص نعتیہ اور ۔ ر پس منظر سے تعلق ر والی شاعری کے لئے یہ ۔ ت اور اہم ہوجاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ز ۔ ن پ قدرت شاعری کی ای اور ۔ یدی شرط ہے۔ لفظ تو شاعر کا وسیلۂ اظہار ہیں۔ مفاہیم ومطا ۔ کے طلسم کدے کا دروازہ لفظ کی کلید سے کھلتا ہے۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غا ۔ مرے اشعار میں آوے

نعتیہ شاعری کے لئے ان کے سوا کچھ اور شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ دل ونگاہ مسلمان ہوں اوردوسری شرط یہ کہ شاعر نے قرآن عظیم کا گہرا مطالعہ کیا ہو' کیو قرآن مجید ہی سے ہمیں قرآن ۔ طق صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی آ گاہی حاصل ہوتی ہے۔ ''شاہد' مبشر' بشیر' ۔ ' صا ۔ خلق عظیم' صا ۔ کوث' داعی الی اللہ' نور' سراج ۔ ' مزمل' مدث

اور ہادی'' یہ ان کے مقام عظیم کی چند منزلیں ہیں۔ ہشام علی حافظ .ڑی حد ت نعتیہ شاعری کی ان . شرائط پ پورے ا ت تے ہیں۔ .لخصوص ان کے تخیل میں .ڑی قوت ہے۔ وہ بہت سے ن زک مقامات سے .ڑی کامیابی سے گ رے ہیں' .لخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت .سعادت کا ذکر' اس موقع پ حضرت آمنہ کی کیفیات' حضرت ختمی مرت. ت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ن یجہ الکبریٰؓ کے ن .ت کی عکاسی۔ کم ہی شاعر اور لکھنے والے ان مرحلوں سے .مراد اور کامیاب گ رتے ہیں۔ میں اختصار کے پیش ذکر مثالوں سے گ ی کر رہا ہوں حضرت ن یجہؓ کے خواب کے بیان سے متعلق یہ چند سطریں حظہ ہوں......

ن یجہؓ نے دیکھا
درخشاں آفتاب
گھر کے صحن میں اُت ا ہوا ہے
سارے ماحول کو چکاچون کئے ہوئے ہے
اس کی ضیا پ شیوں سے مشرق ومغرب
د کا ذرہ ذرہ
صدطور بن رہا ہے

شاعری کا ت جمہ بہت مشکل بلکہ .ممکن عمل سمجھا جا ت ہے لیکن ہر ز.ن کو ایسے مترجم مل ہی جاتے ہیں جو ت جمے کے ذریعے اپنی ز.ن کی آب و ت ب میں اضافہ کرتے ہیں۔ محمد لئیق اللہ خاں صا . نے .ڑی حد ت اس نعتیہ مجموعہ کے ت جمے کا حق ادا کر دی ہے۔ کتاب کے .ڑے حصے میں انہوں نے شاعرانہ آہنگ اور فضا کو .قرار رکھا ہے لیکن میں یہ .ت سمجھنے سے قاصر رہا کہ انہوں نے ''حبیبی ﷺ ی رسول اللہ'' کو .قرار کیوں نہیں رکھا۔ یہ کلمات اردو ز.ن کا حصہ ہیں اور اس کے صوتی آہنگ کا انحصار(.ڑی حد ت)

ان کلمات کی تکرار پ ہے اور اسی طرح عربی کے بعض اور ٹکڑے اردو جے میں . قرار رکھے جا تھے۔

ی نبی اللہ ی رسول اللہ
افضل من الد ومافیھا
ی حبیب اللہ ی محمد
ی حبیب اللہ ی محمد
نصلی ونسلم علیک

ہماری نعتیہ شاعری میں ایسے عربی فقرے اور اظہار عام ہیں۔ مجموعی طور پ جمہ اصل سے ''وفاداری'' کی عمدہ مثال اور اردو محاورے کے عین مطابق ہے اور مجھے یقین ہے کہ اردو د اس نعتیہ مجموعے کا خیر مقدم کرے گی اور اس کے مطالعہ سے دلوں میں عشق محمدی ﷺ کی مشعل فروزاں ہوگی۔

ہشام علی حافظ نے اپنی بیٹی آمنہ سے کہا ہے کہ......
میں وہ سارے لفظ تیری ر کرت ہوں
جو جمانی کرتے ہیں
پیار کی، محبت کی

میرے عزی شاعر اور محترم اسلامی بھائی! آپ کے لئے میں آپ ہی کے الفاظ دہرا ہوں......اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ کو سرفراز فرمائے، آپ کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے میں دی ر ش سے سواد فجر آ ی۔ لیجئے، فجر کی پہلی اذان فضا میں بلند ہو رہی ہے......موذن اللہ کی وحدت اور محمد ﷺ کی ت کی گواہی دے رہا ہے اور اب وہ کہنے ہی والا ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم، اذان فجر کے رے میں محمد اقبال نے کیا خوب کہا ہے ......

وہ سحر جو کبھی فردا ہے، کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

اب میں اپنی اس تحریر کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آج رات آپ کی شاعری نے مجھے غفلت سے دور رکھا اور میں آپ کے دل کی دھڑکن سنتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو روحانی طور پر ادب واحترام اور دیدۂ پرنم کے ساتھ مواجہ شریف میں کھڑے ہوئے پایا۔

(محبوب آقاﷺ/ ہشام علی حافظ،۱۹۹۹ء، فضلی سنز، کراچی)

امین را چغتائی کی گوئی

اس مسافر کی صدیوں سے جاگتی آنکھوں میں کتنی وادیوں اور کتنے قریوں کے مناظر آ د ہیں۔ ہر منظر روشن ہر د اجلی۔ اور ان منظروں کے ساتھ ساتھ کتنے ہی چہرے کتنے ہی کردار کتنے مقام۔ بو میری ک کا وہ در جس کے سفید پھول اپنے افق کی تخلیق خود کرتے ہوئے ستارہ وار دیکھنے والوں سے چشمک زنی کرتے ہیں اور اسے ہجر ووصل کے مفاہیم سے آشنا کرتے ہیں۔

یہ مسافر امین را چغتائی ہے جس کا م اس کی سعادتوں کا اشاریہ ہے۔ بعثت سے پہلے ہمارے سرورِ جاں صلی اللہ کو ان کے معاشرے نے امین و صادق کہا۔ ان پ جو حقائق منکشف کئے گئے اور اہل زمین سے ان کا جو معاملہ رہا اس نے انہیں الامین کے درجہ پ فا کیا۔ ہمارے چغتائی صا اس ذات امی (صلی اللہ) کی محبت کے امین ہیں اور اس ذات کی صفات اُن پ بقدرِ ظرف منکشف کی گئی ہیں، اور اس کا ا ازہ ہم میں سے کون لگاسکتا ہے کہ رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی وسعتیں کیا ہوں گی...... اور پھر را ۔جس رسول مرحمت کے سائے میں اقوام عالم کو ا رحمت کی گئی، اس کا م می اپنے محبّ کے سر پ سائبان کی طرح سایہ فگن رہتا ہے۔ میری ت کی صداقت کا ا ازہ آپ کو امین را چغتائی کے چہرے کے ش روشن پیش نی، ہو ں کے تبسم اور لہجے کی غنچہ صفتی سے ہوسکتا ہے۔ خاصانِ محمد اس ہجوم پیکراں میں سے الگ آتے ہیں اور پہنچانے جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ مجھے بھی ار ب حضوری

میں شامل کردیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر اور اُن سے مل کر جمیل ی مرحوم کا یہ شعر ی د آجا ہے۔

میں بھی من جملہ ار ب حضوری ہوں جمیل
میری خاصان محمد ﷺ سے شناسائی ہے

یہ خاصانِ محمد ﷺ عجب ا از میں ہماری ز گی میں شامل ہوجاتے ہیں، بلکہ اُن کی ا جھلک ہمارے وجود کی کیمیا کو ل دیتی ہے۔......کبھی اُن کا کوئی ئندہ ہمیں صفہ پ تلاوت میں گم آ ہے، کبھی اُن میں سے کوئی گنبد خضریٰ کے پیغام اور فیضان کو اپنی آنکھوں میں سمیٹتے ہوئے مل جا ہے، کبھی خاصانِ محمد ﷺ میں سے کوئی، کسی ہجوم میں چپکے سے آپ کے پ س آکر کھڑا ہوجا ہے، کبھی کوئی اشارے پ آپ کو محمد ﷺ اور اصحاب محمد رضی اللہ عنہم اجمعین کے رے میں کوئی کتاب بھیج کر آپ کو " خوش اوقات"بنا ہے۔

خاصانِ محمد ﷺ اپنے آپ کو چھپاتے ہیں، لیکن اُن کی ز گی میں ایسے لمحات آہی جاتے ہیں کہ حجا ت اُٹھ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہوتو ہمارے معاشرے میں ا ھیرا ڑھ جائے اور ہمیں یہ موقع نہ مل جائے کہ ہم اُن کے جلووں کی مدد سے ز گی کی ش ر سحر کرسکیں۔ یہ لوگ ہیں جو سرورِ کائنات اور وجہِ تخلیق کائنات ﷺ کے قدموں کے ذرات کے آ میں اپنا سراپ دیکھتے ہیں اور چا نی رات میں پھیلی ہوئی د اپنی وسعتوں کا اعلان کرے تو کسی کا دامانِ کرم صحرا کی وسعتوں پ چھا جائے۔ صحرا کی بے کرانی کا ا ازہ کئے بغیر بہت سے حقائق کا ادراک ممکن نہیں ہے۔ انہیں وسعتوں میں آدمی کو آسمان اپنے سے قری آ ہے، زمین کے سے ابھرنے والی دھڑ صاف سنائی دیتی ہیں۔ ری کے ذرات اس کے ش قدم کی نیوں کا اشارہ بن جاتے ہیں جس نے صحرائے وجود کو گلستان بنا۔ میں نے چا نی راتوں میں صحراؤں کی

بہار سامانی اور افروزی کو دیکھا ہے اور اس منظر کے آ ئ ی ن میں اس ذات کے وجود کا احساس قوی ت بن گ ی ا ہے جس کا کرم اور رحمت بن کر گنگا سے ٹیگس ت ک سا ہے، جو آج بھی ہر اہل ایمان کے دل کی دھڑکن ہے، جس کے وجود پ ا ک سے ہمیں اور ہماری ذات کو معنوی ت کرنے والی شا ی آرزو آ گئی ہے۔ امین را ت چغتائی کے دو شعروں میں مجھے اپنے کتنے ہی ش ب و روز کی تجسیم آئی ہے۔ اُن کی بیشتر نعتیں، غزل کے پیکر میں لکھی گئی ہیں۔ ان غزلیہ نعتوں کا تسلسل اُن کی شخصیت کی وحدت کی علامت ہے۔ ا ی مسلسل کے یہ دو شعر اُن کی ز ن گی کی تمنا کا آئینہ ہیں۔ " تمنا کی جگہ تمناؤں" کا لفظ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اس کی ساری تمنا ا ی ہی تمنا کے پہلو ہیں۔

تیرے قدموں کے بھی ذرات ہیں آئینہ ب ت

کاش اس آ ئ ی ن میں اپنا سراپ ا دیکھوں

ی ا د آئے ت ے دامانِ کرم کی وسعت

چا ن نی رات میں ب ب دامنِ صحرا دیکھوں

وہ ذاتِ گ امی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گ امی ہے جن کا اسم گ امی ہی ہمارے لئے وظیفہ تسکین دل و جاں ہے۔ ا ی کی پوری ت ریخ میں کسی نبی کا ن م معجزۂ الٰہی کے درجہ پ ر فا ئ ز نہیں آ ت ۔ " محمد ﷺ "یہ ا ی لفظ کامل ت ین ثنا اور ہے...... بیسویں صدی کے پہلے دو ر وں ت " نگرام" کی چھوٹی سی بستی صلحاء علما کے وجود سے روشن تھی۔ انہیں میں جواں مرگ مولا ن ا عبدالرحمٰن نگرامی بھی تھے جنہوں نے اسم پ ا ک محمدؐ پ ر نہا ی ت خوبصورت ایمان افروز اور فکر انگیز مضمون لکھا تھا۔ یہ مضمون تفسیر ما ب ی میں ضمیمہ کے طور پ ر شامل کیا گ ی ا ہے اور یوں رسول اکرم ﷺ کے ا ی چاہنے والے اور جاں ر کا ن ام محفوظ ہو گ ی ا ہے۔ مولا ن ا نگرامی نے لکھا کہ " من جملہ د کمالات و معجزات رسا ت کے ا ی معجزۂ گ امی حضورؐ اقدس کا ن م ن امی بھی ہے"...... محمد وہ ہے جو مو ب

توصیف ہو، مجموعہ خوبی ہو اور جس سے زیادہ تکمیل و کمال آدمیت اخلاق کا کوئی اور نمونہ اور ئندہ نہ ہو اور جس کا حق پورا کردیا ہو...... ذرا غور کیجئے تو اسم محمد ﷺ ختم ت کی دلیل بھی ہے۔ . . اخلاق و کمالات کسی ذات میں اپنی انتہائی تکمیل تک پہنچ جا تو ت کے ادارے کا مقطع وہی ذات ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق کامل تھے۔ ذات و شخصیت اور م کی یہ کامل ہم آہنگی پہلی اور آ ی ر حضور ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ای ر پھر مولا نگرامی کے الفاظ حوالے کے طور پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

"نوع ا ں کو جس سرحدِ کمال تک پہنچا مقصود تھا اور ا ن کا اپنے خالق پ جو حق تخلیق مقرر تھا وہ محمد ﷺ پ پورا کردیا۔"

امین را ت چغتائی کی نعتوں میں اسم محمد ﷺ کے یہ نکات آتے ہیں۔ علم . . و . ان کی مدد سے یہ بن جائے اور دل کی دھڑکن بن جائے تو دوسروں کے راستے روشن ہوجاتے ہیں۔ عقل تجزیہ کے عمل سے درجہ رجہ جس نتیجے تک پہنچتی ہے، و ان کسی لمحہ مقررہ میں اسے اپنی فت میں لے ی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے اقبال کے الفاظ میں "دانش نورانی" کہہ لیں۔ اس نور مجسم کے فیضان کی فصا ت کے عکس نے اس دانش نورانی کے اظہار کے لئے انہیں اسالیب اور الفاظ بھی کردیئے ہیں، ورنہ روحانی تجربے کا اظہار ابلاغ و اظہار کی د کا سے مشکل مرحلہ ہے۔ ت اد و شاعر کی فت میں آجاتے ہیں اور یوں کہ شاعر کا اظہار ہمارا اظہار اور تجربہ بن جاتی ہے۔ فکر کا ابلاغ نسبتاً آسان ہے لیکن روحانی تجربہ ادھر کے اشارے کے بغیر کاغذ پ الفاظ کی صورت میں نہیں ڈھلتا...... ایسے تجربے ہماری خارجی ز گی کے سیاق و سباق کا احاطہ بھی کر ی ہیں اور یوں ذات کا نہاں خانہ خارجی کائنات کی وسعتوں میں اپنے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس حوالے سے اسم محمد ﷺ کے اطراف و جوا اور پھیلاؤ کو

امین را ۔ چغتائی کے ان شعروں میں خطہ کیجیے :

مہک پھیلی ہوئی ہے ہر طرف اسم محمدؐ کی
جہاں ہوتی نہیں پ ۔ جھڑ، میں اُس گلزار میں آ ۔
محمد ۔م ۔می لکھتا جاؤں، چومتا جاؤں
بہ ایں صورت میں اپنے درد دل کی داستاں لکھوں

تیرے ہی ۔م سے مجھے فکر سخن ملے
تیرا ہی ۔م کے الفاظ میں ڈھلے

اسم محمد خود ہی بے ۔اں گلزار ہے، ۔ پھر اسلام گلزار محمدی ﷺ ہے اور ہمارے صا ۔ کے ۔م کی ۔ ۔ سے یہ گلزار، ۔اں ۔ آشنا ہے، اس ۔غ کا ہر پھول اس کے حسن و جمال کے ای ۔ نئے رخ اور پہلو کو پیش کر ۔ ہے جو خالق جمال کا شاہکار تھا...... " گلزار" کے اشاروں کی معنو ۔ ۔ ڑی پہلودار ہے...... پھر " ہر طرف" کے امکا ۔ت پ غور کیجئے۔ اس میں ہر مکاں اور ہر زمانہ سمٹ آ ۔ ہے۔ اس ۔م نے زماں میں بھی سفر کیا ہے اور مکاں میں بھی...... دوسرے شعر میں اسم محمد ﷺ کو ہر درد کا درماں کہہ کر ۔ت کو محدود نہیں کیا ہے بلکہ اسے اپنا درد دل قرار دی ۔ ہے۔ یہ درد ا ۔ کے مسائل و مصا ۔ اور مشکلات کو اپنا غم بنا ۔ ۔ کا ۔م ہے۔ یہ ہماری ذات کی توسیع ہے اور سرور کائنات کی ۔ ۔ بیداری اور ان آ ۔ وں کی وراث ۔ ہے جو کافروں کے لئے ہدای ۔ اور ایمان کی دعاؤں کے دوران آپ کی آنکھوں سے اپنا سفر شروع کرتے اور رخسار مبارک کی ۔ ۔نیوں سے نئ ۔ ۔نی حاصل کرتے اور آج بھی زمانے کے دامن پ چمک رہے ہیں۔

یہی ۔م فکر کا سرچشمہ اور ۔ ۔بہ کے ۔ ع ہونے کا مطلع ہے اور یہی ۔م " کے الفاظ" کی ٹکسال ہے، یہی ۔م کا رگہ فکر ہے اور اس میں ڈھلنے والا ہر ستارہ ہمارے

مقدر کی سمت کا اشاریہ ہے۔ محمد ﷺ اور اسم محمد ﷺ کے کمالات چودہ صدیوں میں وقت کے انقلا.ت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ یہ وہ پھول ہے جس کا کھلنا جاری ہے۔ ہر پنکھڑی کے کھلنے کے ساتھ صلِ اللہ کی آواز پ ٹ کا اعلان بن کر کانوں سے قلب ت کا سفر کرتی ہے...... اُس ذات کی مدح و ثنا کا سلسلہ جاری ہے، اپنوں کے دل اور غیروں کے ذہن اور فکر اعترافِ عظمت سرور کائنات میں مصروف ہیں۔

" اس حیثیت سے ․م مبارک محمد ﷺ کا ت جمہ سلسلہ اوصاف و محامد ہوگا۔"(مولا․ نگرامی)

اس سلسلہ اوصاف و محامد نبی کریم ﷺ کے لئے دعاؤں مقام محمود کے ذکر اور ان سے اپنی نسبت کے اظہار کا ․م صلوٰۃ وسلام اور درود ہے...... یہ واحد عمل ہے جو اہل ایمان کو اللہ اور فرشتوں کا ہم کار بنادیتا ہے۔ امین چغتائی میں درود کے کتنے ہی رَ ہیں۔کہیں تکریم کا رَ ہے، کہیں مدح و ثنا کا آہنگ، کہیں علوئے مرتبہ، محمدی ﷺ کی دعا اور تمنا، کہیں . ت و رحمت کا نغمہ، کہیں وہ صدائے سینہ سوز جو حریم ․ز میں گونجتی ہے اور جس کے لئے جبر امین بھی گوش . آواز آتے ہیں، کہیں صلوٰۃ و سلام میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ السلام کی عظمت کے ن آتے ہیں۔کہیں لبوں پ دا ٴ ے بناتے ہوئے صلوٰۃ و سلام کے الفاظ اذن حضوری کی استدعا بن جاتے ہیں۔ اور درود تو وہ جادواں پھول ہیں جن سے امین را ت چغتائی کا گلستانِ تمنا مہک رہا ہے:

کچھ درودوں کی صدا تھیں حریم ․ز میں
اور جبریل امیں بھی گوش . آواز تھا

درروں کی مہک پھیلی ہوئی ہے عرش اعظم ت
مرے آقا کی عظمت کا ں، دیکھو! کہاں ت ہے

منتظر ۔ سے ہوں سوغات درودوں کی لئے
اب مجھے اذن حضوری مرے آقا! ہوجائے

ہر گوشے میں پھول ان کے درودوں کے کھلے ہیں
دیکھے تو سہی، کوئی گلستان تمنا

نعتوں میں یہ درود و سلام مجھے تو قرآنی حکم کی تعمیل کی صورت میں آتے ہیں یا ایھاالذین امنو صلوٰا علیه و سلمو اتسلیما عملی، لسانی، فکری اور ۔ تی پہلوؤں پ محیط تعمیل ...... وہ تعمیل جس میں پورا وجود شامل ہو...... پورے وجود کی شر ۔ کے بغیر ایمان اور اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ "اے اہل ایمان! اسلام میں پورے داخل ہوجاؤ۔"

امین را ۔ چغتائی کے ہاں بیشتر مقامات پ درود کا لفظ صیغۂ جمع میں آ یہ ہے۔ درود کی تکرار سے وہ پل تعمیر ہو ہے جو دو ۔ کو دو ۔ سے دیتا ہے۔ کسی اہل دل کی یہ بت مجھے اکثر یدآتی ہے کہ ہر صا ۔ ایمان کے دل کا ۔ ر قلب محمدی ﷺ سے جڑا ہو ہے اور " اَ یہ ۔ رٹوٹ جائے تو آدمی مر ہوجا ہے۔ اس ۔ ر کی مضبوطی اور استواری کا نسخہ یہی ہے کہ ۔ یہ درود و سلام ہو، دل میں درود و سلام ہو۔"

امین را ۔ چغتائی کی اسی حقیقت کا فنی اور فکری مرقع ہے...... ایسا مرقع جس میں آواز رہ بن جاتی ہے اور منظر آواز کی صورت سنائی دیتا ہے۔

صلوٰۃ و درود کے فضائل پ کتنی ہی کتابیں مر ۔ ہوچکی ہیں۔ ہمارے اسلاف کے دور سے لے کر ہمارے عہد ۔ ...... احادی ۔ کے مجموعوں میں اس سلسلہ میں مستقل ابواب موجود ہیں۔ ہر پڑھا لکھا مسلمان درود کے فضائل سے واقف ہے اور جو خوا ہ نہیں ہیں ان کے صحیفۂ قلب پ ان فضائل کو رب محمد ﷺ نے رقم کر دی ہے۔ خوش بخت ہیں چغتائی صا ۔ کہ درود و سلام کے لئے اُن کے دل اور ذہن کو رب العزت نے ایسی

کشا   کی ہے جو آج کی نعتیہ شاعری میں کم ہی   آتی ہے۔ درود وصلوٰۃ کے وہ الفاظ جو ہمیں ۔رگاہ مصطفویٰ ﷺ سے   ہوئے ہیں اُن کے ۔ ۔ ہ ہونے میں کون شک کرسکتا ہے؟ ان کی فضیلت مسلّم اُن کے ورد سے ہماری شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے امتی اور ۔لخصوص شاعر و اد۔ اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور جوہر کو اپنے آقا کے او پ   رکرنے کی تمنا ر ـ ہیں۔ وہ جا   ہیں کہ وہ سرور کائنات کی   ل اور مرتبہ عالی کے کسی ای   گوشے کی جھلک بھی پیش نہیں کر ـ لیکن دل ز ہ اور ذہن ـ بندہ تو اظہار کے بہانے مانگتا ہے اور اُس کے ذکر کی تمنا سے ۔ڑھ کر اور کیا چیز محرک بن سکتی ہے جس کا م می ہی ثنا اور مدح ہو۔

حضور ﷺ کے کتنے ہی صفاتی م قرآن حکیم اور احادی ث میں موجود ہیں اور یہ م مستقل نعتوں کا درجہ ر ـ ہیں۔ حاشر، عاقب، شاہد، مبشر، ی، نور، مزمل، مد ث وغیرہ۔ ان موں کے معانی و مفاہیم کو بہت تفصیل سے ہمارے اہل قلم پیش کر چکے ہیں اور ان کے معانی کے نئے گوشے مسلسل سامنے آرہے ہیں۔ ان موں کے علاوہ ہمارے تخلیقی ذہنوں میں نئے م ابھر رہے ہیں۔ امین را ـ چغتائی کے ذہن میں ای ـ کیب ابھری جو م بھی ہے اور تصو ی بھی۔

تصو ی مرتبہ رسا ـ کی تصو ی مقام محمدی ﷺ کی تصو ی اس ربطہ کی جو خالق اور مخلوق کامل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے درمیان ہے۔ اس نعتیہ مجموعہ کا پہلا نغمہ ی مکمل سازینہ ہے محراب توحید ...... یہی اس مجموعہ کا م ہے۔ اس امت کو اس محراب کے نیچے توحید کا گوہری   دانہ   ہے۔ اسی محراب رسا ـ میں ہم سجدۂ عبدی ـ اپنے خالق کے حضور پیش کرتے ہیں۔ اس مقام پ اپنا سر اپنے خالق کے سامنے جھکاتے ہوئے ہم اپنے آقا کے لئے اس مقام محمود کی دعا کرتے ہیں جو ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔

امین را ـ چغتائی نے اس سے پہلے جو کچھ لکھا وہ ثنائے خواجہ کے لئے تمہید

تھی۔لفظوں کو صرف کرنے کا سلیقہ انہوں نے اللہ سے اسی لئے طلب کیا کہ مدح سرکار کی راہیں سہل ہوسکیں۔کم و بیش انہوں نے شعر و سخن کی دادی میں ز ‌گی کے پچاس ‌س ‌ارے ہیں۔ اس طویل مدت میں انہوں نے الفاظ کو مسخر کیا اپنے لہجے کو اشا، موضوع اور اسلوب کو ہم آہنگ کر کے اپنی ا ادی کو ابھارا اور یوں وہ مد سرکار مدینہ کا حق ادا کرنے کے لئے عملی اور فنی طور پ مصروف رہے۔ اس سے اہم یہ ‌ت ہے کہ مالک حرف و نوا سے انہوں نے ب گو ئی کی دعا کیں اور سردار اعظم ﷺ سے ہنر اور جمال فن کی بھیک مانگی۔ یوں اُن کا کشکول گدائی، ‌ینہ اسلوب بن ‌ ے

دے ہُنر کی بھیک ہُنر ورا
کہ جمالِ فن مرا کم نہ ہو
میں تو آ ؤں سے وضو کروں
ی پھر بھی رقم نہ ہو

اس سلسلے میں انہیں کیا کچھ در ‌ر رسا سے ، اس کا ا ‌ازہ قار کرام ان کے مجموعے کے مطالعہ سے کرسکیں گے۔ انہوں نے ز ‌گی، کائنات، ریخ اور جغرافیہ کو مد سرکار کا حصہ بنادی۔ اپنے پڑھنے والوں کو نواحِ کا ظمہ میں پہنچادی اور ر ‌ کے ذروں کو آئینہ ثنا بنادی۔

مدینہ منورہ کا ذکر ہماری کے مر ‌ی موضوعات میں شامل ہے۔ اب بیشتر شعرا کے ہاں یہ ذکر روایتی بن کر رہ ‌ ہے، حالا ز ‌ہ ادبی روای ‌ز آفرینی کی قوت ر ہے اور اس میں فرسودگی کے آ ‌ر پیدا نہیں ہوتے...... مدینہ منورہ کا ذکر چغتائی صا ‌ کے کلام میں ا ز ‌گی ساز اور حیات آفریں قوت کے طور پ ہوا ہے۔ درِاقدس پ حاضری ہمارے وجود کو تمنائے محمد ﷺ بنادیتی ہے...... وہاں پہنچ کر ہمیں یہ خبر دی جاتی ہے کہ اب ہماری ز ‌گی شروع ہورہی ہے...... مدینہ تو کون و مکاں کا خلاصہ اور انتخاب

ہے۔ مدینہ سے محبت مدینے والے سے محبت کا دیباچہ بھی ہے اور ثبوت بھی...... ذکر مدینہ میں امین را ت چغتائی کے ہاں اور تہ زہ اسلوب ملتا ہے اور اس نوائے عاشقانہ میں جو تہذ یہ ہے وہ اپنی داد بھی ہے اور ۱۰ بھی :

ذرا ٹھہرو، مدینہ آ یہ ہے
ابھی ہونے کو ہے آغاز ہستی

وہ بھی دن آئے کہ پہنچوں جو درِ اقدس پ
دل مرا دل نہ رہے، اُن کی تمنا ہوجائے

تیری گلیوں میں پھروں، کون و مکاں کو دیکھوں
معجزے تیری عنا یت کے دکھاؤں خود کو

اب اللہ کے فضل سے امین را ت چغتائی اس مقام پ ہیں جس کی خبر انہوں نے ہمیں یوں دی۔

وہ بھی مقام آئے محبت کی راہ میں
خود سے کروں کلام تو تیری خبر ملے

انہیں مژدہ ہو کہ سرکار ﷺ کی توجہ ان کے حال پ ہے اور ہمارے لئے یہ ت نوی ہے کہ ہم چغتائی صا سے رشتہ مودت واخوت ر تے ہیں۔

(رَ ، شمارہ ۱۰، اپ یل ۲۰۰۰ء)

غلامِ صاحبِ طیبہ

پ کستان ۔ٔ سے پہلے ہی جن شاعروں نے ادبی د کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی تھی حضرت شاعر لکھنوی ان میں شامل تھے۔ لکھنو شعر وسخن کا بڑا مرکز تھا۔ عزیز لکھنوی، ثاقب لکھنوی، صفی لکھنوی اور جعفر علی خاں اثر کے بعد اس دیار شعراء نغمہ سے بلند ہوتی ہوئی آوازوں میں شاعر لکھنوی کی آواز بھی شامل تھی۔ اس آواز میں اردو کی تہذیب اور لکھنو کی رعنائی بولتی آئی۔ یہ آواز تصویر کے رنگ اپنے دامن میں رکھتی تھی۔ یہ آواز سنائی بھی دیتی اور دکھائی بھی دیتی۔

حلیم مسلم کالج اور کرائس چرچ کے سالانہ مشاعرے یوپی کی ادبی فضا میں خاص شہرت کے حامل تھے۔ ان مشاعروں کو ۔ٔ کے لئے قرب وجوار کے اضلاع کے صاحبان ذوق کا ر آتے۔ جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری اور جگر مرادآبادی بھی ای دو بس کے ۔غہ کے بعد آجاتے۔ ان شاعروں کے ساتھ ساتھ ابھرتے ہوئے شاعر بھی ان مشاعروں میں شر کرتے۔ ان میں راز مرادآبادی، شاعر لکھنوی، اشعر ملیح آبادی کے نقش میرے ذہن میں زہ اور گہرے ہیں۔

شاعر صا خوبصورت اور وجیہ نوجوان تھے۔ مشاعرے کے اسٹیج پ جو لوگ وقار اور تمکنت سے ۔ وہ ان میں شامل تھے۔ عام شاعروں کی کوئی ''خفیف الحرکتی'' ان میں نہ دیکھی۔ شیروانی کے بٹن اوپ بند، کپڑے بہت قاعدہ اور ضابطہ۔ ان میں شاعر صا سے دور کی قات ہوتی۔ اس وقت کا ۔ یہ ہے کہ وہ مغرور تو نہ تھے کم

آمیز ضرور تھے۔ رک رک کر بات کرتے جیسے اپنی گفتگو کو آپ سنسر کر رہے ہوں۔

یہ باتیں ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء کی ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں میں کراچی آگیا۔۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء میں شاعر لکھنوی بھی کراچی آ گئے اور ہفتے میں دو ایک شامیں ساتھ گزارنے لگے۔

ہم کہ جو کبھی شاعر صاحب کے سامعین اور پسند کرنے والوں میں شامل تھے اب ان کے شناسائی بن گئے اور یہ شناسائی آہستہ آہستہ دوستی کے مرحلے میں شامل ہوگئی۔تنقید میں ہم ادبی زبان اور پیرائے کو پیچھے چھوڑ جاتے لیکن شاعر صاحب سلیقہ گفتار کو فراموش نہ کرتے، تمکنت ان کے چہرے کی لکیروں میں سوتی رہتی کبھی کبھی کسی کی غیر معقول بات کے جواب میں بیدار ہوجاتی۔ میرے مزاج میں بھی خاندانی روایت اور وضع بزرگان موجود تھی، اسی لئے ہر ایک سے بے تکلفی کا اظہار ممکن نہ تھا۔ اس وقت شاعر صاحب کی غزل گوئی ایک نئے مرحلے میں داخل ہوچکی تھی۔لکھنو کی فنی تراش خراش کو موضوعات سے ہمکنار کرکے شاعر صاحب نے اپنی غزل کو عہد حاضر کے شعور اور مسائل کے ساتھ ساتھ آفاقی تفکر کا آئینہ بنایا تھا۔ ان کی غزل میں ایک شعری روحانیت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ روحانیت جو ایک طرف نورازل کو بے حجاب دیکھنا چاہتی ہے اور دوسری طرف خیرالبشر ﷺ سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہتی ہے۔

یہ باتیں ۱۹۶۹ء سے پہلے کی ہیں۔۱۹۶۶ء میں میں امریکہ چلا گیا تھا۔۱۹۷۳ء میں میرے پاکستان واپس آنے کے بعد ان سے بہت کم ملنا ہوا۔وہ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوگئے اوران کی یاد کبھی کبھی مہمان عزیز کی طرح ہمارے دلوں میں آجاتی۔

مئی ۲۰۰۰ء کی بات ہے کہ ایک شام حضرت شاعر لکھنوی کے صاحبزادے محمد ایاز پاشا کا فون آیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ والد مرحوم کے نعتیہ مجموعے پر کچھ لکھنا مقصود ہے۔یہ چند لفظ میرے لئے کیا معنی رکھتے تھے، فون کرنے والے کو بھی اس

کاا ازہ نہیں ہوسکتا تھا۔ عزی ای ز پشا آئے انہیں دیکھ کر میں خاصا تی ہو ی۔ رے ہوئے ماہ وسال، حال بن گئے۔ اتنا طویل عرصہ ای لمحہ بن ی۔ ایسا لمحہ جس نے زمانے کو پٹ دی ہو۔ شاعر صا نے ای ر مجھ سے کہا تھا کہ اپنی کچھ نعتیہ ر عیاں تمہیں دوں گا ان پ کچھ لکھ دینا اور آج ان کا یٹ ان کے نعتیہ مجموعے کے ساتھ آی ہے۔ پ کا وعدہ کس طرح وفا ہو رہا ہے۔ ر عیوں کی جگہ نعتیہ مجموعہ...... اور یٹ کا چہرہ جیسے ل ی۔ اس کے خال شاعر لکھنوی کے ش میں ل گئے یوں کہیے کہ ای چہرے میں دو چہرے آنے لگے۔ میرا رب اپنے وجود کا احساس کس کس طرح دلا ہے۔

یہ کچھ میں نے اس لئے لکھ دی کہ آج شاعر صا کو جاننے والے بہت سے افراد الحمداللہ ہمارے درمیان موجود ہیں نئے قار ان کی شخصیت اور احوال سے واقف نہیں۔ یہ تمہید ان کو اس مجموعے کے خالق کو سمجھنے میں مدد دے سکے۔

شاعر لکھنوی کا نعتیہ کلام سو وہ اپنا تعارف آپ ہے۔ ان شعروں میں گنبد خضریٰ پھول کی طرح مہکتا ہے اور پھر روضۂ اطہر کے افق سے ابھر ہوا کائنات پ چھاجا ہے۔ ان شعروں میں ملّت بیضا کی ستارہ منصبی کے مناظر ہیں۔ یہ ملّت جو روشنی کے منبع سے اپنے آپ منور کرتی ہوئی ا ن سازی اور ر سازی کے عمل کو اپناتی ہے۔ شاعر صا کی نعتوں میں خوشبوئے محمدؐ ای معطر اور ز ہ تجربے کی طرح ہمارے وجود کو اپنے دائ ے میں لے لیتی ہے۔ ان شعروں کو پڑھتے ہوئے قاری کے دی ہ میں ای پ اغاں سا ہوجا ہے اور پھر کون ومکاں کا ہر منظر، ہر حسن اور ہر امکان اس کے دامانِ میں گم ہوجا ہے۔

کا موضوع وہ ذاتِ اقدس ہے جو ای طرف ا سے واصل ہے اور دوسری طرف خلق میں شامل ہے۔ یہی وہ ذات ہے جس نے ا ن پ اس کی عظمت واہمیت

کے دروا کئے اور ا ن کو مقام آدمیت سے آگاہ کیا۔شاعر لکھنوی نے اس صنف سخن ( ) کے ۔رے میں اپنی نعتوں میں اظہارخیال کیا ہے۔

اپنا ایماں ہے کہ شاعر، سے ۔ڑھ کر
کوئی سرمایہ ہماری شاعری کے واسطے

شاعر لکھنوی نے کو شاعری کا ۔ سے ۔ڑا سرمایہ اس عہد میں قرار دیا ۔ ۔ سنجیدگی کے ساتھ کو ادب اور شاعری کا حصہ نہیں سمجھا جا۔ تھا حالا حالی سے جگر مراد آ۔دی ۔ ہمارے ۔ڑے شاعروں نے کے ذریعے ا نوں کے سامنے ا۔ آئیڈیل پیش کردیا تھا لیکن ہمارے دوں نے کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ دوسری طرف یہی دمرثیہ اور دوسری مذہبی شاعری کو ادب میں جگہ دیتے تھے۔یہ تو نوائے ظفر علی خان اور نغمہ اقبال کی ۔ ثیر اور کرشمہ ہے کہ کی طرف توجہ دی گئی۔ شاعر لکھنوی کے فنی شعوراور نعتیہ شاعری کا بھی فضا کی اس تبد میں دخل ہے۔ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کی وجہ سے ہماری محفل شعر میں ثنائے خواجہ دوجہاں ﷺ کے ۔اغ روشن ہوئے ہیں۔ کہنا اپنی ز۔گی کا ثبوت دینا ہے۔حقیقی ز۔گی وہی ہے جو انؐ کی ۔د میں ۔رے اور ز۔ہ لمحے وہی ہیں جو انؐ کی محفل میں بسر ہوں۔چودہ صدیوں سے کوئی بھی تخیل اور فکر ر۔ والے کو انؐ کی سرکار میں پہنچنے سے نہیں روک سکتا۔ انؐ کے ذکر سے ہم حقیقی ز۔گی کے تجربے سے ۔رتے ہیں۔

نئی حیات ملی ۔ ۔ بھی کوئی کہی
میں ز۔گی میں کئی ۔ر ز۔گی سے

محمد ﷺ، شاعر لکھنوی کے لئے ایسی تمنا ہیں جو ز۔گی کو ۔معنی بنا دیتی ہیں۔ انؐ سے ہمارے تعلق کو کوئی ۔م دینا ممکن ہی نہیں، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہؐ ہمارا ۔م و ہیں۔شنا۔ ۔ اور پہچان کو شجرہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ شاعر لکھنوی اس منزل ۔ پہنچ گئے

تھے کہ ہر دوسری شنا ت کی طرف سے انہوں نے منہ موڑ لیا تھا۔لکھنو کو چھوڑ کر وہ اس مملکت کے سی بن گئے تھے جو مدینہ کی اسلامی ری ت کے بعد ا نی ت ریخ میں اسلام کی حیات بخشی کا ثبوت بنی۔ وہ ری ت اور دی ر جس کا ای م طیبہ بھی ہے۔ طیبہ کی کیزگی، اس کی حلاوت، ہمارے لہو کا حصہ بن کر ہمیں اسلام کی قدروں کا ئندہ بنا دیتی ہے۔ ہماری شنا ت مدینہ کی زمین کے ذرے اور اُحد کے وہ پہاڑ ہیں جو آج بھی زوئے نگراں معلوم ہوتے ہیں۔ ہماری ثقافت کی تلاش ہڑپہ اور موہن جوداڑو کے آ ر اور کھنڈروں میں کرنے والے تکیب قوم رسول ہاشمیؐ سے بے خبر ہیں۔شاعر لکھنوی کی نعتیہ شاعری ہم کو اپنا ید دلاتی ہے۔

غلامِ صاحبِ طیبہ ہوں شاعر

مرا تو بس یہی م و ہے

جس کا م و محمدﷺ کی غلامی ہو اسے شریعت کی ز ن میں مسلم کہتے ہیں۔مسلم وہ ہے جو اپنے کو اس پیغام کو رضا و رغبت کے ساتھ قبول کرنے پ آمادہ کرلے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

ان دینی حقائق کو شاعر لکھنوی نے شعر بنا دی ۔شعروادب کی د میں یہ معجزہ اس وقت رو ہوت ہے شاعر کی فکر، اس کے ت، اس کا عمومی رویہ اور پوری قوت۔ اپنے الفاظ اور اظہار کے ساتھ کسی عقیدے ی ڑی فکر سے اس طرح وابستہ ہو کہ یہ وابستگی اس کا ایمان بن جائے۔

ایسا آدمی اپنے دل اور نگاہ کو اپنی د بنات ہے اور اس د سے ہر کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس کی کوئی قیمت ہو۔حضورﷺ دل میں ب ہوجا اور نگاہوں میں حل ہوجا تو سارا جہاں ایسے آدمی کے لئے سوادحرم بن جات ہے۔

دل ونگاہ سے .ہر نہ ڈھونڈیے انؐ کو

دلوں میں ،ب نگاہوں میں حل محمدؐ ہیں

یہی وہ نگاہ کی مسلمانی ہے، یہی وہ منزل ہے . . مسلمان کائنات کی ہر شے کو اللہ تعالیٰ کے راستے پ گامزن دیکھتا ہے۔ سورج اپنی منزل کی طرف .ڑھ رہا ہے، چاند اسی کی طرف سفر کررہا ہے، ہواؤں کی رخ اس کی رضا کی طرف ہے اور دش شام وسحر اس کا اور اس کے رسولؐ کا کلمہ پڑھتی سنائی دیتی ہے۔

مدینۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ اس شہر کی ہر نی ای ہی ذات کی عکس ہے۔ ای ہی ذات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہاں ای ہی چہرہ ابھرت ہے۔ وہ چہرہ جو ا ن کی تمثال ہے۔ ا ن کامل کا چہرہ کہ ہر خیر اس کے وخال کا درجہ ر ہے اور یہاں ت پہنچنے کے لئے شاعر کسی اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے دل کی دھڑکن پہ سفر کرت ہوا یہاں ت پہنچا ہے۔

ان کی معراج تو عرش عظیم ت پہنچنا تھا اور ہماری معراج مدینہ کی سرزمین ت پہنچنا ہے۔ ان اشاروں کی روشنی میں یہ تین اشعار حظہ ہوں۔

کوئے طیبہ میں رہا اپنا قیام

کیا مکاں تھا جس کو گھر ہم نے کیا

سامنے ای ہی چہرہ آی

. . بھی ادراک بشر ہم نے کیا

شاعر اس در پہ پہنچنے کے لئے

دل کی دھڑکن پہ سفر ہم نے کیا

شاعر لکھنوی کے اس نعتیہ مجموعے میں معراج سے متعلق جتنے شعر ہیں شای ہی کسی دوسرے مجموعے میں ملیں۔ معراج کے حوالے سے شاعر صا . نے زمان ومکاں کے

مسائل کو شعری حسن اور لطافت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ زمیں سے آسماں تک کا سفر' انبیائے کرام سے ملاقات' جنت ودوزخ اور آنے والے زمانوں کے چہرے سے نقاب کا اٹھنا۔ میں نے ان اشعار کو دانستہ اس تحریر میں شامل نہیں کیا ہے' ہاں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے' صرف ایک شعر پیش کرتا ہوں۔

آیت ہے سر عرش اعظم اک نور مجسم کیا کہئے
اڑتے ہوئے لمحے کیا کہئے ٹھہرا ہوا عالم کیا کہئے

اس شعر پر آپ کی فکر کئی عقدے سے آپ پر کھول دے گی اڑتے ہوئے لمحوں اور ٹھہرے ہوئے عالم کے تضاد اور ان سے وجود میں آتی ہوئی وحدت سے معراج کی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسمائے صفاتوں میں نئے نور کا انتخاب۔ روشنی کی رفتار سفر تو ہمیں معلوم ہے اور اسی میں نور مجسم کی رفتار سفر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اقبال نے کسی جگہ لکھا ہے۔

All Prophets were Muhammad in Making

اس خیال کی گہرائی نے ہمیشہ مجھے عالم تحیر میں پہنچادیا ہے۔ اس بڑی سچائی اور نہایت گہرے خیال اور تجربے کو شاعر لکھنوی نے کا شعر بنا دیا ہے۔

شامل رہا ت آقاؐ میں ہر نبیؐ
دریا بقدر ظرف سمندر میں رہ گیا

یہ نعتیہ مجموعہ ان کی ستارہ منصبی کی سند ہے۔

روشنی کی اک کرن ہم کو بھی اے ماہ مبیںؐ
ہم بھی حاضر ہیں ستارہ منصبی کے واسطے

(نکہت ونور/ شاعر لکھنوی، ۲۰۰۰ء، جہاں حمد ، کراچی)

اساس

ساری د میں ا ن اپنی جڑوں کی تلاش کررہا ہے۔ اپنی اساس کو در یـ فت کرنے کی سعی وکوشش کی جارہی ہے۔ اس تلاش کی ا یـ شکل تو Roots ہیں اور دوسری صورت ''اساس''۔ پہلی شکل تو محض ا یـ ماضی اور اپنے ا. اد سے اپنے کو وابستہ کرنے کی تحر یـ ہے اور دوسری صورت اپنی روایت' اپنی ذات' اپنے حقیقی وجود' اپنے ''اسم'' کے تلازموں' اپنے حال' اس کائنات' اپنی آنے والی منزل اور اپنے دارالقرار کے تعین اور د یـ کو اپنے لئے اور دودسروں کے لئے منکشف کرنے کی کوشش ہے۔ یہ وہ کوشش ہے جو مرشدِ رومؒ کے استعارے کے مطابق '' یہ نے'' ہے روح ا نی نے بن کر اپنے نیستاں اور نے نواز کی تلاش میں یہ کناں ہے۔

سرشار کی روح عالم ارواح سے عالم اجسام میں آئی اور ہنگامہ گوش و میں گم ہوگئی۔ اپنی ان سعادتوں سے دور ہوگئی جو نیستاں میں اس کا حصہ تھیں اور عالم اجسام کی لذتوں میں گم ہوگئی ا یـ خلش تھی جو ہنگامہ ط میں بھی اسے پ یشان ر پھر یوں ہوا ا یـ سعادت آ ر سعادت میں اس روح نے د کی سے سادہ عمارت کے سامنے اس عمارت کے آ ئ میں اپنے آپ کو پ لیا اور پھر اس کے ہو ں پ یہ نغمہ ابھرا:

جو میری روح نے پیماں کیا تھا روزِ ازل
میں اپنے آ ی لمحوں میں اس کا ا ہوں

اور اس گھڑی سے اب ت

بشنواز نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

اور اب ہر لمحہ ذہنی اور جذباتی طور پر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام اور امتی اپنے رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کے لئے آمادہ ہے اور حافظ شیراز کی طرح وہ بھی اس منزلِ ویراں کا باسی نہیں بلکہ شہرِ ابد کی طرف سفر کرنے والا ایک راہی ہے اور اس کا یہی قول ہے :

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و بپئے جاناں بروم

شعوری طور پر ''اسلام'' قبول کرنے سے پہلے بھی سرشار صدیقی کی رگوں میں اپنے جدِ اعظم کا خون لہریں مار رہا تھا' اس نے سرشار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے کبھی باغی نہیں ہونے دیا۔ یہ اسکی نہیں بلکہ اس کے لہو کی تصدیق تھی۔ ''ابجد'' اور ''بے نام''میں بھی اس نام کے نغمے ہیں جو غار میں ''ثانی اثنین'' تھا۔ جس کا سر اس کے دوست کے زانو پر تھا اور جو اپنے صاحب ؐ کے روئے انور کی تلاوت کرر ہا تھا۔ اس لمحے کی روشنی ظلمتوں کے دور میں بھی سرشار کی زندگی کو منور کررہی تھی اور اس کا بھی سرکار ختمی مرتبت ؐ کا قول یہ تھا کہ :

''اول ماخلق اللہ نوری'' اور روحِ محمدیؐ سے تمام دوسری روحیں
پھوٹیں اور اس طرح پھوٹیں کہ جس طرح درخت سے شاخیں پھوٹتی ہیں ۔''

(مولانا آزاد سبحانی)

سرشار اپنے علم اور اختیار کے بغیر شجرِ محمدیؐ کا ایک پتہ تھا اور اس بات کا شعوری ادراک سرشار کو ۱۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو روضہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا۔

مدینے والے سے جب کچھ بتادیا میں نے
بہت سکوں ہے گناہوں کے اعتراف کے بعد

اور اس اعتراف کے بعد ہی سرشار نے اپنے آپ کو ''نومسلم'' کہا۔ اسلام ․م ہے اپنے کواس کے ․بع بنانے کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ یہ ․ت سرشار صدیقی کی ز․گی کی حقیقت اس جگہ بنی جو زمین کا مقدس ․ین ٹکڑا تھا۔حرم کعبہ سے بھی ز․دہ محترم:

وہ زمیں ہے تو اے خواب گاہ مصطفیٰ

د․ ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا

سرشار نے یہ نکتہ روضہ رسولؐ سے حاصل کیا۔'' لا․فعواصواتکم فوق صوت النبیؐ'، اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔'' یہی اسلام ہے'یہی اطا․ ہے اور اس حقیقت ․ ․ ․ سرشار کی رسائی ہوئی تو عملی ز․گی میں نگاہیں جھکی جھکی رہنے لگیں۔ ز․ کے قرینے ․ل گئے۔ دوستی کی شرائط اور معیار کا ازسرنوتعین ہوااور فکری و․․تی وجود بھی نئے سانچے میں ڈھل گئے۔ سرشار نے اپنے لہجے کو نئے آداب میں ڈھالا۔ اسے ا․ ایسا لہجہ صحن حرم میں ہوا جس میں اب ا․ کے تماشائے ․ ر․ کی جگہ عجز کا جلوۂ صد ر․ ہے۔اس لہجہ میں اس سجدے کی عظمت اور سربلندی ہے جو صدیوں کی اما․ تھااور یہ اما․ اب ادا کی گئی ہے۔ یہ وہ عجز ہے جو سربلندی آدم کی علامت ہے۔

نئے لہجے میں بصد عجز و․امت لکھوں

صرف اشکوں کی ز․ں میں ․ی مد․ لکھوں

حمد کے وسیلے سے شاعر کو لہجہ اوراس لہجے کو عبادت کا نم نعتوں نے کیا۔

نعتوں میں ․تتے ہیں آداب عبادت کے

ہر چند غزل میں ہم شور․ہ بیاں ٹھہرے

سرشار کے ہاں محض نہیں ہے بلکہ کا ا․ دا․ہ ہے۔ کئی تخلیقات حمدو

کا سنگم ہیں اور پھر ''اساس'' میں ان شخصیتوں پ نظمیں ہیں جو حیاتِ یؐ کا ی حصہ ہیں۔ ام النبی حضرت آمنہؓ سے لے کر خلفائے راشدینؓ صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ ت ۔ ام النبی حضرت آمنہؓ وہ صدف ہیں جس سے کائنات کو اپنا در یتیم حاصل ہوا اور رفیقانِ محمدؐ ان کی صداقت کی سے معتبر گواہی اور سے بڑے معجزے کی حیثیت ر ت ہیں۔ وعقیدت کے اس دائ ے میں کتاب عظیم اور حرمین کی خاک پ ک کے ذرے اور مناظر بھی شامل ہیں۔ ''اساس'' نعتوں کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ شعر عقیدت ہے اور عقیدت کا ہر موضوع اور کردار مر احدی ت اور ذات رسا ت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم رشتہ ہے۔

سرشار نے عقیدت وایمان کا ای شعری منظر مہ مرت کیا ہے اور اس ا از سے کہ یہ مجموعہ تمام ایسے مجموعوں سے الگ ہو ی ہے جنہیں ہم نعتیہ مجموعے کہتے ہیں۔ یہ ای روح کا سفر ہے اور شاعر کی سوانح ہے، محض شعر ی عقیدت کی وادی میں ارے ہوئے چند لمحات نہیں۔ سرشار نے ۱۹۸۴ء ت ایسی ز گی اری جس پ شرمندگی کا کوئی نہیں۔ رزق حلال، حلقہ احباب، ای پیار کرنے والا گھرانہ، ذہن رسا، شہرت، خاصی خوشحالی۔ یہ اسے حاصل تھا لیکن لمحہ وصال میں بھی کسی چیز کی کمی محسوس ہوتی۔ ویسے بھی حساس روحوں کا یہ مقدر ہے کہ نغمہ وصل اور یہ فراق کے درمیان کچھ ایسا فصل نہیں ہوت ۔ آ مارچ ۱۹۸۴ء میں اس کی ز گی کا وہ دور شروع ہوا جسے جنم کہنا در ت ہوگا۔ آواگون تو ای سلسلہ فری ہے آدمی کا اسلوب حیات اس کی نئی ز گی ہی ہوت ہے۔ سرشار کی نئی ز گی میں اس کا کچھ ایسا عمل دخل نہیں ہے بلکہ یہ ز گی توفیق الٰہی ہے۔

سرشار مرا مصرع، میری ہی سوانح ہے
ت یر یہاں روکے، تقدی وہاں ٹھہرے

اور اب اس کی سعادت یہ ہے کہ روکنا اورٹھہرنا دونوں ہی میں بکتیں ہیں۔ تقدیر و بیر یوں بیک وقت کسی کے حق میں مہربان کم ہی ہوتی ہے۔

سرشار کے شعر عقیدت میں عقیدتوں کا ایک ایسا تسلسل آتا ہے جو انسانی زندگی کے تسلسل کا اشاریہ ہے حمد کی موج کی موج سے ہم آغوش کی موجوں کوصحابہ اور ذریت رسولؐ کی منقبت کی موجیں اپنے حصار اور دائرے میں لئے ہوئے۔ یہ بات شعری اورفکری طور پر بڑی اہم ہے اور اس پر مختصر گفتگو ضروری ہے۔

ہمارے عہد میں رسمی نعتوں کے علاوہ سیکولر نعتوں کا بھی فیشن ہے۔ اللہ سے منہ موڑ کر رسول کریم کی ں کی ''دریافت'' اور تذکرہ۔ یہ ویسی ہی شاعری ہے جیسے مصوتہ (Vowel) کے بغیر گفتگو کرنے کی کوشش ایسے گو رسولؐ کا ذکر بھی اسی طرح کرتے ہیں جیسے دوسرے رہنماؤں اور مصلحوں کا ذکر۔ یہ اس پیمانے اور ا سے بے خبر ہیں جس سے ہم رسول کی عظمت کا کسی قدر اندازہ کرتے ہیں۔ کوئی بھی رسول بالعموم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص ربِ کائنات کا سب سے بڑا شاہکار ہیں۔ یہ م شمسی' یہ کائنات کی پہنائیاں' یہ فضاؤں کی بے کرا ں' یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ذات کے ایک گوشے میں سمٹ کر گم ہوجاتی ہیں۔ یہ وہ ذات ہے جو ہمارے لئے خالق بن جاتی ہے اور حمد میں بھی سمٹ آتی ہے۔ سلسلہ تخلیق کو تو دوربینوں اور سائنسی تجربوں سے سمجھا جاسکتا ہے خالق تک رسول کے بغیر رسائی ممکن نہیں۔ حالا یہ خالق اپنی ہر تخلیق کے آئینے میں موجود ہے۔ سرشار نے اس نکتے کو سمجھ لیا ہے۔ اس کے ہاں حمد و یکجا ہوگئی ہیں:

طواف کعبہ میں تھی کس کے نقشِ پا کی تلاش
خدا کا نام لیا' اور اسے پکار آیا

حمد ان بات ستائش کا نام ہے جو کسی ایسے حسن اور تنا کو دیکھ کر دل میں

مو.ن ہوں جو تمام حسین اور متنا . اشیاء کے حسن اور تنا . کے ٠پنے کا حوالہ بن سکے۔ ہم ٠ ا کی ذات کا رہ تو نہیں کر ت کیو کوئی آ اس حسن کو نہیں دیکھ سکتی یہ ذات ہر حسن کا حوالہ بن جاتی ہے اور ایسا . سے بڑا حوالہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی وہ تصو ہے جو ہمیں اس کے مصور کے بارے میں . سے زیدہ علم کرتی ہے حالا وہی مصور کائنات کے کینوس پ بے شمار رنگوں کی صورت موجود ہے اس کی صفات کے رن جتنے اور جس حد ت سرکار ختمی مرتبت میں موجود ہیں کہیں اور نہیں آ گے۔ پھر حمد کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ ''حسن'' کی جو تعریف بیان کی جائے وہ تخمینی اور ظنی نہ ہو بلکہ ہمیں اس کی صحت پ اعتماد اور یقین ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی تعریف ہم ایمان، یقین، اپنے و ان اور بصیرت کی استوار ن یدوں پ کرتے ہیں۔ ہمیں جس طرح اللہ کے خالق کائنات ہونے پ یقین ہے اسی طرح اس بات پ بھی ہے کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان . سے مضبوط وسیلہ اور رشتہ ذات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان کی صفات میں کمال بھی ہے اور جامعیت بھی۔ وہ ذات، حمد کے دائرے کے ان ر آ جاتی ہے جو حامد بھی ہے، احمد بھی اور مقام محمود پ فائز بھی، جو خوف و ن سے بالا ہے . . علمائے شعر و بلا ت نے حمد کو ایسی صنف قرار دی ہے جو صرف اللہ سے مختص ہو تو شای یہ نکات جن کا تعلق ت سے ہے ان کے ذہن میں نہ تھے۔ اللہ اپنی ذات اور صفات میں کسی کی شر ت سے بالا ہے اور شرک ظلم عظیم ہے اللہ نے اپنے نبی کو جس مقام پ سرفراز فرمای ہے اس کو بھی ذہن میں رکھنا لازم ہے۔

رسول ای طرف اپنے رب سے متصل ہوت ہے اور دوسری طرف ا نوں سے پیوستہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ا نی حقوق، اخلاق حسنہ کا نقطہ عروج بنا دی جو شقاوت میں پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی سخت تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے . سے بڑے تین معجزات ہیں۔ آپ کی حیاتِ طیبہ،

قرآن حکیم اور صحابہ کرامؓ۔کوئی اچھا گوان معجزات سے صرف کرکے نہیں کہہ سکتا۔ سرشار کے شعرعقیدت میں ان تینوں معجزوں کا ذکر مسلسل ملتا ہے۔ سرشار نے ام النبیؐ ازواج مطہرات؛ ذر یہ محمدؐ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حضور اپنے ۔ ت؛ عقیدت پیش کئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی؛ فوز کبیر اور کامگاری کی ۔ سے ۔ڑی شہادت صحابہ کرامؓ ہیں۔ امت محمد یہ کا ای ۔ڑا حصہ صحابہ کرامؓ کو ا ۔یۓ م کے بعد ا نوں میں ۔ سے بلند؛ ۔ سے ۔ ۔ ہ قرار دیتا ہے اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بنا پ ہدای کے ستارے سمجھتا ہے۔ جبکہ ای دوسرا وہ معاذ اللہ صحابہ کرامؓ کو منافق ٹھہرا ہے اوراس کاعقیدہ ہے کہ ۔ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم د سے تشریف لے گئے تو صحابہ میں سے ضرف پ نچ افراد مسلمان تھے اور ۔قی ......یہ وہ کس قدر شقی القلب اور مرتبہ ت سے بے خبر ہے۔ معاذ اللہ اس سے زی دکسی رسول کی ۔کامی اور کیا ہوگی؟ صحابہ کرامؓ کا درجہ تو یہ ہے کہ قرآن عظیم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''والذین معہ'' کو شامل کرکے کہا کہ یہ کافروں پ شدی ہیں؛ آپس میں رحیم ہیں اور اللہ کے فضل سے سرفراز۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوااور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

''والذین معہ'' کا ٹکڑا تمام صحابہ کے لئے ہے لیکن اس کا اولین مصداق وہ صا ۔ فضل ہے جو سرشار کا ۔ امجد ہے۔

> ''پیغمبروں کے بعد د کی ۔ریخ میں یقین کی جو ۔ سے ۔ڑی مثال ملتی ہے وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے اور اس یقین واستقامت میں ان کی صدیقیت کا راز پنہاں ہے۔ اہل بصیرت کا یہ کہنا ۔لکل حق ہے کہ ابوبکرؓ پیغمبر نہیں تھے کام انہوں نے پیغمبروں کا سا کیا۔

آج روئے زمین پ جہاں کہیں اسلام کا کوئی رکن ادا ہو رہا ہے' کوئی اسلامی شعار بلند ہے اور کہیں دین پ عمل ہو رہا ہے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حصہ ہے۔ آج ز کی ہر رکعت' زکوٰۃ کے ہر پیسے' روزے کی ہر گھڑی' حج کے ہر رکن کے ثواب میں حضرت ابو بکرصدیقؓ کا حصہ ہے۔ اس لئے گو ا زکوٰۃ کے ۔رے میں ڈھیل دی جاتی اور فتنہ ار اد کے ساتھ رواداری ۔تی جاتی تو نہ ز رہتی' نہ روزہ' نہ حج۔''(مولا سید ابوالحسن وی)

یہ ۔ کچھ یوں عرض کیا ے کہ اس پس منظر کو سامنے رکھے بغیر سرشار کے شعر عقیدت کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ اللہ کی مشیت کا کیسا کیسا اظہار اس ذات امی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہوا جس کا ا صفاتی م اس کتاب کا م ٹھہرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے ایمان کی اساس ہیں اور یہ سطور ۲۷ ر۔ ۔ المر۔ ۔ کو لکھی گئی ہیں اور میرا قلم مجھے د دلا رہا ہے کہ رب محمد نے''قانونِ ظاہری میں رعایتوں'' کو روحِ محمدیؐ کے تصرف میں دے د تھا۔

۔ ۔ روحِ محمدیؐ تمام ارواح' تمام اجسام' تمام حیات کا سر چشمہ ٹھہری تو اس ذات کے حوالے کے بغیر حضور کی کیسے کہی جاسکتی ہے جس کے وسیلے سے اس زمین پ حضور کا رہوااور!

''آ ی پھول کھلا ۔غِ ت مہکا''

(سرشار)

ذات ام النبی صلوٰۃ اللہ علیہا کی ذات تھی۔ ۔ ۔ وہ لمحہ آ کہ تخلیق کائنات کا راز۔

صورت انکشاف چاہتا تھا

قبلہ عرش و فرش کے اطراف

کعبہ اذنِ طواف چاہتا تھا

نگاہ ارض وسما حضرت آمنہؓ کی طرف مرکوز ہوگئی کیو یہی وہ ذات تھی جسے گلِ آفرینش کی شاخ کے طور پ چنا ی تھا۔

فیصلہ ہے م قدرت کا
شاخ لازم ہے پھول سے پہلے
تیری تخلیق ہوئی
دو جہاں کے رسول سے پہلے
تیری عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے
تجھ سے جبریل ہم کلام ہوئے
آیتوں کے ول سے پہلے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ز ن واسلوب کے ان سارے قرینوں اور سلیقوں کا تقاضہ کرت ہے جو ذہن، فن اور ز ن پ ا نی دسترس کی آ ی حدوں پ آتے ہیں۔ سرشار کی ام النبیؐ سرشار کی شعر گوئی اس کے مومن قلب اور اردو ز ن کے امکا ت کی بیک وقت شہادت ہے۔ اس کی ا ہی نظیر اس سے پہلے مجھے آئی ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہو ا
دعائے خلیل اور نو مسیحا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سلیقے اور ڈھنگ سے بعض میلاد موں اور شاہنامہ اسلام میں بھی ملتا ہے حضرت آمنہؓ کی عظمت کا یہ ا از اور یہ ادراک مختلف چیز ہے۔

ر شخصیتوں کی ز گی اور کردار کو تفصیل کے ساتھ ول میں بھی پیش کیا جاسکتا

ہے اور میں بھی ۔ غزل کے شعروں میں بھی ان کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں فنکار میں ۔ر شعور کے ساتھ ساتھ تخیل کی متنا ۔ فراوانی ضروری ہے۔ ایسا تخیل جو زمان ومکان کے تناظر میں ان کرداروں کو متحرک' جیتا جا َ اور اپنے ۔ر فریضے کو ادا کر ہوا دیکھ سکے۔ دینی شخصیتوں کے سلسلے میں ا یہ اور عنصر بھی شامل ہوجا ہے اور وہ ہے اپنے کرداروں کے اقدار حیات اور ات پ شاعر کا عملی یقین۔ یہی وہ ۔ت ہے جسے اقبال نے ''دل و نگاہ کا مسلمان ہو'' قرار دی تھا۔ سرشار نے امہات المومنینؓ' اپنے ۔ امجد سید ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ پ جو نظمیں لکھی ہیں ان میں لفظ کہیں پھول ہیں اور کہیں ۔ سرشار نے اپنے تخیل کی مدد سے ان کرداروں کو شہر رسول میں محفل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جیسے دیکھا ہے اور سنا ہے۔ حضرت بلال حبشیؓ ہم کو اذان بن کر سنائی دیتے ہیں۔ موذن کا اذان اور اذان کی علامت بن جا بھی سرکار کا ا یہ معجزہ ہے۔ کہیں حضرت یجتہ الکبریٰؓ کے کردار کی تصو یہ ان کے کمال بصیرت اور جمال رفاقت کے رنگوں سے بنائی گئی ہے اور بی بی حلیمہ سعدیہ کی خوش بختی کو ان کے دودھ کے فیضانِ ا میں تلاش کیا َ ہے۔ اس مجموعے کا ا یہ حصہ'' ۔ اعلیٰ'' ہے ۔ وہ ۔ اعلیٰ عشق وعمل' ایثار وفنا کا پیکر ہے جس کے خون نے سرشار کے وجود کو اعتبار بخشا اور اسی خون کے واسطے سے اس نے حق گوئی کی اما اپنے بچوں پہنچائی۔ حضرت صدیقؓ کی عکس کشی کا ا یہ استعارہ ''سفر'' بھی ہے۔ سفر بلدامین سے مدینہ رسول ' سفر ۔ر کے معرکہ سے حج الوداع ' سفر غار سے قبر ' حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر جگہ اپنے صا ۔ؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ چند مثالیں ہیں۔

اس مرقع عقیدت میں حضرت حمزہؓ حضرت عائشہؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ' حضرت علیؓ اوران کے شہید ۔ حضرت حسینؓ اپنی صفات کے رنگوں کے ساتھ موجود ہیں۔ ان تصو یوں میں کم سے کم لفظوں کا صرف کیا َ ہے۔ یہ وہ خاکے ہیں جن میں

مصور کم سے کم خطوط سے اپنی مراد پ یت ہے بلکہ ای ہی جنبش سے خطوط ی خط کا دا ٔ ہ مکمل ہوجا ہے۔ یہ مجموعہ تو آپ کے ہاتھوں میں ہے، سو میں مثالوں سے َ ی کرت ہوں چند مصرعے جو میرے ذہن میں مقیم ہیں، آپ سن لیجئے۔ میں ہی نہیں کروں گا۔ یہ مصرعے کن ہستیوں سے متعلق ہیں؟ یہ بت تو آپ سے یہ مصرعے ہی کہیں گے :

صرف ان کا اور ان کے نبی کا ذکر کروں
جو اپنے کردار کے حوالے سے
خود ہی شمشیر بے اماں ہے
خون کے چھینٹوں کی صورت میں

قرآں کے صفحات پہ آج بھی ز ہ ہے
جو اپنے پیش رووٴں کا حلیف تھا

مجھے یقین ہے کہ یہ مصرعے متعلقہ شخصیتوں آپ کو پہنچادیں گے، لیکن اَ کوئی دوسری شخصیت آپ کے ذہن میں آئی تو اس میں بھی آپ کے لئے ای پیغام اور نکتہ مضمر ہے اور وہ ہے اصحاب محمدؐ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ز گی، کردار اور صفات کا اشتراک یہی اصحاب کبار اقبال کے اس مصرع کا مصداق ہیں۔

آ ہنگ میں یکتا صفت سورہ رحمٰن

اس مجموعے کی بیشتر نعتیں غزل کی فارم میں لکھی گئی ہیں۔ ''اَ چہ ہمارے شعراء نے مسدس اور مخمس سے لے کر معریٰ اور آزاد تمام اصنافِ سخن کو ثنائے خواجہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا ہے غزل کو اس مقصد کے لئے آج بھی سے زیدہ استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں، ای تو دو مصرعوں میں بت کا مکمل ہوجا ۔ یوں غزلیہ کا ہر شعر اپنی جگہ مکمل ہو ہے کیو شعر غزل کی

قائم بالذات اکائی ہے۔ دوسرے غزل کے م علائم ورموز پ تصوف کا سایہ ہے اور یوں محدود سے لامحدود کی طرف سفر ان علامتوں کے ذریعے سہل ہوجا‌ت ہے۔ لامحدود کی طرف شاعر کا سفر اس کی تقدیر بھی ہے اور شعر کا مقدر بھی۔

سرشار نے غزل کے پیکر کو نبی آ ‌ الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا سے ایسا اور اس طرح روشن کیا ہے کہ ای سیارۂ نور اور ''شرار معنوی'' بن گئی ہے۔ میرے ذہن نے کا ای معیار قائم کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا کوئی شعر' کوئی ‌و ایسا نہ ہو جو غیر نبی کی تعریف وتوصیف کے دا‌ ‌ے میں داخل ہوسکے ی جو شرک فی النبوت کی مثال بن سکے۔ شرک اللہ کے ‌ب میں بھی ہو‌ت ہے اور رسولؐ کے سلسلے میں بھی ۔ مثلاً

گہ سوئے علیؓ گاہ سوئے محمدؐ

رجعت خورشید اور شق قمر سے ہے عیاں
ہے نبی مالک لیالی کا 'علیؓ ایم کا

اور اب ایسی مثالیں حظہ ہوں جن کے لہجہ اور مضامین کو سے کوئی علاقہ نہیں۔ شاعروں کا ‌م دانستہ نہیں لکھا جارہا ہے۔

تمہیں وطن کی ہوا سلام کہتی ہیں
مرے چمن کی فضا سلام کہتی ہیں
وہ عہد گل' وہ ‌ جو' وہ ‌م سرووچمن
وہ قمریوں کی صدا سلام کہتی ہیں

یہ میرا اضطراب شوق' رشک جنونِ قیس ہے
‌ بہ بہ ‌ بہ' دل بہ دل' شیوہ بہ شیوہ' خو بہ خو

جس میں ہو ۔ ا ذکر، وہی .م ہے رنگیں

جس میں ہو ۔ ا ںم، وہی .ت حسیں ہے

سرشار صدیقی نے .ِ دی طور پ کے لئے غزل کے پیکر کو چنا ہے، لیکن کوئی شعر ایسا نہیں ہے جو سرکار ختمی مرت۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور مرتبے کی طرف اشارہ نہ ہو۔ غزل کی شوری ہ بیانی، میں آداب عبادت کے قا . میں ڈھل جاتی ہے:

نعتوں میں . تتے ہیں آداب عبادت کے

ہرچند غزل میں ہم شوری ہ بیاں ٹھہرے

شاعر نے عبادت کے آداب . تتے کا دعویٰ تو کیا ہے لیکن میرا قیاس یہی ہے کہ لہجہ خود عبادت کے آداب میں ڈھل جا۔ ہے۔ سرشار کے عشق رسالتِ مآب میں گم گشتگی بھی ہے، توفیقِ الٰہی کا شکر بھی ہے، بچوں کا ساتحیر بھی ہے اور قلب مومن کی وسعت بھی ہے ابھی ''ا ئے شاعر'' نے اس کا تعاقب نہیں چھوڑا ہے۔ ابھی آگ کو خاکستر : ہے اور اپنی کرنی ہے۔

اس طویل جملہ معترضہ کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظوں میں ای کیمیاوی تغیر . پ کر دی ہے۔ عشق اپنی کیمیا آپ ہے:

سرکارؐ کے قدموں سے اٹھ کر دل دیوانہ

جائے تو کہاں جائے ٹھہرے تو کہاں ٹھہرے

ہر لفظ تغزل کا پیمانہ ہے، لہجے میں عشق کی سرمستی ہے۔ ''سرکار'' کا لفظ یوں صرف ہوا ہے کہ دل کی بے قراری کو قرار بلکہ ثبات مل َ ی ہے۔ اسی میں سرشار نے ای نئے استعارے بلکہ ای مکمل تلازمۂ خیال و۔ ریخ کو جنم دی ہے۔ حضرت ابوایوب

ا   رئؑ کے دروازے پ ٠قہ رسا ےؐ آ کر رک گئی تھی اور سرشار نے اپنی ز٠گی کو اسی ٠قہ کے روپ میں دیکھا ہے۔ یہ ٠قہ ہستی بھی اپنے راستوں کا تعین نہیں کرسکتی' اس کے لئے تقدی' ت بیر ہے اور ت بیر تقدی۔ اور یہ دونوں بھی رضائے الٰہی اور توجہ رسا ےؐ کے اشارے ہیں :

تقدی پہ چھوڑا ہے اس ٠قہ ہستی کو
یہ کعبہ ہے وہ طیبہ'دیکھیں تو کہاں ٹھہرے

سرشار کی نعتیہ شاعری میں مضمون آفرینی نہیں' خیال آرائی نہیں بلکہ اب وہ اپنے یت ہوئے لمحوں کواور آنے والے لمحوں کو اپنے لفظوں کے آ ٓی٘ میں دیکھ رہا ہے اور دکھا رہا ہے اور اس میں اس کا کمالِ فن نہیں۔ رب محمدؐ نے ایسی افتادطبع' ایسا ذہن' ایسی اور ایسا قلب کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ٘بہ' خیال اورخیال' ٘بہ بن جات ہے۔ ویسے بھی قرآن حکیم نے قلب کوفکر کا مر٠ قرار دی ہے۔ یہ وہ مرحلہ شوق ہے کہ رے آواز بن جاتے ہیں اور آوازیں تصو یں بن کر دیوار ا کی آرائش کا سامان کرتی ہیں۔ ٹی عشقیہ شاعری میں نغمہ دکھائی دیتا ہے اور منظر سنائی دیتا ہے۔ یہاں تمام حواس ای دوسرے میں گم ہوکر ای حسن بن جاتے ہیں۔کسی کو پ نے کی اور اپنے آپ کوگم کرنے کی حس۔لفظ اپنی سطح سے بلند ہوکر کسی کے نقش پ کے ذروں میں مل جاتے ہیں اور بیان و اظہار کے ای نئے آسمان کی تخلیق کرتے ہیں۔ میں نعتوں کی اس د میں تھک ٓی ہوں۔ ت یہ ہے کہ مجھے ان اشعار کی قرأت کے دوران وہ کچھ ہوا ہے کہ میں اسے بہت دی سہار نہیں سکتا۔ شاعر پ نہ جانے کیا بیتتی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ اس تحری میں گوئی کے سلسلے میں چند اشارے پیش کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اب لیجئے انتخاب (مختصر سے انتخاب) کی صورت میں اپنا حقیقی تبصرہ پیش کرت ہوں۔ اس تبصرے میں حمد بھی ہے اور بھی:

ان فضاؤں میں یہ کھلا مجھ پ
سانس لیتی ہے اب بھی سچائی

یوں بلایہ ہے تو بھردے یہ مرا کاسۂ دل
کاسۂ دل جسے اب صاحبِ نسبت لکھوں

اپنے شایں کوئی اک شعر کر یرب
ز گی بھر یہی تکرار سعادت لکھوں

طواف کعبہ میں تھی کس کے نقش پ کی تلاش
ا کا م لیااور اسے پکار آیہ

دور سے گنبد خضریٰ دیکھ کے، دل اس طور سے دھڑکا تھا
روح کے گہرے سناٹے میں جیسے شور نشور ہوا

میں نے اپنا چہرہ خود ہی بگاڑا تھا
اک صورت َ میری شکل سنوار

تہذیہ التجا مجھے تعلیم کر، کہ میں
درہ ر مصطفیؐ میں سوال کرم کروں

یہ دل ہے یـد رسا ت مآبؐ سے معمور
متاع کون ومکاں کاسۂ فقیر میں ہے

مولا سید ابوالحسن وی مدظلہ نے اپنی کتاب ''دستور حیات'' میں دین کی ـیـ دوں پ گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''انـیـئے کرام پوری ا کے لئے اسوۂ کامل، اعلیٰ قابل تقلید نمونہ اور اخلاق، ذوق ورجحان، ردوقبول اوروصل وفصل کے ب میں سے مکمل اور آ ی معیار ہوتے ہیں۔ جہاں ت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات امی کا تعلق ہے وہاں اس پہلو پ اور زیـدہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ آپ کی ذات کے ساتھ صرف ضابطہ اور قانون کا تعلق کافی نہیں، روحانی اور ـتی تعلق ایسی گہری اور دا محبت سے مطلوب ہے جو جان ومال ، اہل وعیال کی محبت پ فوقیت لے جائے۔''

سرشار کی تخلیقی سطح پ اسی حقیقت کی توثیق بھی ہے اور اس کے احوال کا اظہار بھی:

حاضر ہوئے تھے ز کی محرومیوں کے ساتھ
لوٹے تو یہ عذاب وہیں چھوڑ آئے ہیں

اب سرشار اسی تعلق کی بناء پ ت مدینہ کی شہریـت حاصل کرچکا ہے۔ ا کرے یہ شہریـت دا ہو۔

(میثاق/ سرشار صدیقی،۲۰۰۲ء، حرا فاؤ ، کراچی)

کوثری نغموں والا

میں نے حفیظ تائب کو کوثری نغموں کا شاعر نہیں کہا، بلکہ کوثری نغموں والا کہا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ کوثری نغمے ان کے وجود کا حصہ ہیں اور ان کی گوئی پورے وجود کی شاعری بلکہ اظہار ہے۔ خواجہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی ان کی شناخت بن گئی ہے۔ اس سے بڑا اعزاز کسی کو اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

کوثریہ کا مسودہ ۔ اس میں حفیظ تائب صاحب کا خط رکھا ہوا تھا۔ بے تابی کے ساتھ اسے پڑھا اور اداس ہوگیا۔ حفیظ بھائی کا چہرہ وں کے سامنے آیا تو یہ اداسی اطمینان میں بدل گئی۔ حفیظ بھائی نے اپنی شدید علالت کے ساتھ تیرہ چودہ سال جیسے گزارے ہیں اس نے انہیں جیتے جی مطمئنہ کے درجے تک پہنچادیا ہے اور یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے کہ یہ دہی ان کے لئے ان کے رب کی بات بن گئی جس میں وہ اپنی جھکی ہوئی نگاہوں، ہو ں کے تبسم اور مودب وادب دیدہ وچشیدہ آواز اور لہجے کے ساتھ زندہ ہیں اور اس طرح کہ اس بات کی حدود لاہور سے دیارِ رسولؐ تک پھیلی ہوئی ہیں اور کون سے مقام اس بات میں شامل ہیں اس کی خبر ان کے رب کو ہی ہے یا اس کے رسولِ اعظم ﷺ کو۔

میں نے کوثریہ کا ایک صفحہ کھولا اور یہ شعر سامنے آگیا:

ان دوریوں کو رنگِ حضوری کریں
ہمت سفر کی اب نہیں باقی غریب میں

اور دس ۔رہ ۔سوں کے دوران رمضان المبارک کے وہ ۔یتے ہوئے دن وں کے سامنے سے ُ ر گئے جو ہم نے مدینہ منورہ میں ۔ صا ۔ کے ساتھ ُ ارے ہیں۔ عجب ۔ت یہ ہے کہ مسجد یؐ میں ہماری قاتیں کم ہوتیں، نہ ہونے کے ۔ا۔' حرمِ مصطفوی سے واپسی پ ۔ ۔ ہم ای دوسرے سے ملتے تو ای دوسرے کی آنکھوں میں پورے دن کی روئ اد پڑھ یتے۔ ۔ صا ۔ کی ۔اکتِ احساس کا یہ عالم ہے کہ وہ مجھ سے مسجد یؐ میں اس لئے نہ ملتے کہ وہاں میری کیفیات اور واردات میں مخل نہ ہوں۔ یہ ۔ ۔ ای مرتبہ انہوں نے خود بیان فرمای۔ حالا میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے آ بگینۂ دل کی موج سامانیوں کو چھپانے کے لئے دوسروں سے دور رہتے ہوں گے۔

میں اور وہ دونوں زمتوں سے سبک دوش'' لوگ'' ہیں اور اس ملک میں ریٹا ُ ڈ لوگوں کی حا ت کس پ آشکار نہیں ہے۔ سچ مچ ہر سال طیبہ کے سفر کے لئے سروسامان مہیا ہوجانے کے راز سے ہم خود واقف نہیں۔ یہ اللہ کا کرم او سرکارِ دوعالم ﷺ کے التفات کا اشارہ ہی معلوم ہو ہے۔ ا کرے اپنے سفر کے ۔رے میں ہمارا یہ گمان حقیقت ہو۔ ۔ صا ۔ اسے شہرِ رحمت سے اپنی دل بستگی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں:

بے سروسامانیوں میں حاضری ہوتی رہی
شہرِ رحمت سے مری دل بستگی کام آ گئی

مکان کو تو مکین سے شرف حاصل ہو ہے، سو میں نے ۔ت کا سلسلہ مکینِ شہر رحمت ﷺ سے دی۔ زندہ رہنے کے کیسے کیسے جواز ان کی نسبت کرتی ہے۔ ُ شتہ سال رمضان میں، میں شدی بیماری کے اثرات سے پوری طرح صحت یب ہوئے بغیر شہرِ رحمت کے سفر پ روانہ ہوَی۔ ۔ڑی ۔ت یہ کہ ائے محمد ﷺ نے اتنی توانائی فرمائی کہ کسی درجے میں وہاں حاضری کا حق ادا ہوَی۔ حفیظ صا ۔ کا یہ شعر میرے سفر کی رو اد ہے:

طیبہ کی سمت میں نے جو قصدِ سفر کیا
طاقت کہاں سے آ گئی جسمِ نحیف میں

قار کرام!

میں حفیظ ۔ اور ان کی گوئی پ کوئی رسمی وادبی تنقید نہیں کرسکتا۔ ویسے بھی گوئی کی تنقید تمام تنقیدی شرائط کے ۔وجود صرف ضابطے کی کاروائی نہیں ہوسکتی۔ اور آپ کے شاعر سے راقم الحروف کا رشتہ بھی عجیب ہے اس رشتے کے ۔ روپود مدینے کے ش ۔ وروز دل کی دھڑکن اور آ وَں کی شبنم سے بنے گئے ہیں۔ میں نے اب جو کچھ عرض کیا ہے اس سے یہ ۔ت تو واضح ہوجاتی ہے کہ گفتہ' حفیظ ۔ میری اور میری طرح ان کے کتنے ہی پڑھنے والوں کی داستانِ ۔ت ہے۔کسی شاعر کی اس سے ۔ڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔ لذتِ گفتار کا اس سے زیدہ ۔ مراد حاصل اور کیا ہوسکتا ہے کہ ''میں نے یہ جا کہ گوی یہ بھی میرے دل میں ہے۔''

جناب حفیظ ۔ گوئی کی شرائط سے خوب ۔خبر ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ ان شرائط کو پورا بھی کرتے ہیں:

گوئی کے لئے حسنِ ارادت شرط ہے
ساتھ کچھ فہمِ کتاب وعلم سیرت شرط ہے
اس میں ہے لازم جمالِ فن بھی اوجِ فکر بھی
جتنی ممکن ہو خیالوں کی طہارت شرط ہے
ادب پہلا قرینہ ہے ثنا کے شہر میں
ہر قدم اس راہ میں عجزِ طبیعت شرط ہے

۔ صا ۔ کے وجود کی مٹی حسنِ ارادت سے گوندھی گئی ہے۔ وہ صاحبِ علم بھی ہیں۔ اللہ کی کتاب کے اوراق میں انہوں نے صورت وسیرت خیرا ﷺ کی تلاوت کی

ہے۔ ان کی نعتوں میں جگہ جگہ قرآنی جواہر پ رے اور ان کی طرف اشارے موجود ہیں۔ جمالِ فکر کی مسلسل . ﻳں ان کی نعتوں کی ردیفوں، قافیوں، زمینوں میں ملتی ہیں۔ بیشتر نعتوں کے مصرعے دوہم آہنگ اور مساوی ا.۱۰ پ مشتمل ہیں۔ یہ نغمگی کلمہ طیبہ کے آہنگ سے پیدا ہوئی ہے۔ ˉˉ ́. صا . نے کتاب وسیرت کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی ز. نوں میں محسنِ کائنات ﷺ کے ادا شناسوں اور ان کے حسن کے . خبروں کی '' رگی'' اور ''نغمگی'' کو بھی اپنی دی اور اپنے نغموں میں یوں سمیٹ اور سمولیا ہے کہ وہ ان کی متاع اور فن بن گئی ہیں۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں (اقبال) َ ادب پہلا قرینہ ہے ثنا کے شہر میں (ˉˉ ́.) اور رہی .ت اوجِ فکر کی تو جس کا جلال وجمال وسیرتِ بے مثال فکر کے نئے آفاق کی تخلیق کرت ہو تو اس کے . رے میں سوچتے رہنے والے کی فکر میں اوج ہی اوج ہوگا اور اس سارے سرمائے کے . وجود طبیعت کے انکسار اور عجز کو عنایتِ رب کے سوا اور کن الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حفیظ ˉˉ ́. کی مدح سرائی خواجۂ لطافت ''حکمت اور اطا ˉˉ'' کے عناصر اس طرح اپنے دامن میں ر ˉˉ ہے کہ وہ سرکار دوعالم ﷺ کے ذکرِ جمیل کے ساتھ ساتھ قصہ احترامِ آدمیت بھی بن گئی ہے۔

فہمِ کتاب کے جلوے، کتنی ہی نعتوں میں جلوہ َ ہیں۔ ''سراجا نی ا'' شمس الضحیٰ ، . ر الدجیٰ وغیرہ تو کم وبیش بیشتر شاعروں کے ہاں ملتے ہیں ˉˉ ́. صا . مطالعہ قرآن کو حیات وسیرتِ محمد ﷺ سے ہم رشتہ کردیتے ہیں۔

سا ˉˉ ہر آنے والی ہے بہتر ˉˉ ے لئے
تو کس لئے ملول ہے یا ایہا الرسول

شعر پڑھتے ہی سورۃ الضحیٰ کی آیت ذہن کی وادیوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ شاعر کی احتیاط اور نکتہ یہ ہے کہ اس نے رسول سے تخاطب کا پیرایہ . قرار رکھا ہے اور

یٰایہاالرسول قرآنی اسلوب کا نقشِ معنوی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ جل جلالہ نے ٠م لے کر ختم الرسل ﷺ کو کہیں مخاطب نہیں فرمایا ہے۔ یہ اعزاز' مرتبہ محمدی کی طرف اشارہ ہے۔ سخت ترین حالات میں ہادی اعظم کو تسلی دی جارہی ہے کہ تمہارا رب تمہارے ساتھ تھااور رہے گااور '' ے''ﷺ (سورہ والضحیٰ۔ آیت ۴)

''سا ت ہر آنے والی ہے بہتر ت ے لئے'' ٠ اکرے یہ تفسیر ۔لرائے نہ ہوا َ میں یہ عرض کروں کہ بہتر سا ت کا شمار ت قیامِ قیامت ہوت رہے گا۔ ہر آنے والا دن میرے ز٠ ہ رسول کے لئے اور ان کے پیغام کے لئے بہتر ہوت جائے گا کیو رسالتِ محمد ا۔ ت کے لئے ہے۔

ت َ۔ صا ۔ قرآنِ عظیم کا مطالعہ ای ز٠ ہ کتاب کی طرح کرتے ہیں اور اس کی تعلیم' پیغام اور نکتوں کو نعتیہ شعروں کے قا ۔ میں ڈھال دیتے ہیں۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس میں ہمارا ذکر ہے۔

(سورہ الانبیا۔آیت ۱۰)

''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب ٠زل کی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔ کیا تم یہ ۔ت بھی نہیں سمجھتے ؟''

قرآن ہمارے لئے وہ کتاب ہے جس میں ہمارے مسائل' ہمارے کوائف' ہماری داخلی اور خارجی ز٠ گی کی ہر کیفیت کا حال موجود ہے اور جو ہم ۔ اپنے رسول ؐ سے ہمارے رشتے کو واضح کرتی ہے اس رشتے کا ای نہایت اہم پہلو ان الفاظِ قرآنی میں سمٹ آیا ہے' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

(سورۃ النساء : آیت ۔۶۴)

''اور ۔ ۔ یہ اپنے پ ظلم کر بیٹھے تھے تو اَ وہ آپ کے پ س آجاتے اور اللہ

سے معافی طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یقیناً اللہ کو معاف کردینے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔‘‘

سورۃ النساء کی اس آیت اور اس سے قبل کی آیت کی شانِ نزول کے سلسلے میں ایک سے زیادہ واقعات مستند روایت میں بیان کئے گئے ہیں اور ان روایت کا استعارہ اور تجسیم ستونِ توبہ کی شکل میں آج بھی مسجدِ نبویؐ میں موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعائے مغفرت کی برکت جاری وساری ہے۔ آیت سے یہ ضابطہ سامنے آتا ہے کہ جس کے لئے رسول اللہ ﷺ دعائے مغفرت فرماتے‘ اس کی مغفرت لازماً ہوجاتی۔ رب العزت کے ہاں اس کے حبیبؐ کے جو مقامات ہیں یہ ان میں سے ایک ہے اور اب آپ کے روضۂ مبارک پر حاضری دینے اور آپ سے اپنے حق میں دعائے مغفرت کرانے والوں کے لئے بھی یہی حکم اور ضابطہ ہے۔ رسول رحیم و کریم کی تدفین کے تیسرے دن ایک بدوی آپ کے مرقد پر حاضر ہوا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے‘ غم کے مارے سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ اس نے یہ آیت پڑھی اور روتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور مغفرت کی دعا کا طالب ہوں۔ زائرین والوں نے سنا کہ روضۂ اقدس سے آواز آئی۔

۔ اے مانگنے والے! تیری مغفرت کردی گئی اور آج بھی یہی صدا حفیظ تائبؔ کی نعت میں سنائی دے رہی ہے:

معافی مانگتا ہوں اپنے آقاؐ کے وسیلے سے
میں اپنی جان پر جب بھی کوئی بیداد کرتا ہوں

’’ ‘‘ کے لئے جان اور ظلم کے لئے بیداد کیسے مناسب لفظ ہیں اور قرآن مفہوم کو کس طرح توانائی اور صحت کے ساتھ ادا کررہے ہیں۔

اس شعر میں بھی قرآنی حوالہ روشن روشن اور جگ مگ جگ مگ آرہا ہے:

جو پہلے دن سے حسنِ عمل پ ہے استوار

وہ یدگارِ شاہ زمنؑ مسجدِ قبا

حفیظ ت ٔ. صا . کے نعتیہ کلام میں نظموں کی تعداد کم نہیں، لیکن یہ .ت قابل ذکر ہے کہ ان کی اکثر غزل پیکر نعتوں میں بھی تسلسل ملتا ہے۔ .ت یہ ہے کہ وہ میں سوچتے ہیں، ان کی آنکھیں جو مناظر دت ہیں ان کا تعلق بھی شاہِ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور حیات سے ہے اور ان کے لبوں سے بے ساختہ یہ دعا بلند ہوتی ہے:

ہر یدگارِ خواجہ ارض وسما کی خیر

مدینہ ان کے لئے شہر ہونے کے ساتھ ساتھ معیت رسولِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہے:

قلب ہے پسکوں آپ کے شہر میں

للہ الحمد ہوں آپ کے شہر میں

یہ شہران کے ز ہ نبی کا شہر ہے، ہر ذرہ ز ہ نبی کے نور سے روشن اور ز ہ ہے:

اس کی رحمت پہنچتی ہے . خلق ت

. پہ ہے مہر.ں میرا ز ہ نبیؐ

اس ز ہ نبی کاا ن پ . سے .ڑا احسان یہ ہے کہ اس نے عبد کو معبود سے دی۔ اس نے ہمارے سجدوں کو ای مر کردی اور اس کی تلاش میں لفظوں کو ز گی مل گئی اور لفظوں کے صدف، معانی کے گوہر کے امین بن گئے۔ حفیظ ت ٔ. کی حمدیہ شاعری پ ار سے پ ار کے عشق کے لامحدود امکا ت کو پیش کرتی ہے۔ یہ آب جو کی کوشش ہے کہ وہ محیط بے کراں سے ہم کنار ہوجائے اور پھر ہم کناری اور بے کناری کے درمیان ای تعلق پیدا ہوجات ہے۔ اسی کو مقام عبدی ت اور مقام سجدہ کہتے ہیں۔ قرآنِ

عظیم میں صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا دو مقامات پ ذکر ہے اور دونوں جگہ یہ ذکر آیتِ سجدہ سے پیوستہ ہے۔ یہی سجدہ ا سے بندے کو ہم کلام بھی بنا ہے اور دل کا مکین بھی:

اپنے قرب ِ خاص کا راستہ بتادی
دے کے سجدے کا پیام ی عزیزُ ی سلام
اس کرم کا کرسکوں شکر کس طرح ادا
دل میں ہے ا قیام ی عزیزُ ی سلام

سجدے کے پیام اور دل میں قیام کے سلسلے میں اسماء الحسنٰی میں سے عز اور سلام کا انتخاب کی سلامتیِ طبع اور اپنے رب سے قر اور اس کی شانوں کی تفہیم کا ثبوت ہے۔ اللہ عز ہے کہ ہر قوت' ہر غلبے اور ہر بلندی کے ساتھ ساتھ ہماری اور کائنات کی ہر حفاظت اسی ذات سے ہے۔ اس سے قر کا مقام سجدہ ہے اور یہ سجدہ مقامِ عزت ہے جو ا ن کو ہر مغلو سے بچا ہے۔ اسی طرح سلام ہمارے تحفظ کے ساتھ ہمارے دل ودماغ اور ماحول کی سلامتی کا ش ہے۔ وہ ہمیں بلندیوں لے جا ہے۔ سُلم سیڑھی کو کہتے ہیں۔ ہم سجدے کی سیڑھیوں کے ذریعے مقامِ عبد پ فا ہوجاتے ہیں اور پھر یہ کہنے کا لطف آ ہے کہ:

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ او ی

ان سطور کو لکھتے ہوئے ذہن میں خیال آ کہ جس رِ اما کے اٹھانے سے فرشتے ان تھے اور جسے ا ن نے اٹھالیا' اظہار بھی اس رِ اما کا حصہ ہے اور ا ن سے اب اظہارِ مدعا کے لئے لفظوں کو مسخر کررہا ہے اور نئ کیبیں اش رہا ہے۔ خالقِ کائنات نے فرما ہے کہ میں نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کرد ہے۔ اس کچھ میں الفاظ بھی شامل ہیں۔ حفیظ صا الفاظ

کو مسخر کررہے ہیں اور یہ توفیقِ ۰ اوٰ ی ہے۔ حمدو بھی توفیقِ ۰ اوٰ ی ہیں۔ یہ بھی زٰ گی کا عجب نکتہ ہے کہ چیزیں ا یـ دوسرے سے کس درجہ جڑی ہوئی ہیں اور ان کے درمیان ربط کا .. ان کے خالق کا وجود ہے۔ یہ یہ کائنات اور زٰ گی کی وحدت کو آشکار کرت ہے:

ہر موجِ اس کی عنایت پہ شاہد
ہر رنگِ سحر اس کی صداقت کا حوالہ

ا. امِ فلک ہوں کہ ت وجمادات
ہر چیز سمجھتی ہے اشاراتِ الٰہی
آفاق در آفاق ہیں انوار اسی کے
امکان در امکان ۰تِ الٰہی

حفیظ ۔ کی آ ہرلمحہ ۰تِ الٰہی کو دیکھنے کے لئے بیدار ہے۔ ''ہر رٰ ِ سحر'' پ غور فرمایئے۔ اللہ کے اس نگار خانے میں تکرار کہیں نہیں۔ ہر صبح . لکل ا یـ نئ تخلیق ہوتی ہے۔ اپنے سے پہلی اور بعد میں آنے والی صبح سے الگ' ہر صبح کائنات جیسے نئے سانچے میں ڈھلتی ہے۔

اس نعتیہ مجموعے کا ۰م ''کوثـ یہ'' ہے۔ اس نئ اصطلاح کی وضا ت حفیظ ۔ کے قلم سے حظہ ہو۔

''سہ مصرعی پ روں کو کچھ اختلاف کے ساتھ ثلاثی' ہائیکواور ماہیا بھی کہا ـ یـ ہے میں نے نعتیہ سہ مصرعی پ روں کو سورۃ الکوثـ کے تتبع میں تینوں ہم قافیہ اور ہم وزن مصرعوں کی صورت دے کر ''کوثـ یہ'' کا ۰م د یـ ہے۔''

ہائیکو' ثلاثی اور ماہیا کے فرق اور ان کی خصوصیات پ گفتگو کرنے کا یہ محل نہیں'

ثنائے رب العالمین اور نعتِ صاحبِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمارے شعراء ہائیکو کو استعمال کررہے تھے یہ شرف حفیظ ۔ کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ سورہ کوثر کے جاوداں اور ر نی آہنگ کی بنا اردو میں ہائیکو کی عام روا ۔ کو ا رُخ کر کے نئ صنف سخن ا دکریں۔ تین مصرعوں کی رمزی ۔ اور اختصار اسی صورت میں ابھر سکتا ہے ز ن وبیان کے امکا ت شاعر کے دا ہ اختیار میں ہوں:

جلوہ الکتاب دیکھا ہے
روئے رحمت مآب دیکھا ہے
کس زمانے کا خواب دیکھا ہے

روئے رحمت مآب تخلیق کا نقطہ آغاز ہے' کتنے زمانے اس جلوے کی ۔ نیوں میں گم ہیں۔ تین مصرعوں کی اس میں ۔ صا کی دی اور ہماری تمنائے دی' دونوں چیزیں سمٹ آئی ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ خوشبوئے مدینہ سے لدی ہوا لاہور میں حفیظ ۔ کے مسکن ۔ آ اور ان کے لئے پیامِ شفا بن کر آ ۔ ۔ کی نعتیں ہمارے لئے نسخہ بصیرت ہیں اور ان کو پڑھ کر آ وں کے آبِ رحمت سے ہماری آنکھیں دھل کر اس طرح روشن ہوجاتی ہیں کہ ہر منظر مدینہ کا منظر بن جا ۔ ہے' آسمان چمکنے لگتا ہے اور ماحول درود کی خوشبوؤں سے مہک جا ۔ ہے۔ اوا ! اس نغمہ حجازی کے نغمہ کو شفا اور توانائی فرما۔

(کوثر یہ/ حفیظ ۔ ، ۲۰۰۳ء، القمر انٹر پرائز، لاہور)

کیفِ وسلام

جناب سید محمد حنیف اخگر ملیح آ.دی نئ د میں اردو کے ز ہ ن کی حیثیت ر ٠ کے ساتھ ساتھ پ کستا اور اسلامی طرز حیات کی ای علامت بھی ہیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے کراچی کی ای تقری. میں جس طرح نعتِ حضرت خیرا ﷺ پڑھی اس سے جگر صا . اور ان کے ہم عصر شعراء کا دور جیسے ز ہ ہوَ ی۔

اخگر صا . غزل کے ای مستند اور معتبر شاعر ہیں اور اب ان کی حمد و کا مجموعہ شائع ہونے جارہا ہے۔ اخگر صا . کی غزلوں میں بھی ان کے روحانی سفر کی . یں ملتی ہیں، لیکن زی مجموعہ "خلقِ مجسم" ان کے نورانی .طن کا منظر ٠مہ ہے۔

گوئی کے اس انتہائی ۔ بناک دور میں بھی اچھی حمد یہ شاعری کم آتی ہے۔ .ت یہ ہے کہ ان دیکھے ٠ا کو اپنی شہ رگ سے بھی قری. محسوس کرنے، اسے ہر رۂ کائنات میں دیکھنے اور قرآن حکیم کی آیت میں اس کی آواز کو ٠٠ کے لئے ایماں، احساس اور ادراکیت کی جو سطح درکار ہے وہ بغیر اس کی توفیق کے ا ن کے بس کی .ت نہیں۔ اس رب ذوالجلال کا فیضان تو عام ہے۔ لیکن اس کا عرفان عام نہیں۔ الحمداللہ! اخگر صا . کو یہ دو ۔ کم یب بلکہ ٠یب حاصل ہے۔ خالق کائنات نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی ہے:

تو مجھے اپنی تمنا کی کر توفیق
اور مری عرض تمنا کو پذیرائی دے

ان کے نعتیہ کلام میں اپنے رسول ﷺ کے لئے ان کے ایک امتی کی بے پایاں محبت کے ساتھ شعری محاسن بھی ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ بعض نئی تراکیب ایسی خوبصورتی اور بے ساختگی کے ساتھ ان کی نعتوں میں آگئی ہیں کہ تحسین کے ساتھ حیرت بھی ہوتی ہے:

اے چراغ عزم طیبہ مرحبا
راستے روشن آئے بہت

ایسی نئی تراکیب نئے انداز اورطرزِ فکر کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔

ان کی گوئی عقیدت کی ایک وسیع د ہے جس میں ان کے ش و روز حضرت رسالت مآب ﷺ کے دوسرے مغنیوں کے ساتھ ر رہے ہیں:

رقصاں تھے سبھی رند وہ حافظ ہوں کہ سعدی
دور مئے عرفاں تھا جہاں، میں بھی وہیں تھا

اب و سلام ہی اخگر صاحب کی د ہے۔ میں بھی ان کی اس دعا پر آمین کہتا ہوں:

تمام عمر میں و سلام لکھتا رہوں
تمام عمر اسی میں تمام ہوجائے

(خلق مجسم/سید محمد حنیف اخگر، ۲۰۰۳ء، د. ن وارثیہ، کراچی)

مقبول نقش کا نقشِ عقیدت

جناب مقبول نقش ہمارے ای   پختہ عمر، پختہ شعور اور پختہ فکر ادی . وشاعر ہیں۔ ان کی شعوری عمر کم وبیش ۶۲ سال ہے۔ انہوں نے ز گی کا حق ادا کیا ہے۔ ان کی ز گی کے دامن میں متنوع اور گو گوں تجربے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ تعاون اور تعامل کا فریضہ ا   م دی ہے، وہ ای   ایسے دور کے فن کار ہیں جس کے رے میں بجا طور پ کہا ی ہے:

ہیں موڑ پہ صدیوں کے دن ای   مہینے کے

انہوں نے دوسری عالمی   دیکھی ہے . . ہر چوبیس گھنٹے میں یورپ کا جغرافیہ . ل جات تھا۔ انہوں نے افریقا اور ایشیا کے بیشتر مما لک میں   ع آزادی کا   رہ کیا۔ انہوں نے د   کے   .   سے .ڑے مسلمان ملک کو د   کے نقشے پ ابھرتے اور اسے دولخت ہوتے دیکھا ہے۔

 شتہ چونتیس .سوں میں مقبول نقش صا . کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ کئی اصناف سخن میں انہوں نے اظہار خیال کی نئی گنجائشیں اور امکا ت تلاش کئے ہیں۔   کے مختلف پیکر، غزل، ر عی، قطعہ، ثلاثی، ہائیکو اور ماہیا......ثلاثی، ہائیکو اور ماہیا گوی مقبول نقش صا . کے ذہن میں ثلاثی، ہائیکو اور ماہیا الگ الگ اور مستقل اصنافِ سخن کا درجہ ر   ہیں اور وہ ان کے درمیان بجا طور پ فرق کرتے ہیں اور اس فرق کو عملی طور پ . تتے ہیں۔

مقبول نقش صا ۔ کے مختلف شعری مجموعوں میں ان کی زندگی کے گزرے ہوئے ماہ وسال، ہماری گزشتہ صدی کے ش، ثات اور زندگی وکائنات کی جاوداں اور لافانی موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کے مناظر، شعر کے پیکر میں ڈھل کر ا ا نی تجربے کے طور پ محفوظ ہوگئے ہیں اور ان کی غزلوں میں آفاقی موضوعات کی نمود ہے اور حدیثِ دل ود سنائی دیتی ہے۔

غنچہ سر شاخ کھل رہا ہے
خوشبو کو وجود مل رہا ہے

خواب بھی چھین لئے جا تو پھر کیا رہ جائے
آدمی اپنے خیالوں میں بھی تنہا رہ جائے

زندگی میں ایسے بھی حادثے گزرتے ہیں
روشنی کے دیوانے روشنی سے ڈرتے ہیں

یہ اشعار ۔ یہ غزل کے مزاج اور آہنگ کی ئندہ مثالوں کے طور پ پیش کئے جا تے ہیں۔ ۔ یہ غزل جو نئے ا ن کی تنہائی، نئے انکشافات، نئی آگہی، ۔ لتے ہوئے سماجی حالات اور حالات کی کہر میں ڈوبے ہوئے اور کھوئے ہوئے ان خیالات، محسوسات اور کیفیات کی عکاس ہے، جو شاعر پ بھی پوری طرح واضح نہیں ہیں اور آج کی غزل میں پچھلے ساٹھ سال کے وہ واقعات پس منظر کی حیثیت ر تے ہیں، جن سے ہماری دوچار ہوئی اور مقبول نقش صا ۔ اسی کے ۔ قیات الصالحات میں سے ہیں۔ آزادی کے حصول کے وقت پ اغاں ہوااور یوں کہ جلتے ہوئے مکانات اور بستیوں کے شعلے آزادی کا پ اغاں بن گئے:

زندگی میں ایسے بھی حادثے گزرتے ہیں
روشنی کے دیوانے روشنی سے ڈرتے ہیں

اور ایسے حادثوں کے بعد حساس لوگ اپنے خوابوں کی د میں پناہ ی ت ہیں، لیکن ان خوابوں کا رشتہ حقیقتوں سے ہوت ہے۔ زن گی کو سجانے کے خواب، تعمیر آشیاں کے خواب، زیتون کی ٹہنی اور امن کی فاختہ کے خواب ......اوراس کے ساتھ حسن سے وابستگی......خوشبو کی تجسیم کے لمحوں کو دیکھنے کا منظر۔

ان . . توں کے ساتھ ساتھ شاعر اور تخلیقی فن کار کا رشتہ ا. ی، کائناتی اور مابعدالطبیعیاتی حقیقتوں سے بھی ہوت ہے۔ یہ رشتہ زن گی کے سفر کے ساتھ ساتھ مضبوط ت ہوت جات ہے۔ یہ رشتہ ہماری زن گی کی بلندت سطح کا دوسرا ن م ہے اور ہر مذہب وملّت کے شاعر اورفن کار کے ہاں اس رشتے اور تجربے کی نمود ہوتی ہے۔ مسلمان فن کار کے ہاں یہ مابعدالطبیعیاتی تجربہ بھی ا نی اور عملی ہوت ہے اور یہ رحمتہ للعالمین ﷺ کا کرم ہے۔ اللہ کو ان کے ارشادات اور ان پ ن زل ہونے والی کتاب نے ہماری رگِ جاں سے قری . ت کردی۔

مقبول نقش صا . کے تمام شعری مجموعوں میں حقیقت کا یہ پہلوموجود ہے:

میں ن اب د ث ت طلب ت ا
تو میرے قری . رگِ گلو

(حمد: ''حرف مری کائنات'')

ہم کشتہ وہم وگماں
تو رہبر راہِ یقیں

(: ''حرف مری کائنات'')

دوام تجھ کو ہے لیکن ت ا سراغ ہوں میں
ہوا کے سامنے جلتا ہوا پ اغ ہوں میں

مری کو، مری فکر کی رسائی دے

کہ مجھ کو چہرہ آئندہ بھی دکھائی دے

پچاس، ساٹھ سال کی سخن آرائی کے بعد جناب نقش اپنا حمدیہ نعتیہ مجموعہ ''حرفِ ثبات'' پیش کررہے ہیں۔ یہ تعارفی تحر اس جگہ بھی ختم ہوسکتی ہے کہ میں نے ان کو حمدیہ نعتیہ شاعری کے پس منظر اور ان کے ا ازِفکر سے متعلق کچھ اشارے آپ کی مت میں پیش کردیے اور ان کی شاعری پ اختصار سے کچھ تیں عرض کردی ہیں لیکن جی چاہتا ہے کہ ان کی حقیقت شاعری کے رے میں کچھ عرض کیا جائے اور ذکرِ حبیب رب دوجہاں ﷺ کی سعادت حاصل کی جائے کہ روح کو منور اور معطر کرنے کی ا قوی، موثر اور یقینی صورت یہی ہے۔

اس ہرآن لتی ہوئی د میں صرف تغیر کو ثبات ہے اور اس میں ا حرفِ ثبات' کسی لفظ، کلمہ اور کلام کو کہا جاسکتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسولِ آ الزماں ﷺ کا ذکر ہے۔ ۔ ۔ ہر نقش مٹ جائے گا تو صرف اللہ کا وجود قی رہ جائے گا اور روزِ قیامت ذکرِ محمد عربی ﷺ لبوں پہ جاری رہے گا۔ اس مختصر سے مجموعے میں حرفِ ثبات کے ذریعے ا ن اور ا سکے کلام کو دوام کی ا صورت کی گئی ہے۔ مقبول نقش صا کے حمدیہ کلام میں اللہ صرف ''نقشِ خیالی'' نہیں بلکہ وہ روحِ حرف وکائنات کی طرح آ ہے۔ عہدِ حاضر میں نے بے حد قی کی ہے لیکن اعلیٰ درجے کی حمدیہ شاعری کم ہی آتی ہے۔ اس کے اسباب میں اک ۔ ۔ یہ ہے کہ اللہ کو ہم ا وجود کے طور پ محسوس نہیں کر پاتے اور اس کے کلام کے ذریعے اس رسائی کی کوشش نہیں کرتے اور اس کے رسولِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں اللہ کی حیات افروزی اور قدرت کاملہ کو نہیں دیکھ پاتے۔ مقبول نقش خوش بخت ہیں کہ احساسِ وجودِ الٰہی کی وہ نعمت انہیں حاصل ہوئی ہے جو ''دی'' کی سرحدوں کو چھولیتی ہے۔ وہ اپنے معبود سے سرگوشیاں کرتے

ہیں۔ ان کی دعاؤں میں اللہ سے ہم کلامی کی کیفیت ہے:

ترا ذکر اور تری گفتگو
مری کشت جاں کے لئے نمو
مری زندگی بھی تری طلب
مری موت بھی تری جستجو

ربِ ذوالجلال کو مقبول نقش نے اپنے شعور اور اپنے ایمان کی مدد سے اپنی زندگی کے ہر کا حاصل، اپنی ہر کی منزل بنالیاہے۔ وہ زندگی کی راہوں کا ایسا مسافر ہے جس کا زادِ راہ اس کا خالق ہے وہ ذاتِ باری کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اور اسی فکر مسلسل کے دریا میں کے ایسے موتی ہیں جن کی آب وتاب دیدنی ہے۔فکر کی گہرائی اور اسلوب کی ندرت وبہت اس شعر میں ملاحظہ فرمائیے:

فکر مری شکستہ پر، ذکر ترا کروں تو کیا
واقعہ بعد ازاں بھی تُو، قصہ پیش تر بھی تُو

مقبول نقش کی حمدیہ شاعری میں بیشتر مقامات ہمیں اللہ سے تخاطب کی صورت کا پیرایہ آتا ہے۔ ز کو اللہ کے ساتھ مومن کی سرگوشی قرار دیا گیا اور ز کا نتیجہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کے روز و شب اللہ سے مخاطبہ اور مصاحبہ بن جاتے ہیں۔ یہ قربت اور ادراک خالق، اس کے محبوب اور آخری نبی ﷺ سے محبت اور قرآنِ حکیم کے مطالعے سے پیدا ہوتا ہے۔ آج کا مسلمان دنیوی عیش و ت اور دولت کی فراوانی کے بھنور میں پھنس گیا ہے اور عہدِ مصطفوی سے ہر دن دور تر ہوتا جارہا ہے لیکن سرکار دوعالم ﷺ سے وابستگی اس کی شناخت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے آج محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے بعد کم وبیش ۱۴۷۶ھ سال گزر چکے ہیں۔ اس حساب کو پھیلایئے تو معلوم ہوگا کہ آج ہم عہدِ ختم الرسل سے سترہ ہزار سات سو بارہ مہینوں کی مسافت پر ہیں اور اس

عہد . . ۔ کے بعد پ نچ لاکھ اڑتیس ہزار، سات سو چالیس دن َ ٠ ر چکے ہیں اور ہر دن یہ اعداد وشمار . ل رہے ہیں لیکن ذکرِ خیر الا٠م ماہ وسال کی ان َ دشوں پ غا . ہے۔ د کے ہر گوشے، ہر خطے اور ہر ملک میں ان کے ذکرِ پ ک کا ۔ فع جاری ہے۔

اور جناب مقبول نقش کا یہ مجموعہ حمد و اسی بلندی ذکر واسم محمد کا ا ی حصہ ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ وہ بھی دوسرے اہلِ ایمان کے ساتھ اس رفعِ ذکر میں شامل ہیں:

. لائے ہر یقین و گماں، آپ کا خیال
وجہ نمود کون ومکاں، آپ کا خیال
کیا غم ا َ ہے تیز بہت ز٠ گی کی دھوپ
ہے سایہ ردائے اماں آپ کا خیال

حرفِ ثبات کا مطالعہ اس سایہ ردائے اماں میں قیام کی طرح ہے۔ میں بھی اپنے آپ کو اس منزل پ ان کے خیال میں گم کرت ہوں اور آپ بھی ان نعتوں کا مطالعہ کریں جو آپ کو د ی رِ محبت میں پہنچادیں گی۔ میرا یہی جملہ ان نعتوں پ میرا حرفِ ہے۔

(حرفِ ثبات/ مقبول نقش،۲۰۰۴ء، ہم سخن را زفورم، کراچی)

کشتیِ عشق کا ساحل، طیبہ

آج اسلام کو لوگ اپنی تنظیموں، اپنے رسالوں، اپنے ں میں مقیم بتاتے ہیں۔ کبھی اسلام دلوں میں مقیم تھا۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے ہمارے ہر محلے میں ایسے .زرگ آتے تھے کہ آ ان کے چہروں سے ہٹتی نہیں تھی۔ ہو ں کی مسکراہٹ میں ہر آدمی کے لئے خوش آمد ِ کی تحر ِ لکھی آتی، آنکھوں میں محبت کا دِ روشن آ ۔، لہجے کی ۰می جیسے ۰۰ والوں کے دلوں کے ہر زخم اور دکھ کا مداوا ہوتی۔ ان لوگوں کی دِ اس حدِ ثَ امی کے مفہوم کی تفسیر ہوتی کہ تم میں . سے اچھا وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ ِ د آجائے۔

ان دنوں ہوا میں کثافت نہیں تھی اور ایسا معلوم ہو۔ کہ فضاؤں میں روشنی، ہوا، پھولوں کی خوشبو او رآکسیجن کے علاوہ کوئی اور شے بھی شامل ہے جو تمام عناصر کی شیرازہ بندی کررہی ہے۔ ان دنوں اس چیز کا ۰م معلوم نہ تھااور اب اس کے ۰م کی خبر ہوئی ہے۔ یہ وہ روحا تھی جو اللہ تعالیٰ کی تحمید وتمجید اور ذکر سے، اورمحمدِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر اور درود سے پیدا ہوتی ہے۔ اب ز۰گی کے قرینے .ل گئے ہیں، مکے مدینے کے ذکر کی جگہ ''گھڑی پہ چوہا۰ چا'' نے لے لی ہے۔ ابھی سورج ع بھی نہیں ہو۔ کہ ہمارے بچے اپنے ہم وزن بستے اٹھائے ہوئے اسکول کی بس میں بیٹھ جاتے ہیں اورسوتے جاگتے اسکول پہنچ کر''معلومات'' کے حصول میں غرق ہوجاتے ہیں۔ اب بچوں کے ِس اتنا وقت نہیں کہ ''۔روں بھرے آسمان، رَ . نگے پھول، ان کی مہکار، ۔زگی،

لمس، شفق، شام، قوسِ قزح، بیر بہوٹیوں، تتلیوں، چھوٹے بڑے خوش رنگ پرندوں، پھولوں کی نازک پنکھڑیوں پر ٹھہری شبنم کی بوندوں" کو دیکھیں، دیکھتے رہیں اور پھر بغیر الفاظ کے "اللہ کی تعریف" کا پودا ان کے دلوں کی زمین میں جڑ پکڑ لے اور ان کے ساتھ بڑھتا جائے اور اس میں برگ و بار آئیں اور اس کے پھولوں کی خوشبو زندگی کی آخری سانس تک ان کے ساتھ رہے۔

واوین میں، میں نے جو لفظ پیش کئے ہیں وہ رشیدہ عیاں کے خوابوں کی تمہید سے لئے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ماہ وسال اسی کیفیت میں گزارے اور یہی تمنائیں، تمنا اور تقاضے ان کے خوابوں میں ڈھلتے رہے اور پھر انہیں ان خوابوں کی تعبیر بھی مل گئی۔ یہی خواب اب الفاظ میں جلوہ گر ہو کر ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔

بچپن میں اللہ جل جلالہ کی جو بے الفاظ حمد ان کی آنکھوں میں بستی تھی اور خوابوں میں جاگتی تھی۔ جب ان پر اپنی ذات منکشف ہوئی تو لفظوں میں آسودگی پا گئی اور نبی محترم و محتشم کے احسانات کے اطراف وجوانب ان کی ذات پر چھا گئے۔ ان دونوں (حمد و نعت) کے درمیان عجب رشتہ ہے۔ مسلمان، رسول ﷺ کے توسط ہی سے رب شناسی کے حقیقی معانی سے آشنا ہوتا ہے۔ یوں تو پوری کائنات ذاتِ باری تعالیٰ کا صحیفہ ہے لیکن اس کی ذات ومعانی کے بارے میں ہم وہی کچھ جانتے ہیں جو اس نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں بتایا ہے۔ سلام ودرود اس کی ذات پر، اس کی آل پر، اس کی ازواج پر، اس کے اصحاب پر اور قیامت تک اس کی امت پر، وہ جو ہمارے لئے کائنات وذات کشا ہے اور وہ جس کی ذات قبلہ نما ہے۔ وہ ذات جس کی معرفت ہمیں یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ہمارا رب ہم سے، ہماری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔

رشیدہ عیاں نے اپنی فکر کی حیرانی، اپنے سکوتِ لب اور اپنی محوِ جمال آنکھوں کے

ساتھ اپنے رب کی بارگاہ تک رسائی حاصل کی۔ اپنے معبود سے ان کا رشتہ اس شعر میں سمٹ آیا ہے:

فکر حیراں ہے، زباں گنگ، محو جمال
روز اول سے یونہی بیت رہے ہیں مہ وسال

ہر اچھے مسلمان کی طرح رشیدہ عیاں کی زندگی میں رسول ﷺ کی زندگی اور اسوۂ حسنہ کی چھاپ آتی ہے۔ کہیں گہری، کہیں مدھم اور انحراف کی صورت میں بھی سوئے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مراجعت کی تمنا اور کوشش۔

رشیدہ عیاں کے خوابوں سے اپنے رسول ﷺ سے ان کی نسبت کی کہانی کے کچھ پہلو آپ کے سامنے آ گے اور باقی پہلو ان کی نعتوں میں ہیں۔ ان پہلوؤں میں گنبدِ خضریٰ کا سبز اور زندگی بخش وحیات افروز رنگ بھی ہے، روضۂ پاک کی جالیوں کا عکس بھی ہے اپنے وجود کی سلامی کا ذکر بھی ہے اور اس حیرت کا اظہار بھی کہ میں کن اور کیسے مقامات سے گزر آئی ہوں۔ مسجد نبوی اور روضۂ رسول اکرم ﷺ کی زیارت تاریخ کو ہمارا تجربہ اور احوال بنا دیتی ہے اور ہم اپنے وجود کو کائنات پر پھیلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول ﷺ اور مختلف ستون کیا کچھ یاد دلاتے ہیں۔ ۔ ۔ میں ایک نوع کی گستاخی بھی ہے کہ گو شاعر اپنے آپ کو حضرت حسانؓ کا ہم زبان بلکہ ہم نوا اور ہم رتبہ قرار دیتے ہیں اور ایسے جذبات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر ہم عہدِ حضرت رسالت مآب ﷺ میں ہوتے تو کیا کچھ نہ کرتے۔ ''ایک زمانہ'' مجھ پر ایسا بھی گزرا ہے کہ ایسی نعتیں بہت پسند آتی تھیں مسلسل تامل اور فکر سے مجھ پر یہ عقدہ کھلا کہ ایسے گوتو آج بھی اپنی زندگی پر نہیں ڈالتے۔ شریعت وراہ مصطفوی سے انہیں عملاً کوئی علاقہ نہیں اور دعوے ''عشق رسول'' کے۔ حبِ رسول کا بہترین اور واحد ثبوت اتباع رسول ﷺ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صف میں شامل ہونے کی تمنا کا اظہار

کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ ا نیئے م علیہم السلام کے علاوہ سورج اصحاب محمد ﷺ سے بہتر کسی جما ت پ ع نہیں ہوا۔ لیکن اس عہد میں ہونے کی تمنا بھی کبھی کبھی ہماری روح کا تقاضا بن جاتی ہے۔ رشیدہ عیاں بھی تمنا کے اس عظیم تجربے سے ری ہیں کس طرح:

کو کے سرورؐ جس پہ کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے
نعلین کا جس کو لمس ہے کاش وہ پتھر میں ہوتی
وہ کتنا افضل و اعلیٰ تھا، وہ کتنا قسمت والا تھا
جو پیٹ پہ حضرتؐ نے ھا، اے کاش وہ پتھر میں ہوتی

یہ ہے سچی تمنا اور یہ ہے محبت کی وسعتوں کا ای رخ۔ آج بھی چودہ پندرہ صدیوں کی مسافت پ مدینے کے مسافروں کو مدینہ منورہ کے ذروں میں سورج چمکتے آتے ہیں۔ مرغ و ماہی کھاتے ہوئے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، ہاتھ رک جاتے ہیں اور نوالہ منہ ت کا سفر طے نہیں کر پ ت۔ یہیں وہ شہنشاہ اعظم ﷺ آسودہ خاک ہے اور ہمارے اعمال کا نگراں ہے جس کے گھر میں مسلسل دو تین دن کھا نہیں پکا۔ جس کا ارشاد تھا، میں چاہتا ہوں ای دن کھا کھاؤں اور ای دن فاقہ کروں ت کہ بندہ شاکر ہونے کے ساتھ ساتھ عبدِ صا بھی بنوں۔ رشیدہ عیاں کو جو ر ر امت کے رسول اور دلبر ﷺ کے شہرِ خنک میں جانے کی سعادت ملی اور مدینے کے جو جلوے آنکھوں نے دیکھے اور وہ بہ بن کر دل میں ٹھہرے، پھر عیاں نے ان کو شعر کا قا کر دی۔

رشیدہ عیاں کی بیشتر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ اس کا فائ ہ یہ ہوا کہ ہر تجربہ ای شعر بن ی اور اس طرح غزل کے پیکر میں لکھے جانے والے اشعار ہماری گفتگو کا حصہ بن جاتے ہیں اور موقع پ تے ہی ذہن سے ابھر کر گفتگو کی سطح پ آ جاتے ہیں۔ ہمارے ای رگ اور معتبر د نے میں ہیئت اور تجربوں کی ضرورت پ زور دی

تھا۔ شاعروں اورفن کاروں سے ایسے مطالبات کوئی جواز نہیں ر ت ۔ کی مختلف ہیئتوں سے جن شعراء کو دلچسپی ہے انہوں نے ان ہیئتوں اور اصناف میں نعتیں لکھی ہیں۔ عبدالعز ی خالد، عمیق حنفی، حفیظ ت ٗ . ، مظفر وارثی، چودھری ر ی ض حسین...... یہ چند ۰ م لکھتے لکھتے ی د آ گئے۔ ان دنوں نعتیہ ہائیکو کی بہار آئی ہوئی ہے اور حفیظ ت ٗ . صا . نے نعتیہ ہائیکو کو ''کو ث یہ'' کا ۰ م د ی ہے۔

یہ جملہ معترضہ شا ی ضروری تھا۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ رشیدہ عیاں کی نعتیں شہر تمنا کے جلووں سے جگمگا رہی ہیں:

نبی کے روضے پہ جاکے اپنی نگاہ پ مجھ کو پیار آ ی

کہ سبز گنبد پہ اک سے میں سوا فلاک د ت ہوں

میں جا ہوں کہ ''اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھے تھے ہم'' رشیدہ عیاں نے یہ راز عیاں ت کر د ی کہ فلک تو بلندی پ قائم حصار اور دا ٗ ے کا ۰ م ہے۔ سات پ رفعت دا ٗ ے ''ہفت آسمان'' ہیں اور بنائے سماوات پ ہمارا ایمان ہے لیکن دیکھئے کہ محبت کے دا ٗ ے اور افلاک . اگانہ ت ت ت ہیں۔

(فانوسِ ہفت ر ٗ / رشیدہ عیاں، ۲۰۰۴ء، زین ، کراچی)

عقیدت کا سفر

جناب افتخار اجمل شاہین اس مختصر اور . َ ٰ ی ہ َ وہ کے ای فرد ہیں جو ادب کی خاطر تخلیق کیا َ ی ہے اوراس .ت پ انہیں اپنے خالق کا احسان مند ہو ٰ چاہیئے۔

شاہین خود شناس وخودنگر آدمی ہیں اور ان کے ٰ بہ احسان مندی کا ثبوت ان کا ز ی مجموعہ ''عقیدت کا سفر'' ہے۔

میں عرصے سے شاہین صا . کو جا ہوں،ہجرتوں کے سلسلے مشرقی پ کستان سے مغربی پ کستان (آج کا پ کستان) مکانی ای .ڑے شہر کے مسائل بے روزگاری اور نوکری کی الجھنیں۔کوئی .ت بھی ان پ غا . نہ آسکی۔ معاشی جبر نے بھی انہیں کسی مرحلے پ خیراور ا کی قدروں اور ادب سے دور نہیں کیا۔ ان کی ذات کی توا ٰ ئی کا ٰ ی دی . . دین سے ان کی ذہنی اور عملی وابستگی ہے۔

دین کا حقیقی مفہوم آشنا ا ٰ ھیروں میں بھی امید اور یقین کی شمعوں کو روشن ر ت ہے۔ا نی قدروں پ اس کا یقین پختہ ت ہوجا ت ہے۔ ہمارے شعر وادب کی بیشتر اقدار اخوت، مساوات، آزادی، ٰ مت خلق، محبت، ہمارے دین کا عطیہ ہیں اور ان اقدار کا سرچشمہ کتاب اللہ اور عملی نمونہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات َ امی ہے۔ افتخار شاہین انہیں اقدار سے وابستہ ہیں انہوں نے ای استاد کی حیثیت سے علم کی روشنی کو آنے والی نسلوں ت منتقل کیا اور اس پیشے کو میراث ی سمجھ کر اس کے حق کو ادا کیا۔افتخار شاہین کے لہجے میں متا ٰ ت، آہستگی اور انکسار ہے۔ .ٰ رگوں اور دوستوں کا احترام تو بہت

سے لوگ کرتے ہیں وہ ہرا ن کی عزت کرتے ہیں اور اس حقیقت سے ۔ خبر ہیں :

اصل مذہب احترام آدمیت

ایسے آدمی کی میں محض رسمی عقیدت ہی نہ ہوگی بلکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حمیدہ اور اسوۂ حسنہ کی حیات بخش اور نور افزا جھلک بھی ہوگی۔

''عقیدت کا سفر'' میں حمدٗ اور منقبت ۔ ہی موجود ہیں اور یہ ای ہی سلسلے کے دا ے ہیں۔ رب العزت جو ا جہانوں اور حدوشمار کے حصار میں نہ آ والی بے شمار مخلوقات کا خالق ہے۔ اس کی مخلوقات میں روشن ین اور افضل ین اس کے رسل وان ء ہیں۔ علیہ اسلامؑ ان کے سرخیل وسردار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا شاہکار ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ۔لخصوص خلفائے راشدین شاہکار رسا ہیں۔ ان سے بہتر ا نوں پ نہ سورج چمکا ہے اور نہ چمکے گا۔ ہدای کے ستارے ہمیشہ ا اور ا نوں کے راستوں کو منور کرتے رہیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسا ت میں پہلا احسان یہی ہے کہ انہوں نے معبود وعبدکوہم رشتہ کردی ' ورنہ ان دیکھے ا کو جاننے اور سمجھنے اور اس کو اپنی شہ رگ سے زیدہ د محسوس کرنے کے مرحلوں سے ا ن کیسے رسکتا تھا۔ تصور الٰہ میں ا ن کیسی گمراہیوں میں مبتلا ہوا ہے ریخ مذاہب اس پ شاہد ہے۔ افتخار اجمل شاہین کی حمد ومناجات سے ا ازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے رب کو اپنی ذات سے کس درجہ قری محسوس کرتے ہیں۔ یہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ تنہائی کا لمحہ اور عذاب مسلمان کی ز گی میں نہیں آ ۔ اللہ کی معیت کا احساس ہماری سے ۔ڑی قوت ہے' وہ ہماری کی تپش ہے' سا ں کا آہنگ' قلب کی دھڑکن ہے۔ وہ ہمارے جیون کی کا ن ہار ہے۔ وہ ہمارے خلوت کدہ دل کی آ دی ہے۔ اور ہمیں ہر ائی سے اس کا دھیان اور تعلق ۔ ز ر ہے۔ یہی رب افتخار شاہین کو ہر منظر کائنات میں آ ہے اور

ان ہزاروں آئینوں میں . سے معتبر ان کے دل کا آئینہ ہے ان کی عبدیـ ت اور بندگی میں کس درجہ یقین ہے:

آئینہ در آئینہ ہے جلوہ آرائی ت ی
اپنے دل میں دیکھتا ہوں شانِ یکتائی ت ی
میں جہاں بھی ہوں ، ای د تیری ساتھ ہے
میری محفل بھی ہے تیری میری تنہائی ت ی

اور اس ربِ عظیم کی آواز شاہین نے ای اچھے مسلمان کی طرح اس کی کتاب مقدس کے الفاظ میں سنی ہے۔ اسی آواز نے انہیں اخلاقی عیوب سے بچنے کی قدرت دی ہے اور یہ تمنا پیدا کی ہے کہ اپنے دل کی وسعتوں میں اپنے مالک کو آ. د کرنے کی کوشش کریں:

مجھے بخش دے وہ سما ت ، ا
کہ غیبت کسی کی سنائی نہ دے
بسالوں میں دل میں تجھے اس طرح
کہ اس میں کوئی پھر سمائی نہ دے

اپنے رب اور ان کائناتوں اور ان حقیقتوں کا علم ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے وسیلے سے ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمای کہ قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے اور ہم ایمان لے آئے۔ ہمارے رب کی ذات وصفات ہمیں آپ کے ذریعے معلوم ہو ۔

اس سے .ڑھ کر کوئی شہادت اور شاہد کوئی نہیں۔ ان سارے حقائق کو افتخار اجمل شاہین نے کس طرح ای شعر میں سمیٹ لیا ہے:

ملی آگہی کی بصیرت انہیں سے

خبر بن کے آئے بن کے آئے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کائنات میں تشریف آوری (ولادت ِ سعادت) کا مضمون شاہین کو بہت عزیز ہے۔ ان کی نعتوں میں میلادی اشعار جابجا ملتے ہیں۔ شاہین اس حقیقت سے ِ خبر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ا نی - ریخ کے ای نئے عہد کا نقطہ آغاز ہے۔ ای ایسا عہد جو قیام قیامت - قائم اور ِ قی رہے گا۔ ای شعر حظہ ہو:

رسا - کا مہ کامل وہ خورشید زمن آ ی

یہ د سج گئی کیسی، جو جانِ انجمن آ ی

آج د میں جہاں صالح تمدن کے آ ۔ ر ہیں جہاں کہیں ا نی اقدار کو فروغ حاصل ہے۔ جہاں کہیں ا کی شمع روشن ہے وہ ِ کچھ وہ ِ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ خواہ ایسے راستے پ چلنے والوں کو اس کا ادراک بھی نہ ہو۔ بقول اقبال جہاں کہیں تم کو جہانِ ر َ وبو آئے اور جہاں کہیں آرزو کے غنچے کھل رہے ہوں۔ یہ سارا منظر نور مصطفیٰ کا عطیہ ہے، کیو کائنات آج بھی شعوری ی غیر شعوری طور پ تلاش مصطفیٰ میں مصروف ہے:

رونقِ محفل انہیں کی ذات ہے

ہیں محمدؐ شمع ِ م کائنات

افتخار اجمل شاہین کی نعتیہ شاعری میں ان کا ذہن بھی شری وشامل ہے۔ اور ان کا دل بھی۔ یہ پورے وجود کی شاعری ہے طیبہ ان کا خواب ہے اور ان کی نعتیہ شاعری طیبہ کے بلاوے کی طرح اس خواب کی تعبیر ہے۔

طیبہ سے آ َی ہے بلاوا زہے نصیب
تعبیر مل گئی ہے مجھے اپنے خواب کی

(عقیدت کا سفر/ افتخار اجمل شاہین، ۲۰۰۴، بزمِ شادانی، کراچی)

ثنائے خواجہ اور اقبال عظیم

پ وفیسر سید وقار عظیم کا سال پیدائش غالبًا ۱۹۱۰ء ی ۱۹۱۱ء ہے اور ان کے چھوٹے بھائی سید اقبال عظیم ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد سید مقبول عظیم پولیس میں زم تھے لیکن سرکار دو عالم ﷺ سے نسبی نسبت نے انہیں ان آلائشوں سے بچائے رکھا جنہیں پولیس کی زمت کا حصہ سمجھا جا ہے۔ میں نے انہیں تو نہیں دیکھا وقار بھائی میری طا علمی کے دور ہی میں ز گی کا حصہ بن گئے اور سید اقبال عظیم کو میں نے ۱۹۴۲ء میں پہلی ر سنا۔ وہ حلیم مسلم ہائی اسکول کا ر میں اپنا کلام سنانے پ نسپل عبدالشکور مرحوم کی دعوت پ آئے اور میں اس وقت آٹھویں جما کا طا علم تھا۔ پھر وہ مشرقی پ کستان سے ہجرت کر کے کراچی آگئے تو ان سے اکثر قاتیں ہونے لگیں۔ ان دونوں بھائیوں کا کردار، لہجہ، ا از ز گی اس ت کی پختہ شہادتیں تھیں کہ صرف لقمۂ حلال میں ان کی پ ورش ہوئی۔ یہ لقمۂ حلال بھی عجب چیز ہے کہ آدمی کو ہر دو جہاں سے غنی بنا کر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔

وقار بھائی اور اقبال عظیم مرحوم نے بھی ز گی اپنے بچوں کے لیے لقمۂ حلال حاصل کرنے کی وجہد میں ار دی۔ وقار بھائی دمے کے شدی حملوں میں بھی سرد راتوں کو درسی کتب مرت کرنے، رڈیو کے لئے تقری لکھنے میں ار دیتے کہ بچوں کی ز گی آسانی سے ر سکے۔ اقبال راتوں کو صبح میں لتے دیکھتے تھے اور ان کی کاوشوں کا نتیجہ اطہر وقار عظیم، اختر وقار عظیم، سلمہا، شاہین اقبال، تسکین اقبال اور فردوس عظیم کے کردار اور ز گیوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اقبال عظیم صا ۔ نے اسکول کے زمانے میں ہی شاعری شروع کر دی تھی۔ ان کے کلام میں جیسے جیسے پختگی آتی گئی اسی قدر ان کی شاعری ان کی ز ٘ گی، ان کے افکار اور ان کے م شعور و فکر کی آئینہ دار ٘ گئی۔ ان کی غزل روایتی غزل ہر َ ٘ نہیں تھی انہوں نے غزل کے اسلوب اور اشاروں میں اپنے دور اور اپنی ذات دونوں کا حق ادا کیا۔ ان کی غزل میں دردِ ہجرت، خودداری کے ساتھ مل کر ۔ یہ غزل کا ا لہجہ بن َ یہ۔ ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ "مضراب" کے ٘ م سے شائع ہوا اور اس کے دو سال کے بعد ہی ان کا نعتیہ مجموعہ اہل ذوق کے ہاتھوں میں تھا۔ "مضراب" اور "قاب قوسین" کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اپنی غزل میں سید اقبال عظیم جن روایتوں، جن اقدار اور جن احساسات کو پیش کر رہے تھے اس کا سرچشمہ بھی نبی م ﷺ کی ذات عالیہ سے ان کی قر ۔ تھی۔ غر کو احترام اور اعتماد کر ٘ ، اپنے سر کو مصا ۔ میں بھی جھکنے نہ دینا، ز ٘ گی کے ہر لمحے کو اللہ تعالیٰ کی ی د اور محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت سے آ ۔ د رکھنا سید اقبال عظیم کی ز ٘ گی کا خاصہ ہے۔

سید اقبال عظیم کی غزلیہ شاعری میں بھی ایسے شعر موجود ہیں جن کو نعتیہ اشعار کہا جاسکتا ہے لیکن مشرقی پ کستان سے ہجرت کرنے کے بعد ان کی ذات اور شاعری کا مر ٘ ی نقطہ بن گئی۔ اس امت کو اور اس کے افراد کو کسی افتاد اور بے کسی و بے بسی کے کسی دور میں دامن مصطفیٰ میں پناہ ملتی ہے۔

اقبال عظیم گوئی، کے اطراف اور اس کے معنوی و فنی پہلوؤں سے خوب واقف تھے۔ کے سوتے مومن کے قلب اور ذہن میں پھوٹتے ہیں۔ دوسرے اصناف سخن کی طرح محاسن سخن کی ئش، الفاظ کی آرائش، حسنِ بیان اور تخیل آفرینی سے علاقہ اور رشتہ نہیں ر ۔ عشق رسول ﷺ بلکہ اس کے تقدس سے وجود میں آتی ہے جو خود بخود حسن بیان میں ڈھل جا ہے:

عشقِ آقاؐ کا تقدس دل میں جو محفوظ ہے
میں ڈھل کر مرے حسنِ بیاں ت آ َ ی

صنفِ سخن تو ہے ہی اس کے ماسوا اور اس کے مادر ابھی ای چیز ہے۔ یہ درِ مصطفیٰ ﷺ کے گداؤں کا ا ٰ از ز ہے جن کی گدائی سے اہل زر کے سر جھک جاتے ہیں:

ہم ماتھے پہ بل ڈال کے ۔زار سے َ ٔرے
ہم جیسے فقیروں کو کوئی دے بھی تو کیا دے

اور کردار کو یہ رفعتِ تعلیم، اسوۂ حسنہ نبی ﷺ کو معیار بنا کر حاصل ہوتی ہے:

۔ سر ِ ج رسل دل میں بسا کر دیکھو
اُن کی تعلیم کو معیار بنا کر دیکھو

گلدستہ لفظوں کے پھول جمع کرنے سے نہیں ب ت بلکہ یہ ۔غ حرم کے پھولوں سے وجود میں آ ت ہے۔ ۔غ حرم کے یہ پھول حیات و اسوۂ رسا ت مآب ﷺ میں روشن اور معطر ہیں:

گلدستہ اک سجا ہے نعتِ رسولؐ کا
کچھ پھول چُن کے لائے ہیں ۔غ حرم سے ہم

حقیقی گو شاعر اسوۂ حسنہ یؐ پ ر ت ہے اور یہی اس کا حقیقی موضوعِ سخن ہے اس اسوۂ حسنہ کی تقلید میں رسول کریم ﷺ کے ۔ َ ٔ ی ہ امتی جس طرح ز کرتے ہیں اس کی ای بہت خوبصورت جھلک جناب اقبال عظیم کی ای کے ان اشعار میں یوں آتی ہے کہ ہم جیسے امتیوں کا قد بھی بلند ہوجا ت ہے:

نبیؐ کے چاہنے والے غمِ د نہیں کرتے
کوئی دکھ ہو، کوئی مشکل ہو، وہ پ وا نہیں کرتے

کرتے ہے صبر و شکر کی نعمت ا اُن کو
پریشانی کے عالم میں بھی وہ شکوہ نہیں کرتے
بسر اوقات ہوجاتی ہے ان کی فقر و فاقہ میں
وہ اپنی غیرت کا کبھی سودا نہیں کرتے

نبی م ﷺ کے اسوۂ حسنہ ہی سے ہم پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ د دھوکے کی ٹٹی ہے اور ہر دکھ ہر مشکل کا علاج اللہ کا ذکر ہے۔ مسلمان کی دو ہی شا ہیں۔ وہ کبھی شکر میں زندگی کے لئے لمحے گزار تے ہے اور کبھی صبر میں غم حیات کو سہل بنا تے ہے۔

بنی اکرم ﷺ اور ان کے امتیوں کا باہمی رشتہ ایک مسلسل اور مستقل موضوع کی طرح اقبال عظیم کی سے ابھرتے ہے۔ حضور ﷺ کا اسم گرامی ہماری پہچان اور شناخت ہے۔ اقبال کے الفاظ میں:

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

مغرب والے اس رشتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بار بار توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی نفسیات اس رشتے کو اور اس کی گہرائیوں کو سمجھ ہی نہیں سکتی کہ آج پندرہ سو سال کی مسافت پر مسلمان کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز حیات کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اٹھنے، بیٹھنے میں جاگنے میں، سونے میں، انداز گفتگو میں اور اپنی صورت شکل کو اسی سانچے میں ڈھالنے میں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ جہالت اور کم علمی سے ہم میں سے کچھ لوگ اسلام کو اپنی خواہشات کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ سچ ہے کہ اسلام اور جہل ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آج مسلمانوں کے بیشتر مسائل کا سبب اپنے ہادی و رہنما ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور طرز حیات سے دوری ہے۔ اس پر اضافہ کیجئے مسلمانوں کے ساتھ اسلام دشمنوں کے طرز عمل کا لیکن پھر بھی مسلمان حضور ﷺ کے

اتباع کے ذریعہ اپنی . ز آفرینی اور اپنے آپ کو پ ۔ ی کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اقبال عظیم نے اس صورت حال کو ای بہت خوبصورت شعر میں ای پ قوت استعارے کے ذریعے پیش کیا ہے:

زخم خوردہ اک پ ہ پنجۂ صیاد کا
توڑ کر ز ان کو اپنے آشیاں ت آ ی

آج مسلمان فقرِ ی کی تلاش میں آپ کے اسوۂ حسنہ سے استفادہ کر رہا ہے اور فقرِ نبیؐ کے آستاں ت پہنچنے کی کوشش کے سوا کچھ اور نہیں ہے:

شو ت شاہانِ عالم اُس فقیری پ ر
جس فقیری کو نبیؐ کا آستاں بخشتا ی

چند شعر نبیؐ کریم اور ان کے امتیوں کے . ہمی رشتے کے . رے میں پیش کئے جاتے ہیں اس رشتے کی . ز ی فت روشن مستقبل کی طرف مسلمان کے سفر کا نقطۂ آغاز بنے گی۔ اس رشتے میں ۰ موس رسا ت کی حفاظت اساس کا درجہ ر ت ہے:

ورثہ میں ہے ہمیں پندارِ شجا ت
۰ موس پہ مرمٹتے ہیں جو لوگ وہ ہم ہیں
وہ جا ہے کہ تقلیدِ مصطفیٰؐ کیا ہے
جو دوستوں کی طرح اجنبی سے ملتا ہے
اُن کو کیوں رحمتِ کو کہا جا ت ہے
طائف و مکہ کی ت ریخ اٹھا کر دیکھو
سیرتِ پ ک نبیؐ کیا ہے نبیؐ خود کیا ہیں
پوچھتے کس سے ہو قرآن اٹھا کر دیکھو

اپنے عہد گوئی میں اقبال عظیم صا . اپنی بصارت سے محروم ہو چکے تھے

لیکن ۔ بیؐ نے انہیں وہ بصیرت کی جو دونوں جہانوں کا سرمایہ ہے۔ یہ آنکھیں جو نور کھوچکی تھیں ان سے قطرہ قطرہ ٹپ والے آ ای ا ازِ گفتگو بن گئے تھے وہ ا از گفتگو جس میں شاعر نے اپنی اور امت مسلمہ کی روداد بیؐ کے حضور پیش کردی:

یہ صرف آ نہیں ہیں میرے جو قطرہ قطرہ چھلک رہے ہیں
یہ ای ا از گفتگو ہے، کلام کرتی ہیں میری آنکھیں

اقبال عظیم صا ۔ کے ایسے اشعار پڑھ کر مجھے ای ۔رگ یاد آتے ہیں جنہیں میں نے ۱۹۶۸ء میں مسجد یؐ کے صحن میں بیٹھے دیکھا تھا۔ عصر کی ز ہوچکی تھی اور وہ ۔رگ مسلسل گنبد خضریٰ کی طرف نگراں تھے۔ میں قری ۔ ی تو دیکھا کہ وہ بصارت سے محروم ہیں لیکن ان کی بصارت سے محروم آنکھیں گنبد حضریٰ سے کسب نور کر رہی تھیں جیسے گنبد خضریٰ ای استعارہ ہو اور کسب نور آقا ﷺ سے کیا جارہا ہو۔ اس روشنی کی حقیقت کو اقبال عظیم نے کس خوبصورتی سے پیش کیا ہے:

دیکھا ہے میں نے ان کو تصور میں ۔رہا
پہچا ہوں میں رخِ زیبا کی روشنی
روشن ہو جس سے قبر وہ تنوی چاہیے
میں کیا کروں گا لے کے یہ د کی روشنی

ا کرے ان کی یہ تمنا پوری ہوئی ہو اور جمال مصطفیٰ کی روشنی میں ان کی قبر میں ۔ کا در وا ہو ی ہو۔ یہ ہی مدحتِ مصطفےٰ ﷺ کا ا۔ ہوسکتا ہے۔

(سہ ماہی "روشنائی" کراچی، جولائی - ستمبر ۲۰۰۷ء نیز "زبورِ حرم"
(کلیات / اقبال عظیم کی اشا - دوم ۲۰۱۰ء میں بھی شامل ہے۔)

کرم و ت کا سلسلہ

(عزیز احسن کے شعرِ عقیدت پر ای)

اسلام کرم و ت کا ای مسلسل سلسلہ ہے، جو ہماری آ ت اور د دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام کی ای جامع تعریف یہ ہے کہ اپنے کو ان تمام باتوں پر راضی کریں جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے۔ اس میں ات بھی شامل ہیں، مسائل و معا ت بھی شامل ہیں۔ معاشرت بھی شامل ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ وہ روحانی و قلبی کیفیات بھی جو نبی اکرم ﷺ سے متعلق ہماری ذات میں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام محض عقائد کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ وہ ان ذہنی، نفسیاتی اور ہمہ گیر کیفیات کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیغام سے وابستگی ہمارے قلب و میں پیدا کرتی ہے۔ اس گہرے اندرونی ربط کے بغیر اسلام محض ای اوپری چیز بن کر رہ جائے گا۔ بقول اقبال، مصطفیٰ ﷺ ہمہ دین ہیں اور اگر آدمی ان کی ذات حالیہ تک نہ پہنچے تو پھر بولہبی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ان ارشادات سے کی اہمیت اور کی حدود کا اندازہ ہوسکتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ گو کے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی۔ ہمارے ہاں عام نعتیہ شاعری چند رسمی مضامین کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی لیکن حالات کے جبر نے ہمیں اسلام اور محمد ﷺ شناسی پر مجبور کردیا۔ اردو شاعری کے دامن میں حقیقی کے جوہر ریزے موجود تھے۔ محسن کاکوروی، مولانا احمد رضا خان، اقبال اور ظفر علی خان کے نام بہت یں ہیں۔ ان

کے اثرات نے حقیقی   گوئی کا شعور بعد کے شعرا میں پیدا کیا۔ ان شعرا کے ۰م میں مثالاً بھی پیش نہیں کروں گا کہ کہیں کسی اہم مداحِ مصطفیٰ ﷺ کا ۰م حافظے سے محونہ ہوجائے۔

پکستان کو ای   اسلامی مملکت بنانے کی تمنا نے ہمیں پھر سرورِ کائنات ﷺ کی رگاہ عالیہ میں پہنچا دی اور یوں کہ ہم اردو شاعری کے عصرِ رواں کو بجا طور پ   گوئی کا دور کہہ   ہیں اب   ادبی تنقید سے لا سمجھی جاتی تھی کہ حضور ﷺ کے کسی ثنا خواں کے فن پ تبصرہ اور خاص طور پ تنقید، بے ادبی سمجھی جاتی تھی، لیکن سرکارِ ختمی مرت ﷺ کے رتبۂ بلند کا تقاضا تھا کہ ان کی مدح کو محض " روای " اور سنی سنائی ت بنانے والوں کی   فت کی جائے۔ اردو   گوئی بعض کرے موجود تھے لیکن ان میں تنقید سرے سے غائ تھی۔ الحمد للہ   پ متوازن تنقید کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کی ابتدا ای مسلسل روای کے طور پ ہ "   "کراچی کے صفحات پ ہوئی اور جو   د سامنے آئے ان میں جناب عزی احسن کا ۰م بہت معتبر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ذات میں اسلام کی چنگاری موجود تھی جو نسبت مصطفیٰ ﷺ سے بلند اور روشن ہو کر شعلۂ بندہ بن گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ حقیقی تصوف نے انہیں سطح کے نیچے دیکھنے کی صلا ی کی۔ تصوف، احسان اور کیہ کے سوا کسی اور چیز کا ۰م نہیں۔ پھر عزی احسن کا   اور قدیم ادب کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ مشرقی اصول تنقید سے بھی خبر ہیں اور مغربی تنقید کے بھی رمز آشنا ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو کی عام شاعری لخصوص نعتیہ شاعری کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف رجحا ت اور دھاروں کو جا ہیں۔ ان کی علمی آگہی کی حقیقی ی د قرآن و حدی ث سے ان کی وابستگی ہے، کیوں کہ ان دونوں سرچشموں سے دور رہ کر آدمی روح اسلام سے آشنا نہیں ہوسکتا اور رسول اللہ ﷺ کے مقام کو نہیں جان سکتا۔

الحمد للہ اس علمی پس منظر کے ساتھ عزیز احسن صاحب ایک دل زندہ کے مالک بھی ہیں، اس دل زندہ کی دھڑکن اسم محمد ﷺ ہے اور یہی دھڑکن ان کی نعت گوئی بن گئی۔ اسلام کے حقیقی مفہوم سے شناسائی کی وجہ سے وہ نعت گوئی کو اسلام کے تمام پہلوؤں کی تبلیغ تی اور تخلیقی پیش کش کے مترادف سمجھتے ہیں۔ان کے شعر عقیدت کا مجموعہ "کرم و نجات کا سلسلہ" نعت گوئی اور شعر گوئی کا اچھا معیار پیش کرتا ہے۔

عجب بات ہے کہ نعت گوئی کے اس دور میں اچھی حمد یہ شاعری خال خال آتی ہے۔ الحمدللہ کہ بعض حمد یہ مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں۔ اس وقت مجھے اس سلسلے میں جمیل عظیم آبادی کے حمد یہ مجموعے کا خیال آرہا ہے۔نعتیہ شعری کی اس صورت حال کا سبب کیا ہے، اس پر میں نے اکثر غور کیا۔ وہ ذات جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس سے اتنی دوری کیوں؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم اپنے آپ سے دور ہیں۔ لیجیے میر صاحب یاد آگئے:

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں
کہ معلوم اب ہوا بہت میں بھی دور تھا

اللہ تعالیٰ ہمارے دل کی گہرائیوں میں اور کتاب کائنات کے ہر ورق پر موجود ہے۔ اس کا جلوہ کہاں کہاں نہیں۔عزیز احسن کے اس مجموعے میں کئی حمدیں موجود ہیں۔ کبھی تخاطب کے ساتھ، کبھی اپنی ذات کی گہرائیوں کی غوطہ زنی کی صورت میں اور کبھی مناجات کی شکل میں۔ مناجات، اس حرف بے اختیار کا نام ہے جو حالات کے جبر میں اکثر ان کے لبوں تک آجاتا ہے۔عزیز احسن صاحب کے چند حمدیہ شعر پیش کرتا ہوں جو آپ کو یہ احساس دلاسکیں گے کہ ہر مرحلہ حیات میں عزیز احسن کی چشم حقیقیت نگر نے اللہ کو دیکھا ہے اور اس کا پکارا ہے۔ وہ اللہ جس کی کوئی صورت نہیں، جو جسم کی حد بندیوں سے بالاتر ہے، جس کی تصویر کثرت جلوہ سے معدوم ہو کر دل وحدت آشنا کے آئینے میں

جلوہ َ ہوتی ہے:

دل پ مرے احساس نے جو حرف لکھا ہے
ہے تیرے سوا کون کہ جس نے وہ پ ڑھا ہے

تو نے ہی تو ہر مرحلۂ شوق پہ یرب!
اس چشم تماشا کو عزم د ی ہے

د ش ت تحیر آج بھی پھیلا ہوا ہے ہر طرف
اے مرے رب ت ی طرف ہو بھی تو کس طرح سفر؟

اللہ ہی ابتدا ہے، وہی انتہا ہے۔ " سرتوحید" کا آغاز ان مصرعوں سے ہو ت ہے:

میں وادئ کوہ میں کھڑا تھا
جہاں عروس سحر نے آ کر
ب رُخ سے اُ ٹ د ی تھا
وہ سرمدی راز کھولنے پ تلی ہوئی تھی!

اور پھر ساری کائنات نغمۂ توحید اور رۂ توحید میں . ل جاتی ہے، کیوں کہ ہر ذرۂ کائنات اس کی آ ی ت ہے۔ زمین کی وسعت اور آسمان کی بلندی میں اس کا چہرہ دمک رہا ہے اور پھر اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ا نوں کی بصیرت پ نئ آگہی کے دروازے کھول دیے۔ عزی ز احسن اس گم راہی میں مبتلا نہیں:

ہم ایسے اہل کو ثبوت حق کے لئے
اَ رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

اللہ ،عزیز احسن کے لئے زندہ وجود ہے۔ ایسا زندہ وجود جو حی قیوم ہے۔ زندگی کی ہرصورت جس سے عبارت ہے جہاں عزیز احسن جبر دیکھتے ہیں۔ظلم دیکھتے ہیں، اہل ایمان کی آزمائش دیکھتے ہیں تو اٹھتے ہیں:

ظلم کا راج ہوا تیری زمیں پہ یارب!
ساری د میں نہتے ہوئے بے گھر یارب!
اہل دل درد کی سوغات لیے پھرتے ہیں
دیکھتے رہتے ہیں خاموش یہ منظر یارب!
تیرے محبوب کی اُمت ہے بہت خوار وزبوں
دین اسلام کے معیار کو کھو کر یارب!
بخش دے اب تو گنہ گار مسلمانوں کو
تیری رحمت ے غصے سے ہے بڑھ کر یارب!

اس مجموعے کے حمدیہ حصے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مناجات پہ تضمین ای بہت خوب صورت شعری پیش کش ہے۔کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آواز سے اپنی آواز نے کی کوشش کرسکے۔ نعتیہ حصے میں بیشتر نعتیں غزل طور ہیں میں اس مسئلے پہ اپنے مضامین میں کافی لکھ چکا ہوں کہ غزل کا پیرایہ، اپنی ، ایمائیت، ہمہ گیری کی بنا پہ کے بہت منا ہے غزل کا لہجہ حدیث دل کا لہجہ ہے۔ اچھی میں فکر پہلو یقیناً ہوتا ہے اس کا شعر کے آہنگ میں ڈھل جان، شاعری کو آ. و کرتا ہے۔ اس مجموعے کا نام جس سے اخذ کیا گیا ہے اس کے دو شعر خطہ ہوں:

نہ تو لوح کا تھا گماں کوئی نہ قلم دوات کا سلسلہ
ـــ ی نور کا یہ طفیل ہے کہ حیات کا سلسلہ
میں عزیـ نبیؐ لکھوں تو امید ہے کہ پہنچ سکے
مری ذات ـــ بھی ۔ا کے دن کرم و ت کا سلسلہ!

اس مطلع میں عزیـ احسن نے اس کائنات کی زـ گی کو نور محمدی ﷺ کا عکس قرار دیـ۔ یہ خیال اوروں کے ہاں بھی ملتا ہے کیوں کہ یہ مضمون حدیـ ث سے اـ ہے، لیکن عزیـ احسن نے اس میں ا نی سطح پ زـ گی کے تسلسل کو نور محمدی ﷺ کی جلوہ ی سے تعبیر کیا ہے اور اُس ذات کے کرم و ت کا سلسلہ دامن قیات سے جڑا ہوا ہے۔ ان غزلیہ نعتوں میں اسلوب کی رنگارنگی ہے کہیں گو طول ردیفیں، کہیں "فعل مجہول" کو کرم ـ اوـ ی کا اشاریہ بناـ :

ہم کو دامن اُنؐ کو گنج شا ں بخشا یـ
یوں فقیروں کو وہ د ـــ مہر.ں بخشا یـ

اور کہیں غیر مردف نعتوں میں صوت ومعنی کی ہم آہنگی کی د تعمیر کرـ :

جن کے اوصاف حمیدہ کا ـ انہ ہے قیاس
اُنؐ کی ـ مت میں کروں کیا پیش میں حرف سپاس؟

علم، شعور، آگہی، تفہیم کائنات، رـ ، خوش بو، منزل یہ ۔ ذات رسول ﷺ کے استعارے ہیں۔ ان استعاروں میں عزیـ احسن کو سرکار ﷺ کی نسبت سے روشنی کا استعارہ بے حد پسند ہے۔ روشنی، علم بھی ہے، عرفان بھی اور آگہی بھی۔ روشنی سے اپنی ذات کے پ دے بھی اُٹھتے ہیں اور کائنات کے اسرار و رموز بھی بے ب ہوتے ہیں۔ ـ ولِ قرآن کے بعد جو فجر ع ہوئی ہے۔ اس کی روشنی ا۔ الآ۔ دـــ ذہنوں اور کائنات کو روشن رکھے گی:

اے نورِ ازل پ اغ آ
مجھ کو بھی تو روشنی کر
ذرہ ذرہ مصطفیٰ سے چاہتا ہے روشنی
سمجھتے ہیں کہ بس ان کی ہے روشنی
ان کی تنو ی رسا ت نے بتا ی خلق کو
دین حق کے ساتھ پیمان وفا ہے روشنی
مہر و ماہ و انجم و ق و شرار و کہکشاں
ہیں تو روشن، دل کی جلا ہے روشنی
ذکر رسول پ ک سے پہنچی ہے قلب ت
وہ سلسبیلِ نور وہ ت کی روشنی
صدقے میں ان کی مدح نگاری کے پ سکوں
اے کاش! روز حشر شفا ت کی روشنی!

عزیز احسن نے عشق محمد ﷺ کی روشنی میں گوئی کا سفر طے کیا ہے۔ شاعری لفظوں کی ز ن سے بولتی ہے۔عزیز احسن نے نئ ت اکیب وضع کی ہیں۔ وہ ز ن کے مزاج شناس ہیں اسی لئے ان کی ت اکیب اجنبی نہیں لگتیں اور ایسا محسوس ہوت ہے یہ ت کیبیں ہماری ز ن میں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ ت اکیب سازی میں شاعر دو ی زیدہ لفظوں کے نے سے ای تلازمہ اور استعارہ ت اشتا ہے۔ ابھی ہماری تنقید نے ت اکیب لفظی اور استعارے کی معنوی ت کے ہمی رشتے کو نہیں سمجھا ہے۔ بحث عبدالرحمٰن بجنوری نے " محاسن کلامِ غا " میں چھیڑی تھی، لیکن بعد کے لوگوں نے اسے آگے نہیں بڑھای ۔عزیز احسن کی کے یہ دو شعر خطہ ہوں جن میں نئ ت اکیب سے معنی کے نئے دریچے کھل رہے ہیں:

دل کے صحرا میں کھلے لالۂ طا ت آقاؐ
مجھ کو حاصل ہو کبھی یہ بھی سعادت آقاؐ
کاش وہ دن بھی کبھی آئے کہ میں دیکھ سکوں
شہرِ کردار پہ بس تیری حکومت آقاؐ

دعا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ کا یہ چمن جسے عزیز احسن کے ذہن اور دل نے سجایا ہے سدا شاداب رہے، مہکتا رہے اور روشن رہے۔

(رنَ ، شمارہ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء)